آفتابِ قدس نکلا نور برساتا ہوا

سیرتِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم

بروایت

ابنِ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پر سب سے پہلی لکھی جانے والی کتاب

مکتبہ نبویہ ● لاہور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پر سب سے پہلی لکھی جانے والی کتاب

سیرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم

بروایت

محمد ابنِ اسحاق بن یسار رحمۃ اللہ علیہ (۸۵ھ — ۱۵۰ھ)

ترجمہ و مرتبہ : رفیع الدین اسحاق بن محمد ہمدانی

ترجمہ اردو : علامہ محمد اطہر نعیمی چیئرمین رویتِ ہلال کمیٹی پاکستان

مقدمہ و نظرثانی : پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم۔اے

مکتبہ نبویہ ◉ گنج بخش روڈ ◉ لاہور

marfat.com

تعارف کتاب

سیرت رسول پاک بروایت ابن اسحاق

نام کتاب ________ سیرت رسول پاک بروایت ابن اسحاق

نام مولف (عربی) ________ ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن یسار المطلبی رحمتہ اللہ علیہ

موضوع ________ سیرت رسول پاک و مغازی

سال تالیف (عربی) ________ ۸۵ھ تا ۱۵۰ھ

مترجم (فارسی) ________ رفیع الدین ہمدانی قاضی ابر قوہ

سال ترجمہ (فارسی) ________ ۶۱۲ھ

سال طباعت ترجمہ (فارسی) ________ ۱۳۴۱ھ تہران (ایران)

سال طباعت ترجمہ (اردو) ________ ۱۴۲۱ھ

نام مترجم (اردو) ________ مولانا محمد اطہر صاحب نعیمی مد ظلہ العالی

(چیئرمین رویت ہلال کمیٹی' پاکستان)

مقدمہ و ترتیب نو ________ پیر زادہ اقبال احمد فاروقی (ایم-اے)

کمپوزر ________ المدد کمپوزنگ سینٹر' لاہور

ناشر ________ مکتبہ نبویہ' گنج بخش روڈ' لاہور

قیمت مجلد اعلیٰ ________ ۵۵۰ روپے

مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ' لاہور

marfat.com

فہرست

سیرت ابن اسحاق (جلد اول)

مقدمہ ____ 17
شجرہ نسب نبی اکرم ____ 65
فضیلت نسب سید المرسلین ____ 65
پہلی فصل ____ 66
حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی عمر ____ 66
دوسری فصل ____ 67
تیسری فصل ____ 67
سد مآرب کا واقعہ ____ 68
اعجاز قرآنی ____ 69
سبا کا تعارف ____ 69
عمرو بن عامر کی یمن سے رحلت کا سبب ____ 71
ربیعہ کا خواب ____ 71
ربیعہ سطیح اور شق کا قصہ ____ 72
بعثت نبوی کی پیشگوئی ____ 74
شاہی دربار میں شق کی طلبی ____ 74
تبع اور غلاف کعبہ ____ 76
تبع کا سفر مشرق ____ 76
قبیلہ ہذیل کی سازش ____ 78
تبع حرم کعبہ کی زیارت کیلئے آتے ہیں ____ 79
خانہ کعبہ کی غلاف پوشی کی بشارت ____ 79
تبع کی واپسی پر اہل یمن کا ردعمل ____ 80
یمن کا آتش کدہ ____ 81
یمن کا فتنہ پرور مکان ____ 82
حسان بن تبان (تبع) بن اسد اور اصحاب الخدود ____ 83
ذو رعین کا واقعہ ____ 83
لخیعہ کا عبرتناک انجام ____ 85
لخیعہ کا قتل ____ 85
واقعہ اصحاب الاخدود ____ 86
فیمیون کی صالح سے ملاقات ____ 87
فیمیون کی کرامت ____ 88
نجران میں ایک کھجور کا درخت ____ 89
نجران میں عیسائیت کے فروغ کی روایت ____ 90
عبد بن ثامر آزمائش میں ____ 92
نجران کے عیسائیوں پر افتاد ____ 93
خلافت فاروقی کا ایک حیرت انگیز واقعہ ____ 94
دوس ذی ثعلبان کا زرعہ کے مقابلہ کے لیے
لشکر کشی ____ 95
سطیح اور شق کی پیشگوئیوں کی صداقت ____ 96
ابرہہ اشرم اور ارباط کی مخالفت ____ 96
ابرہہ کی عیاری ____ 97

marfat.com

نجاشی کا عتاب اور ابرہہ کی چالاکی ـــــــ 97
کلیسا کی تعمیر ـــــــ 98
قلیس کی تعمیر پر عربوں کا ردِ عمل ـــــــ 98
ابرہہ کی مکہ کی جانب روانگی ـــــــ 99
اہلِ طائف کا اظہارِ اطاعت ـــــــ 100
ابرہہ کا سفیر مکہ میں ـــــــ 101
جناب عبدالمطلب سے ابرہہ کے قاصد کی گفتگو ـــــــ 101
ابرہہ کی خانہ کعبہ کی جانب پیش قدمی ـــــــ 103
محمود نامی ہاتھی کا ردِ عمل ـــــــ 104
چیچک اور میعادی بخار کی بیماریاں ـــــــ 105
ان دونوں سورتوں کا ترجمہ ـــــــ 106
سیف ذی یزن کا واقعہ ـــــــ 107
کسریٰ کے درباری ٹھاٹھ باٹھ ـــــــ 107
سیف ذی یزن کسریٰ کے دربار میں ـــــــ 108
ایک عجیب مشورہ ـــــــ 109
کسریٰ اور سیف کے لشکر کا حبشی لشکر سے مقابلہ ـــــــ 110
سطیح اور شق کی پیشگوئی کی دوسری مرتبہ توثیق ـــــــ 110
باذان کا اسلام ـــــــ 111
یمن کا ایک پتھر ـــــــ 113
بادشاہ یمن کا کردار ـــــــ 114
کسریٰ نیشاپور اور زوال اکناف ـــــــ 115
بے وفائی کا صلہ اور غداری کی سزا ـــــــ 115
چوتھی فصل ـــــــ 116
پانچویں فصل ـــــــ 116
ہبل کہاں سے آیا؟ ـــــــ 119
عرب میں بت پرستی کی ابتدا ـــــــ 119
اساف اور نائلہ کی حقیقت ـــــــ 120
سید عالم کی دعوت توحید ـــــــ 121
چھٹی فصل ـــــــ 122
قریش کی وجہ تسمیہ ـــــــ 123
ساتویں فصل ـــــــ 124
سید عالم کی والدہ ماجدہ کی نانی کا سلسلہ نسب ـــــــ 124
مکہ کی وجہ تسمیہ ـــــــ 126
دار الندوہ کی تعمیر ـــــــ 128
مناصب حکومت ـــــــ 129
عبدالمطلب کی وجہ تسمیہ ـــــــ 130
جناب عبدالمطلب کے ذریعہ چاہِ زمزم کی بازیابی ـــــــ 131
چاہِ زمزم کی کھدائی کی پہلی روایت ـــــــ 132
چاہِ زمزم کے سلسلہ میں دوسری روایت ـــــــ 134
سید عالم کے والد کی قربانی ـــــــ 136
عبدالمطلب اور قریش کاہنہ کے پاس ـــــــ 137
ایک خاتون نے جناب عبداللہ کو پسند کر لیا ـــــــ 138
سیدہ آمنہ کا جناب عبداللہ سے نکاح ـــــــ 138
نور محمدی اور ورقہ بن نوفل ـــــــ 139
نور محمدی کے سلسلہ میں ایک روایت ـــــــ 139
دوران حمل معجزات کا ظہور ـــــــ 140
ولادت نبی کریم ـــــــ 140
ولادت نبوی اور جناب حسان ـــــــ 141
سید عالم کا زمانہ رضاعت ـــــــ 141

marfat.com

اطراف سے مویشیوں کے ایک گلہ کو ہنکا کر لے گیا۔ جب نبی علیہ السلام کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ نے جناب زید بن حارثہ کو اپنی عدم موجودگی میں مدینہ کا نگران مقرر فرمایا اور کرز کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ جب "وادی بغراں" پہنچے تو ایک شخص نے آکر اطلاع دی کہ کافروں کا لشکر تو دوسرے راستے سے فرار ہوگیا ہے' اب آپ اس کا تعاقب نہیں کر سکیں گے چنانچہ نبی علیہ السلام وہاں سے واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ اس غزوہ کا نام "غزوہ بدر اولیٰ" اس لیے ہوا کہ "وادی بغراں" بدر کے علاقے میں واقع ہے۔

اس سفر سے واپسی کے اور جمادی الاخریٰ کے بقیہ دنوں کے علاوہ ماہ رجب و شعبان میں مدینہ میں سرکار کا قیام رہا۔ البتہ ماہ راجب میں جنگ کی تیاریوں اور قریش کے جنگی مقاصد کی معلومات کے لیے آپ نے جناب عبداللہ بن جحش کو "وادی نخلہ" کی جانب بھیجا۔

عبداللہ جحش کی "نخلہ" روانگی

جناب مصنف ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ "غزوہ بدر اولیٰ" سے واپسی پر رجب کے مہینہ میں آٹھ مہاجر مجاہدوں پر مشتمل دستہ مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیانی علاقہ "نخلہ" کی طرف روانہ کیا تاکہ قریش کے جنگی مقاصد کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔

عبداللہ بن جحش کو ہدایات

اس موقعہ پر نبی علیہ السلام نے ایک مکتوب لفافہ میں بند کر کے جناب عبداللہ ابن جحش کو عطا فرمایا اور یہ ہدایت کی کہ اس خط کو مدینہ طیبہ سے روانگی کے دو دن کے بعد کھولیں اور اس میں لکھی ہوئی ہدایات کے مطابق عمل کریں لیکن یہ یاد رکھیں کہ اس مکتوب کو دو دن کے سفر سے پہلے نہ کھولا جائے۔ چنانچہ جب دو دن کی مسافت طے کرنے کے بعد جناب عبداللہ بن جحش نے اس خط کو کھولا تو اس میں تحریر تھا کہ آپ لوگ مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان وادی نخلہ کی جانب جائیں اور کفار کے جنگی مقاصد کے بارے میں معلومات حاصل کریں اور اس مکتوب کے مضمون سے اپنے ساتھیوں کو بھی آگاہ کر دیں تاکہ ان کی دل شکنی نہ ہو اور جو شخص چاہے تو اس سفر پر جائے اور اگر اس کا دل نہ چاہے تو وہ مدینہ واپس آجائے۔ چنانچہ جب انہوں نے خط کے مضمون سے آگاہی حاصل کی تو سمعا و طاعۃ کہہ کر اظہار رضامندی کر کے اپنے ساتھیوں کو بھی بتایا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایات اس مکتوب کے ذریعہ دی ہیں اور میں ان کے مطابق عمل پیرا ہوں گا' البتہ تم لوگوں کے لیے کوئی پابندی نہیں' جو چاہے

marfat.com

حلیمہ پر برکتوں کی بارش ـــــــ 142
حلیمہ کی مکہ سے روانگی ـــــــ 143
سید عالم کی مدت رضاعت کی تکمیل ـــــــ 144
پہلا شق صدر ـــــــ 144
سید عالم کا ارشادِ گرامی ـــــــ 145
ہر نبی نے بکریاں چرائی تھیں ـــــــ 146
رسول خدا کی مکہ سے واپسی پر نصاریٰ کی سازش ـــــــ 147
سید عالم والدہ اور دادا کی تربیت میں ـــــــ 148
حضرت عبدالمطلب کا انتقال ـــــــ 148
سید عالم ابو طالب کی کفالت میں ـــــــ 149
ابو طالب کے ہمراہ سفر شام ـــــــ 149
بحیرہ راہب کی میزبانی اور ہدایات ـــــــ 150
سید عالم کے اوصاف و اخلاق ـــــــ 152
سید عالم کا دوسرا سفر شام ـــــــ 153
سیدہ خدیجہ سے نکاح کی بات چیت ـــــــ 154
سیدہ خدیجہ سے اولاد ـــــــ 155
خانہ کعبہ میں حجر اسود کی تنصیب سے قبل سید عالم کا اعزاز ـــــــ 158
حجر اسود کی تنصیب ـــــــ 159
دوران تعمیر کعبہ ایک مخطوطہ کی دریافت ـــــــ 160
غیب کی خبریں اور کاہن ـــــــ 161
ستارہ ٹوٹنا یا شہاب ثاقب ـــــــ 162
یمن کا کاہن اور بعثت نبوی ـــــــ 163
فاروق اعظم کی مومنانہ بصیرت ـــــــ 164
حضرت عمر کے اسلام لانے کا واقعہ ـــــــ 165
بعثت نبوی کے بارے میں یہود کی پیشگوئیاں ـــــــ 166
یہود کی فطری جہالت اور اسلام سے سرکشی ـــــــ 166
ابن ہیبان یہودی کی وصیت ـــــــ 168
بنو ھذیل میں سید عالم کی آمد ـــــــ 168
سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی سرگزشت ـــــــ 169
جناب سلمان رضی اللہ عنہ کے حالات دوسرے انداز میں ـــــــ 174
بعثت نبوی سے پہلے راہِ ہدایت تلاش کرنے والے ـــــــ 175
ورقہ بن نوفل ـــــــ 176
عبیداللہ بن جحش ـــــــ 176
زید بن عمرو بن نفیل ـــــــ 177
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری ـــــــ 178
بعثت نبی کریم ـــــــ 180
جبرئیل علیہ السلام کی بارگاہِ نبوی میں پہلی بار حاضری ـــــــ 180
سیدہ خدیجہ ورقہ بن نوفل کے پاس ـــــــ 183
نزول قرآن اور ماہِ رمضان ـــــــ 185
سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا دائرہ اسلام میں ـــــــ 186
سیدہ خدیجہ کو بشارت ـــــــ 186
سیدہ خدیجہ کو رب تعالیٰ کا سلام ـــــــ 186
انوار وحی ـــــــ 187
نبی کریم کے لیے احکام نماز ـــــــ 188
وضو اور نماز کے طریقہ کی تعلیم ـــــــ 189
حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لاتے ہیں ـــــــ 189

marfat.com

میرے ساتھ رہے اور جو چاہے واپس مدینے چلا جائے۔ یہ سن کر ان تمام ساتھیوں نے یک زبان ہو کر کہا ہم بھی وہی کہتے ہیں جو آپ نے کہا سمعا و طاعۃ۔ ہم بھی اس سفر میں آپ کے ہمنوا ہیں۔ چنانچہ جناب عبداللہ اور ان کے ساتھی اپنی جگہوں سے اٹھے اور نخلہ کی جانب روانہ ہوگئے۔ اس سفر میں جو مہاجر مجاہد جناب عبداللہ بن جحش کے ساتھ تھے' ان کے نام یہ ہیں:

(۱) ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ۔ (۲) عکاشہ بن محصن۔ (۳) عتبہ بن غزوان بن جابر۔ (۴) جناب سعد بن ابی وقاص۔ (۵) عامر بن ربیعہ۔ (۶) واقد بن عبداللہ۔ (۷) خالد بن بکیر۔ (۸) سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہم۔ چنانچہ یہ تمام حضرات جناب ابن جحش کے ساتھ بغیر راستہ میں رکے وادی نخلہ پہنچ گئے۔ اور جس جگہ کہ نبی علیہ السلام نے قیام کرنے کا حکم دیا تھا وہاں قیام پذیر ہوئے' البتہ جناب سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان اپنی سواریوں کی گمشدگی کی وجہ سے راستہ میں پیچھے رہ گئے تھے' وہ بھی ان سے آکر مل گئے۔

جب جناب ابن جحش نخلہ پہنچے تو حسن اتفاق کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ طائف سے مکہ آ رہا تھا جن کے پاس تجارتی سامان میں چمڑا اور میوہ تھا۔

جب یہ قافلہ جناب عبداللہ بن جحش کے قریب آیا تو ان لوگوں کو دیکھا کہ ہتھیار کھولے آرام سے بیٹھے ہیں۔ ان مسلمانوں کو دیکھ کر قافلہ کے لوگ خائف ہوئے لیکن یہ نہ پہچان سکے کہ یہ مسلمان ہیں۔ آپس میں کہنے لگے کہ یہاں قیام کرنا مناسب نہیں ہے' یہاں سے جلد روانہ ہو جانا چاہیے۔ ممکن ہے کہ یہ لوگ ہمارے ساتھ برے ارادوں سے پیش آئیں۔ ابھی کافروں کے قافلہ کے لوگ یہ مشورہ کر ہی رہے تھے کہ جناب "عکاشہ" ایک ٹیلہ پر آئے اور ان کی تمام حرکات و سکنات کو دیکھتے رہے۔ قافلہ والوں نے جب جناب "عکاشہ" کو دیکھا تو سر کو منڈا دیکھ کر مطمئن ہوگئے کہ یہ جماعت زائرین حرم کی ہے جو عمرہ کر کے آئے ہیں۔ ان سے کوئی خطرہ نہیں لہٰذا یہاں قیام کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں' نہ یہاں سے فوراً روانہ ہونے کی ضرورت ہے۔ یہ واقعہ رجب کی آخری تاریخ اور شعبان کی چاند رات کا ہے۔ جب قافلہ کے لوگوں نے یہاں قیام کر لیا تو جناب "عکاشہ" نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے کیونکہ اگر یہ آج ہی چلے گئے تو کل یہ حدود حرم میں داخل ہو جائیں گے' اس وقت حرم کے اعزاز و اکرام کی وجہ سے ہم کچھ نہ کر سکیں گے اور اگر آج ہی ان سے نمٹا جائے تو رجب کے محترم مہینہ کی حرمت کو پامال کرنے والوں میں شامل ہوں گے جو مناسب نہیں ہے' اس سلسلہ میں یہ لوگ آپس میں

marfat.com

ابو طالب نے ادائے نماز کا منظر دیکھا ____ 190

جناب زید بن حارثہ کے حالات اور ان کا قبولِ اسلام ____ 191

زید بن حارثہ کی محبت ____ 192

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لاتے ہیں ____ 193

صدیق اکبر اور تبلیغ اسلام ____ 194

بنو ھاشم کو دعوت اسلام ____ 195

اسلامی معاشرے میں کافروں پر حملہ کرنے والا پہلا فرد ____ 196

قریش کا دوسرا وفد ابو طالب کے پاس ____ 197

ابو طالب سے دوٹوک بات ____ 198

کفارِ مکہ کا تیسرا وفد ابو طالب کے پاس ____ 199

ابو طالب کا اعزاء سے مشورہ ____ 200

کار تبلیغ اور ولید بن مغیرہ کی ایک سازش ____ 200

ولید بن مغیرہ اور قریش مکہ زائرینِ حرم کی پیشوائی میں ____ 203

ابو طالب نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں ____ 203

اسلام کی تبلیغ اور کافروں کا ردعمل ____ 205

قریش کی مجلسِ مشاورت ____ 205

حضرت ابو بکر صدیق کی جان نثاری ____ 206

کفارِ قریش کی ایذار سانی اور سورۂ کوثر کا نزول ____ 207

سیدنا امیر حمزہ کا اسلام ____ 207

عتبہ پر کفار قریش کا لعن وطعن ____ 210

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اعیان قریش کی باہمی آویزش ____ 212

کفارِ قریش کی مجلسِ مشاورت ____ 212

کفارِ قریش کی عذاب طلبی ____ 215

ابو جہل کا اعتراف ____ 216

ابو جہل موت کے منہ میں ____ 216

کفارِ قریش اور نضر بن حارث کی مدافعت ____ 217

کفارِ قریش کا وفد احبار یہود کے پاس ____ 219

کفارِ قریش کے نبی سے سوالات ____ 220

اصحابِ کہف کا واقعہ ____ 221

اصحابِ کہف کا تعارف ____ 222

دقیانوس کے ایک درباری کا کارنامہ ____ 226

حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کا واقعہ ____ 230

روح کے بارے میں سید عالم کا ارشاد ____ 230

منکرینِ اسلام کا اعترافِ شکست ____ 233

مجبور مسلمانوں پر کافروں کے مظالم ____ 236

جناب بلال پر امیہ کے مظالم ____ 237

جناب ابو بکر کی خدمات ____ 238

جناب صدیق اکبر کا دینی جذبہ ____ 239

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ____ 240

صحابہ کی حبشہ کی جانب ہجرت ____ 241

قریش کا وفد اور بادشاہ حبشہ نجاشی کا دربار ____ 242

مہاجرین حبشہ اور ابو طالب کی حکمت عملی ____ 243

مسلمانوں کی دربارِ نجاشی میں طلبی ____ 245

رشوت لینے کا واقعہ ____ 249

marfat.com

نجاشی کے قتل کی سازش ـــــــ 250
بارگاہِ فاروقی میں ابن مسعود کا خراج عقیدت ـــــــ 253
مسلمانوں سے مقاطعہ کا معاہدہ ـــــــ 260
مقاطعہ کے معاہدہ پر بنو ھاشم کا ردِ عمل ـــــــ 260
سورۂ لہب کی شان نزول ـــــــ 262
بارگاہِ نبوی کا ایک اور گستاخ ـــــــ 263
بارگاہِ نبوی میں گستاخ عاص بن وائل ـــــــ 264
عبداللہ بن زبعری کی گستاخی ـــــــ 265
گستاخ رسول اخنس بن شریق ـــــــ 267
ابی بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط... دشمنان رسول ـــــــ 267
اسود بن مطلب کی ہرزہ سرائی ـــــــ 269
ابو جہل اور کلامِ الٰہی کا تمسخر ـــــــ 270
جناب عثمان بن مظعون کی مومنانہ جرات ـــــــ 271
حضرت ابو بکر صدیق کا ارادۂ ہجرت ـــــــ 272
تاریخ اسلام کی پہلی مسجد ـــــــ 273
قریش اور عہد نامہ کی منسوخی ـــــــ 274
عہد نامہ کے بارے میں مخبر صادق علیہ السلام کا ارشاد ـــــــ 276
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مطعم بن عدی کا پناہ دینا ـــــــ 279
طفیل بن عمرو دوسی کی آپ بیتی ـــــــ 280
جناب طفیل کا خواب اور شہادت ـــــــ 284
ابو جہل اور اونٹ فروش تاجر کا واقعہ ـــــــ 287
رکانہ پہلوان کی نبی علیہ والسلام سے کشتی ـــــــ 289
حبش کے نصاریٰ بارگاہِ نبوی میں ـــــــ 290
اصحابِ صفہ رضی اللہ عنہم ـــــــ 291
کفار مکہ کا قرآن کے بارے میں افتراء ـــــــ 291
عاص بن وائل کی ہفوات ـــــــ 292
نبی کریم اور واقعہ معراج ـــــــ 294
واقعہ معراج ـــــــ 295
حضرت ابو بکر صدیق کا خطاب ـــــــ 296
معراج سے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ـــــــ 297
بارگاہِ نبوی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خراج عقیدت ـــــــ 298
واقعہ معراج بروایت ام ہانی رضی اللہ عنہا ـــــــ 299
واقعہ معراج بروایت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ـــــــ 301
یتیموں کا مال کھانے والوں کا انجام ـــــــ 302
سود خوروں کا عبرت ناک انجام ـــــــ 303
جناب زید بن حارثہ کی بیوی ـــــــ 305
تبلیغ اسلام اور قریشِ مکہ ـــــــ 306
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اذیت دینے والے پانچ افراد ـــــــ 307
رشتہ داروں کی نبی علیہ السلام سے دشمنی ـــــــ 308
ابو طالب کی موت اور سیدہ خدیجہ کی وفات ـــــــ 308
ابو طالب کی علالت اور وفات ـــــــ 309
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سفر طائف ـــــــ 311
ربیعہ کے بیٹوں کی انسانیت ـــــــ 312
جنات کا سماعتِ قرآن اور قبول اسلام ـــــــ 313

marfat.com

قبائلِ عرب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
علانیہ تبلیغ ____ 314
تصدیقِ اسلام اور سوید بن صامت ____ 315
پہلی فصل ____ 316
انصار کو اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر فضیلت عطا
فرمائی ____ 317
خزرج کے مسلمانوں کو مدینہ جانے کی اجازت ____ 319
دوسری فصل ____ 319
اہلِ مدینہ کے لیے معلمِ اول ____ 320
جناب سعد بن معاذ دائرۂ اسلام میں ____ 321
تیسری فصل ____ 324
خواتین سے بیعت ____ 328
جناب عمرو بن الجموح کا اسلام لانا ____ 329
صحابہ کرام کی مدینہ کی جانب ہجرت ____ 332
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہجرت ____ 335
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حقانیت ____ 336
حضرت عیاش رضی اللہ عنہ کے اسلام کے
سلسلہ میں دوسری روایت ____ 337
حضرت صہیب رومی کی ہجرت ____ 338
نبی کریم کی ہجرت مدینہ ____ 338
واقعہ ہجرت کی تفصیلات ____ 342
واقعہ ہجرت حضرت عائشہ کی زبانی ____ 343
حضور نبی کریم غارِ ثور میں ____ 344
جناب اسماء کا لقب ذات النطاقین ____ 345
حضرت اسماء اور جناب ابوقحافہ کی گفتگو ____ 346
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مکہ سے ہجرت ____ 349
سید عالم مدینہ میں ____ 349
مسجدِ نبوی کی تعمیر ____ 351
حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ____ 352
انصار و مہاجرین کے درمیان سلسلہ مواخات ____ 353
نقیب اسلام جناب اسعد بن زرارہ کی وفات ____ 354
اعلانِ نماز کیلئے اذان کا اطلاق ____ 355
ابو قیس جرمہ بن ابی انس کا واقعہ ____ 356
نبی کریم کے ساتھ یہود کا معاندانہ رویہ ____ 357
حضرت عبداللہ بن سلام کا اسلام لانا ____ 358
جناب مخریق کے اسلام لانے کا واقعہ ____ 359
منافقین، یہود اور نصرانیوں سے نبی علیہ الصلوۃ
والسلام کا مناظرہ ____ 360
مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کا قربان کے بارے
میں ارشاد ____ 362
منافقین کا مسجد نبوی سے نکالا جانا ____ 363
علماء یہود بارگاہِ نبوی میں ____ 364
تحویلِ قبلہ پر یہود و نصاریٰ کا ردِ عمل ____ 367
یہود کی ایک اور جماعت کے ہفوات ____ 368
نجران کے نصاریٰ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
سے مناظرہ ____ 369
نصاریٰ کے سوالات کے جواب ____ 370
دعوتِ مباہلہ پر عاقب کا ردِ عمل ____ 371
حضرت فاروقِ اعظم کی آرزو ____ 372
عبداللہ بن ابی اور ابو عامر راہب کی اسلام دشمنی ____ 373

marfat.com

مہاجر صحابہ اور مدینہ منورہ کی آب و ہوا ـــــــ 374

المغازی
(جلد دوم)

واقعاتِ ہجرت ـــــــ 379
اسلام کے پہلے پرچم بردار جناب عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ ـــــــ 379
حضرت حمزہ کافروں کے مقابلہ پر ـــــــ 381
حضرت علی کی کنیت ابو تراب ـــــــ 382
دنیا کے بدترین افراد ـــــــ 383
عبداللہ بن جحش کو ہدایات ـــــــ 384
عمرو بن حضرمی کا قتل ـــــــ 386
مسلمان مجاہدین کے حق میں آیت قرآنی ـــــــ 387
مالِ غنیمت اور عبداللہ بن جحش کی تقسیم ـــــــ 388
تاریخ اسلام کا پہلا مال غنیمت ـــــــ 389
تاریخ اسلام میں پہلا مقتول ـــــــ 389
جنگِ بدر کے بارے میں صحابہ سے مشورہ ـــــــ 390
مسلمانوں سے ابو سفیان کی تشویش ـــــــ 391
ابو جہل اور جناب عباس کی گفتگو ـــــــ 392
مکہ والوں نے اپنے جگر گوشوں کو نکال پھینکا ـــــــ 394
مسلمانوں اور بنی اسرائیل کے جذبات ـــــــ 396
بدر میں قیام اور خباب بن منذر کا مشورہ ـــــــ 402
بدر میں نبی علیہ السلام کیلئے حفاظت گاہ ـــــــ 403
عتبہ بن ربیعہ ـــــــ 404
جنگ سے پہلے عتبہ و حکیم بن حزام کی گفتگو ـــــــ 405
میدان بدر میں حکیم بن حزام اور ابو جہل ـــــــ 407
ایک صحابی کا جذبہ عقیدت ـــــــ 409
دعا کے وقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے تسلی آمیز کلمات ـــــــ 410
جنت کی بشارت ـــــــ 411
مال غنیمت اور جناب سعد کا اظہار ناراضگی ـــــــ 412
ابو حذیفہ بن عتبہ کے جذبات ـــــــ 413
جناب عبدالرحمٰن بن عوف اور امیہ بن خلف ـــــــ 414
بدر کی جنگ میں فرشتوں کی مدد ـــــــ 416
غزوۂ بدر کی تاریخ اور پہلا مسلمان شہید ـــــــ 417
ابو جہل کی گرفتاری ـــــــ 417
حضرت عبداللہ بن مسعود کو ابو جہل کی تلاش کا حکم ـــــــ 418
جناب عکاشہ کی تلوار ـــــــ 419
غزوۂ بدر میں والد اور بیٹے کا مقابلہ ـــــــ 420
حضرت ابو حذیفہ کے لیے دعائے خیر ـــــــ 421
جنگ بدر کے مال غنیمت کی تقسیم ـــــــ 422
اہل مدینہ کو فتح کی خوشخبری ـــــــ 423
غزوۂ بدر سے سید عالم کی واپسی ـــــــ 423
ام المومنین سودہ بنت زمعہ کو نصیحت ـــــــ 425
مکہ والوں کو شکست کی اطلاع ـــــــ 426
ابو لہب اور ابو رافع کی سرگزشت اور ابو لہب کی موت ـــــــ 426
غزوۂ بدر کے بعد قریش مکہ کے مصائب ـــــــ 428
مطلب کا اپنے والد کو رہائی دلانا ـــــــ 429

marfat.com

علم غیب نبوت کی ایک دلیل ________ 430
قریش کی بدعہدی ________ 431
سیدہ رقیہ کا نکاح ________ 431
جناب زید بن حارثہ اور سیدہ زینب ________ 435
عمیر بن وہب کا نبی علیہ السلام پر حملہ ________ 437
بدری صحابہ کے نام ________ 443
کعب بن اشرف یہودی کا قتل ________ 462
کعب بن اشرف یہودی کے اشعار کا ترجمہ ________ 463
غزوۂ احد ________ 468
حضرت محیصہ وحولیصہ کا واقعہ ________ 469
میدان جنگ میں ابو دجانہ کے کارنامے ________ 470
جناب ابو دجانہ کے جذبات ________ 471
سیدالشہداء جناب امیر حمزہ کی بہادری ________ 471
جناب حمزہ کی شہادت کی کہانی ________ 472
وحشی کے ساتھ حضرت عمر کا طرز عمل ________ 475
حضرت علی کی کافروں سے جنگ ________ 475
ابو سعد بن ابی طلحہ کا قتل ________ 476
نبی کے حکم کی نافرمانی کی سزا ________ 477
جناب طلحہ کی قسمت عروج پر ________ 479
جنگ کی کہانی ام عمارہ کی زبانی ________ 480
جناب انس بن نضر کی تقریر ________ 481
شکست کے بعد خدمت نبوی میں حاضر ہونے والے صحابہ ________ 482
فرمان نبوی پر ابی بن خلف کا یقین ________ 483
صفوان اور ابو عزہ کی گفتگو ________ 485
وحشی قاتل کا واقعہ ________ 485
سید عالم کا خواب ________ 486
جنگ کی تیاری اور صحابہ کا ردِ عمل ________ 487
اسلامی لشکر کی مدینہ سے روانگی ________ 487
کفار قریش کے لشکر کی تعداد ________ 488
نبوی تلوار اور جناب ابو دجانہ ________ 489
میدانِ جنگ میں ابو سفیان کی نصیحت ________ 490
دامنِ کوہ میں نبی علیہ السلام کا قیام ________ 492
ہندہ نے سیدالشہداء کا جگر چبالیا ________ 494
شہداء کی تدفین ________ 495
جناب حمزہ کے بارے میں ارشاد نبوی ________ 496
سیدالشہداء کی تکفین اور نماز جنازہ ________ 497
جناب حمزہ کی تدفین ________ 498
مُردوں پر رونے کا شرعی حکم ________ 498
نبی و علی کی تلواریں ________ 499
غزوۂ حمراء الاسد ________ 500
غزوۂ احد کے سلسلہ میں ساٹھ آیات ________ 505
حضرت عبداللہ بن مسعود کی تفسیر ________ 506
جناب جابر کے لیے بشارت ________ 507
قصیدہ کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ ________ 510
اصحاب رجیع کے واقعات ________ 513
جناب عاصم اور ساتھیوں کی شہادت ________ 514
تین صحابہ کی گرفتاری ________ 515
مبلغینِ اسلام کی شہادت ________ 520
غزوۂ بنو نضیر ________ 522

marfat.com

بنو نضیر پر لشکر کشی اور محاصرہ ______ 523
نصرت الٰہی اور یہود کی شکست ______ 524
غزوۂ بنی نضیر کے شہداء پر مرثیہ ______ 524
غزوۂ ذات الرقاع ______ 528
جناب جابر سے نبی علیہ السلام کی خوش طبعی ______ 530
ایک صحابی کی نماز میں محویت ______ 531
غزوۂ بدر ثانی ______ 533
غزوۂ دومۃ الجندل ______ 534
غزوۂ خندق ______ 534
یہودی سازش پر آیات کا نزول ______ 535
مدینہ منورہ کے باہر اسلام دشمن فوج ______ 536
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ______ 539
غزوۂ خندق میں جنگ اور صلح نامہ ______ 542
جناب سلمان کے مشورہ سے خندق کھودی گئی ______ 543
عمرو بن عبدود کا قتل ______ 544
جناب سعد بن معاذ کا زخمی ہونا ______ 545
سیدہ صفیہ کے ہاتھوں ایک یہودی کا قتل ______ 546
اسلام دشمن لشکر میں پھوٹ ______ 548
غزوۂ بنو قریظہ ______ 551
حضرت علی کا رنجیدہ ہونا ______ 552
کعب بن اسد کی تین تجویزیں ______ 553
ابو لبابہ کی توبہ قبول ہوگئی ______ 554
بنو قریظہ کے بارے میں سفارش ______ 555
بنو قریظہ کے لوگوں کی سزا ______ 558
ریحانہ بنت عمرو کا واقعہ ______ 559
غزوۂ خندق کے سلسلہ میں آیاتِ قرآنی ______ 560
جناب سعد کی قبر پر نبی علیہ السلام کی تسبیح ______ 560
نوفل کی لاش کی قیمت ______ 561
اب قریش کبھی حملہ نہ کر سکیں گے ______ 562
سلام بن ابی الحقیق کا قتل ______ 564
کعب بن اشرف کا قتل ______ 565
بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نجاشی کا
خراجِ عقیدت ______ 567
غزوۂ بنی لحیان ______ 568
غزوۂ ذی قرد ______ 569
کفار کی شکست ______ 570
غزوۂ بنی مصطلق ______ 572
جناب اسید بن حضیر کے جذباتِ اخلاص ______ 574
عبد اللہ بن ابی کے صاحبزادے کے تاثرات ______ 575
ایک مرتد کا واقعہ ______ 576
ام المومنین حضرت جویریہ ______ 577
غلاموں کو آزادی مل گئی ______ 577
واقعۂ افک ______ 579
سیدہ عائشہ کو واقعۂ افک کی اطلاع ______ 581
واقعۂ افک اور قبائل اوس و خزرج ______ 582
سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدہ عائشہ کے گھر
تشریف آوری ______ 583
جناب صفوان کا حضرت حسان پر حملہ ______ 586
لشکر اسلام کی دوسرے راستے سے روانگی ______ 587
حضرت حسان بن ثابت کے اشعار ______ 588

marfat.com

نبی علیہ السلام کی مکہ روانگی ______ 589
بدیل بن ورقاء بارگاہِ نبوی میں ______ 590
قریشِ مکہ کی دوسری سفارت ______ 591
حلیس کی تلخ گفتگو ______ 592
جناب صدیقِ اکبر کے جذباتِ اخلاص ______ 593
واقعہ بیعت رضوان ______ 595
صلح حدیبیہ اور حضرت عمر کے جذبات ______ 596
ابو جندل بن سہیل پا بجولاں ______ 599
عمرہ کے بعد حلق کی فضیلت ______ 601
صلح حدیبیہ اور امام زہری ______ 602
فتح مکہ کے سلسلہ میں صحابہ کا استفسار ______ 603
مسلمانوں کی ایک جماعت اور ابو بصیر کا واقعہ ______ 603
ام کلثوم مدینہ کو ہجرت کرتی ہیں ______ 605
غزوۂ خیبر ______ 605
عامر بن اکوع کے اشعار کا ترجمہ ______ 606
خیبر کے قریب مسلمانوں کی اجتماعی دعا ______ 607
خیبر کے مختلف قلعے ______ 607
سیدہ صفیہ پر نگاہِ کرم ______ 608
مدینہ کے درویشوں پر عطیاتِ نبوی ______ 608
مرحب کے بھائی یاسر کا قتل ______ 610
خیبر کے قلعوں کا محاصرہ ______ 611
خیبر کی فتح اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ ______ 611
صحابہ کی معمر ترین شخصیت ابو الیسر ______ 612
کنانہ کی دولت اور اس کا قتل ______ 613
واقعہ فدک ______ 614
زہر آلود گوشت خدمتِ نبوی میں ______ 615
غزوۂ وادی القریٰ ______ 616
اسلامی لشکر کی نماز فجر قضا ہو گئی ______ 617
اسود راعی کا واقعہ ______ 618
حجاج بن علاط سلمی کا واقعہ ______ 619
حجاج سے حضرت عباس کی گفتگو ______ 621
خیبر کی زمینوں کی تقسیم ______ 622
سید عالم کے احکام ______ 623
خیبر سے یہودیوں کے اخراج کا سبب ______ 623
غزوۂ عمرۃ القضاء ______ 624
طواف میں رمل کا حکم ______ 625
واقعہ اصحاب موتہ ______ 627
مستقبل کے واقعات کی اطلاع ______ 627
جناب جعفر کی شہادت کا واقعہ ______ 629
خالد بن ولید امیر لشکر بنائے گئے ______ 629
جناب جعفر کے اہلِ خانہ سے تعزیت ______ 630
خالد بن ولید کی واپسی ______ 630
حضرت حسان بن ثابت کا مرثیہ ______ 633
حضرت حسان کا جنگِ موتہ پر مرثیہ ______ 635
ابو سفیان کی مدینہ روانگی ______ 636
غزوۂ فتح مکہ ______ 638
سیدہ فاطمہ سے التجا ______ 639
قریشِ مکہ اور ابو سفیان کا مشن ______ 639
اسلامی لشکر کی روانگی ______ 640
حاطب کے بارے میں اللہ کا فیصلہ ______ 641

marfat.com

حضرت عباس بن عبد المطلب کا سفر ہجرت ـــــ 642
اسلامی لشکر اور جناب عباس کے تاثرات ـــــ 644
ابو سفیان بارگاہِ نبوی میں ـــــ 645
ابو سفیان کے ستائشی کلمات ـــــ 648
اسلامی لشکر مکہ میں ـــــ 649
جناب خالد کی کافروں سے جھڑپ ـــــ 650
ام ہانی کے لیے اعزاز ـــــ 652
عثمان بن طلحہ کو خانہ کعبہ کی کنجیاں مل گئیں ـــــ 654
کوہِ صفا پر نبی علیہ السلام کی دعا ـــــ 655
فتح مکہ اور خطبہ نبوی ـــــ 656
صفوان مکہ سے بھاگ گیا ـــــ 658
عبداللہ بن زبعری دامنِ اسلام میں ـــــ 660
عباس بن مرداس کے اسلام لانے کا واقعہ ـــــ 665
اطرافِ مکہ میں اسلامی وفود ـــــ 666
جناب خالد و عبدالرحمن بن عوف کا مکالمہ ـــــ 668
دو محبت کرنے والوں کا واقعہ ـــــ 669
غزوۂ حنین ـــــ 670
بارہ ہزار کا لشکر اسلام ـــــ 673
مکہ والوں کی خوش فہمی ـــــ 674
وادی حنین میں جنگ ـــــ 675
قبیلہ ہوازن کے ایک بہادر کا قتل ـــــ 676
جناب ابو عامر کی شہادت ـــــ 677
رضاعی ہمشیرہ کی قدر و منزلت ـــــ 678
غزوۂ حنین کے بارے میں آیتِ قرآن ـــــ 679
غزوۂ طائف ـــــ 682
طائف کا محاصرہ ـــــ 683
ہوازن کے اموال کی واپسی ـــــ 684
مالک بن عوف کا اسلام ـــــ 685
ہوازن کے اموال کی تقسیم ـــــ 687
جناب صدیق اکبر کے جذبات ـــــ 689
کیا نبی انصاف نہیں کرتا؟ ـــــ 690
نبی علیہ السلام کی دلو دوہش کا اندازہ ـــــ 692
صفوان بن امیہ کا اسلام ـــــ 693
کعب بن زہیر کا قبول اسلام ـــــ 693
غزوۂ تبوک ـــــ 701
جد بن قیس کا واقعہ ـــــ 702
سامان جنگ کیلئے حضرت عثمان کا عطیہ ـــــ 704
منافقوں کی ایک جماعت کا کردار ـــــ 705
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف منافقین کی ہرزہ سرائی ـــــ 705
جناب ابو خیثمہ کا واقعہ ـــــ 706
اسلامی لشکر کا اصحاب حجر کے علاقہ پر گزر ـــــ 707
پیاسے سیراب ہو گئے ـــــ 707
غزوۂ تبوک اور معجزاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ـــــ 708
حضرت ابوذر غفاری کے بارے میں معجزہ ـــــ 708
اسلامی لشکر اور منافقین ـــــ 710
ایلہ کے حاکم کا اظہار اطاعت ـــــ 711
مخبر صادق کا جناب خالد کو حکم ـــــ 712
دستِ مبارک سے پانی کا چشمہ جاری ہونا ـــــ 713

marfat.com

عبداللہ مزنی کی وفات ____ 714
منافقین کی تعمیر کردہ مسجد ____ 715
مسجد ضرار کی شکست و ریخت ____ 716
تین صحابہ کی توبہ کے واقعات ____ 716
جناب کعب کے بارے میں امام زہری کی تحقیق ____ 717
شاہ غسان کا قاصد جناب کعب کے پاس ____ 722
آکل المرار کون تھا؟ ____ 724
توبہ کے بارے میں جناب کعب کا تاثر ____ 725
عروہ بن مسعود کی شہادت ____ 726
عبد یالیل ثقیف کے قاصد کی حیثیت میں ____ 727
نماز کی اہمیت اور فرمان نبوی ____ 729
عثمان بن ابو العاص مبلغ کی حیثیت میں ____ 730
عروہ بن مسعود کے خاندان کی امداد ____ 730
عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قرض کی ادائیگی کی وجہ ____ 731
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سفر حج ____ 732
سورۂ براءت کا نزول ____ 732
حضرت علی کی مکہ روانگی ____ 732
سورۂ براءت کا شان نزول ____ 733
منیٰ میں حضرت علی کا اعلان ____ 733
سورۂ براءت کے مضامین کی تفصیل ____ 734
عبداللہ بن ابی کی موت ____ 734
حضرت عمر کے جذبات ____ 735
غزوات کی تعداد اور ان کی تفصیل ____ 735
اہل عرب کے وفود کی بارگاہِ نبوی میں حاضری ____ 738
بنو تمیم کا قبول اسلام ____ 739
جناب ثابت بن قیس کا خطبہ ____ 740
بنی عمار کے فتنہ انگیز وفد کی بارگاہِ نبوی میں حاضری ____ 746
واقعہ ضمام بن ثعلبہ ____ 748
ضمام کا اسلام ____ 749
لات و عزیٰ کی حقیقت ____ 750
علاء بن حضرمی شاہ بحرین کے پاس ____ 751
مسیلمہ کا ارتداد ____ 752
زید الخیل قبیلہ طی کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے ____ 753
زید الخیل کے نام کی تبدیلی ____ 753
قبیلہ بنی طے کے عدی بن حاتم کا اسلام ____ 753
عدی کی بہن کا تجزیہ ____ 756
اپنے اسلام کے بارے میں عدی کے تاثرات ____ 758
اشعث بن قیس کا اسلام ____ 759
صرد بن عبداللہ ازدی کا اسلام ____ 760
جرش والوں کے قاصد مدینہ میں ____ 761
جرش والوں کا قبول اسلام ____ 762
حمیر کے بادشاہ دامنِ اسلام میں ____ 763
معاذ بن جبل کو خصوصی ہدایات ____ 765
قبیلہ بنو حارث کا جناب خالد بن ولید کے ہاتھ اسلام قبول کرنا ____ 766
رفاعہ بن زید جذامی کا واقعہ ____ 770
ہمدان کے وفد کی آمد اور قبول اسلام ____ 771

marfat.com

عہدِ نبوی میں اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب کا دعویٰ نبوت ____ 772
زکوٰۃ و صدقات کی وصول یابی کے عمال ____ 773
سید عالم کا آخری حج ____ 774
اطراف کے شہروں میں اسلامی لشکروں کی روانگی ____ 777
واقعہ جناب اسامہ بن زید ____ 779
غزوۂ ذات السلاسل اور جناب عمرو بن العاص ____ 780
رافع بن رافع کی آپ بیتی ____ 781
جناب ابوبکر کی رافع کو ہدایات ____ 781
جناب صدیق اکبر سے ایک سوال ____ 783
جناب عبدالرحمٰن بن عوف کا محاربہ ____ 783
پہلا غزوہ ____ 785
اڑتیسواں غزوہ ____ 798
وفات نبوی ____ 798
سیدہ عائشہ کے تاثرات ____ 799
سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ____ 800
علالتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ____ 802
صدیق اکبر کے لیے ایک اور اعزاز ____ 803
جناب ابوبکر صدیق امام مقرر ہو گئے ____ 804
حضرت انس بن مالک کی زبانی حضور علیہ السلام کی علالت کی کیفیت ____ 806
حضور علیہ السلام کی مسجد میں آمد اور نمازیوں سے خطاب ____ 807
حضور علیہ السلام کا حضرت عائشہ کو نصیحت فرمانا ____ 808
وفاتِ نبوی اور تاثراتِ فاروقی ____ 809
وفات نبوی پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تاثرات ____ 811
حضرت عمر کی معذرت ____ 814
حضرت صدیق اکبر کا خطاب ____ 814
حضرت عمر اور ابن عباس کی گفتگو ____ 815
غسلِ نبوی کی خدمت ____ 816
غسل تکفین و تدفین ____ 817
حضور علیہ السلام کے آخری کلمات ____ 818
مکہ مکرمہ میں وفات کی خبر ____ 818
ان قبائل اور اقوام کے نام جن کا ذکر کتاب اللہ میں ہے ____ 827
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوبات اور معاہدوں کی ایک فہرست ____ 838

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

آقائے دکتر اصغر مہدوی۔ ترجمہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

تعارف کتاب

سید الانبیاء رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر اہل محبت و ایمان کی زبانوں پر مختلف روایات اسی وقت آنے لگی تھیں جب حضورؐ کا وصال ہوا۔ ان روایات میں حضور کی بعثت' دین اسلام کا آغاز' اسلامی جنگوں (غزوات) اور نزول قرآن کے واقعات پہلی ہجری کے دوسرے عشرے میں بیان ہونے لگے تھے۔ ان روایات کی مرکزی حیثیت مدینہ منورہ کو حاصل تھی۔ پہلی صدی ہجری کے ابتدائی ادوار میں نہ تو کوئی کتاب مرتب کی گئی۔ اور نہ ہی ان احوال و آثار کو کسی تحریر میں جمع کیا گیا۔ یہ واقعات سینہ بہ سینہ روایت و حکایت اور زبان و بیان کی حد تک محدود تھے۔ اور مدینہ پاک میں رہنے والے صحابہ کرام اپنی مختلف مجالس میں بیان کرتے رہتے تھے۔

اس زمانہ کی ایک تحریر جو زمانہ کی دست برد سے بچ کر کتابی شکل میں مورخین تک پہنچی' وہ "سیرت رسول پاک از محمد ابن اسحاق" (۸۵ھ تا ۱۵۱ھ) ہے۔ اس میں باقاعدہ طور پر وہ روایات ملتی ہیں جو ظہور اسلام' حضور کی نگرانی میں لڑے جانے والے مغازی و سرایا کی تفصیل پر مشتمل تھیں۔

محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ آپ صحابہ اور تابعین کی زبانی یا دیگر ذرائع سے جو واقعات اور روایات سنتے انہیں قلمبند کر لیا کرتے تھے۔ آپ کی یہ تحریریں آپ کے شاگردوں اور اسلامی مورخین کے راویوں کی راہنما بنیں۔ آپ کے شاگردوں میں سے زیاد بن عبداللہ البکائی (متوفی ۱۷۵ھ) رحمتہ اللہ علیہ ہیں جنہیں محمد ابن اسحاق نے بذات خود اپنی کتاب دو بار املا (DICTATE) کرائی تھی۔ زیاد بن عبداللہ نے بڑی احتیاط سے ان تحریروں کو جمع کیا' ترتیب دیا اور اسے کتابی شکل میں مربوط کیا۔ بکائی کے شاگرد خاص ابو محمد عبدالمالک بن ہشام رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۲۱۸ھ) نے اپنے استاد مکرم

marfat.com

سے اس کتاب کو صفحہ بہ صفحہ سنا۔ بعد میں بعض روایات کا اضافہ کیا۔ بعض کو غیر معتبر یا غیر مستند خیال کرتے ہوئے نظر انداز کیا۔ اور اس طرح ایک کتاب مرتب کی جو دنیائے تاریخ میں "السیرۃ النبویہ لابن ہشام" کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ کتاب یورپ کے مختلف ممالک' مصر' بیروت' اور برصغیر پاک و ہند میں عربی انگریزی اور دیگر زبانوں میں کئی بار چھپی۔

ہمارے سامنے محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی روایات پر مشتمل "سیرت رسول اللہ" ہے جسے ایران کے ایک دانشور ابرقوہ نے ساتویں ہجری میں عربی سے فارسی میں ترجمہ کر کے ابو بکر سعد بن زنگی کے دربار میں پیش کیا تھا۔

کتاب کے مولف محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ

ابو عبداللہ محمد بن اسحاق بن یسار المطلبی (رحمتہ اللہ علیہ) موالی طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ مدینہ منورہ میں ۸۵ھ میں پیدا ہوئے۔ اور اسی شہر مبارک میں پرورش پائی۔ آپ کے دادا یسار بن خیار (یسار بن کوتان) عیسائی مذہب کے پیروکار تھے۔ وہ شاہ ایران کے حکم سے نقیرہ (جو عین التمر کے علاقہ میں تھا) میں ایک زندانی کی زندگی بسر کرتے رہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ۱۲ھ میں ایران کے اس علاقہ پر قابض ہوئے تو انہیں دوبارہ قید کر کے مدینہ پاک میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ کے دربار میں لے آئے۔ یسار اشراف قریش میں سے قیس بن مخرمہ بن عبدالمطلب بن عبد مناف کی تملیک میں آگئے۔ یہی وجہ ہے کہ یسار کے بیٹوں کے ناموں کے ساتھ "مطلبی" یا "مخرمی" کا اضافہ کیا جاتا ہے۔

اس خاندان میں سب سے پہلا شخص جس نے اسلام قبول کیا وہ یسار تھے۔ دامن اسلام میں آتے ہی آپ کو آزادی مل گئی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے عطا کیے۔ جو اسحاق' موسیٰ اور عبدالرحمان کے ناموں سے مشہور ہوئے۔ تاریخ میں یہ تینوں بزرگ راویان حدیث میں شمار ہوتے ہیں اور انہیں اس سلسلہ میں بڑی شہرت ملی تھی۔

یسار کے بیٹے "اسحاق" (مولف (سیرت) کے والد گرامی) کی ایک "صبیح" نامی لڑکی سے شادی ہوئی۔ یہ لڑکی حویطب بن عبدالعزیٰ کے موالی میں سے تھی۔ اس عورت سے جناب اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے تین بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام محمد۔ ابوبکر' اور عمر تھے۔ یہ تینوں حضرات بھی راویان حدیث کے شاگرد تھے۔ اور اپنے باپ کے نقش قدم پر چل کر احادیث کے علم و فضل سے متصف ہوئے۔

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی جوانی کا زمانہ مدینہ منورہ میں بسر کیا اور اس سارے عرصہ میں

marfat.com

آپ نے مختلف صحابہ کرام سے سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و کوائف زبانی اور تحریری جمع کیے۔ دوسری صدی ہجری کے آغاز میں مدینہ پاک کے معمر اور بزرگ اہل علم و فضل سے بھرپور استفادہ کیا۔ جن میں امام ابن شہاب زہری (م ۔ ۱۲۴ھ) عاصم بن عمر بن قتادہ (م ۔ ۱۲۹ھ) عبداللہ بن ابی بکر بن محمد مدنی (م ۔ ۱۳۰ یا ۱۳۵ھ) جیسے بلند پایہ اہل علم تھے۔ حضور کے غزوات کی تفصیل اپنی کتاب مغازی میں عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی روایات سے جن کے مولی اور شاگرد یزید بن نعمان (م ۔ ۱۳۰ھ) تھے جمع کی۔ اسی طرح عبداللہ بن کعب (م ۹۷ یا ۹۸ھ) کے مغازی سے ایک شخص کی وساطت سے استفادہ کیا تھا۔ محمد بن ابی محمد نے آپ کو تفسیر قرآن میں رہنمائی کی۔ اور ایک اور شخص جس کا نام مغیرہ بن ابی لبید تھا' سے عہد عتیق کی حکایات جمع کیں۔ وھب بن منبہ نے بھی قدیم زمانے کے واقعات کو جمع کرنے میں مدد کی۔

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے محض اپنے اساتذہ سے واقعات واحوال سننے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ ہر گوشے سے یہ معلومات جمع کرنے میں کوشاں رہے۔ حتیٰ کہ اس وقت کے مشہور راویان احادیث وعالمان تفاسیر کی مجالس میں حاضر ہو کر بہت کچھ حاصل کیا۔ ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابہ کی مجالس میں بیٹھے تھے۔ ہمارے اس دعویٰ کی دلیل یہ ہے کہ محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے جن راویوں سے روایت کی ہے وہ "سیرت ابن ہشام" کے قول کے مطابق ایک سو سے بھی زیادہ تھے۔ ابن ہشام جب بھی اپنے کسی راوی کی روایت سے اجتناب کرتے ہیں تو صرف اتنا کہہ جاتے ہیں کہ جس طرح میں نے سنا ہے (جس طرح مجھے بعض حضرات نے بتایا ہے) مگر جہاں جہاں ابن اسحاق کی وساطت سے روایت لاتے ہیں وہاں ان راویوں کا نام لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے' حالانکہ ان واقعات کے راویوں کے نام سیرت اور مغازی کی دوسری کتابوں میں واضح طور پر ملتے ہیں اور ان راویوں کو مستند اور محقق تسلیم کیا گیا ہے۔ ہمارا اپنا خیال ہے کہ محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی سیرت میں جن راویان روایات سے استفادہ کیا ہے انکی تعداد سو سے کہیں زیادہ ہے۔

اس زمانہ میں محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ صرف نبی کریم کی زندگی اور اسلامی فتوحات کے حالات و کوائف جمع کرنے میں مصروف نہیں تھے۔ بلکہ وہ احادیث و اخبار کی ان روایات جمع کرنے میں بھی شہرت یافتہ تھے۔ جن سے احکام اسلام اور سنن کی ترویج ہوتی ہے۔ وہ ایک مستند اور ثقہ جامع قرار دیئے گئے۔

آج بھی احادیث کی معتبر اور مستند کتابوں میں محمد ابن اسحاق کی روایات ملتی ہیں۔

marfat.com

جوانی میں محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ مدینہ منورہ سے نکل کر تحصیل علم کے لئے مصر پہنچے۔ یہ غالباً" ۱۱۵ھ کا زمانہ تھا۔ مصر میں یزید بن ابی حبیب (م ۔۱۲۸ھ) رضی اللہ عنہ وقت کے معروف ترین محدثین میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کے حلقہ تدریس میں سینکڑوں طالبان احادیث اکتساب علم اور استماع احادیث کرتے تھے' آپ نے بھی ان سے روایات سنیں۔ کچھ عرصہ بعد محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ مدینہ منورہ واپس آئے تو اس کام میں شب و روز مصروف رہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات اور غزوات پر روایات جمع کرتے رہے۔ پھر وہ سابقہ انبیاء کرام کے واقعات اور قصص کے ساتھ ساتھ قدیم بادشاہوں کے حالات بھی جمع کرتے رہے۔ وہ ان احادیث کو خصوصیت کے ساتھ جمع کرتے جن میں اسلامی احکامات اور سنت رسول کا ذکر ہوتا تھا۔ آپ نے حضور کی زندگی کے وہ واقعات خصوصیت سے جمع کیے' جو عربوں کی موجودہ معاشرت کے برعکس تھے۔ وہ حضور کی زندگی کے حالات اپنے اسلاف سے بھی بڑھ کر جمع کرتے رہے پھر سابقہ مورخین کے طرز سے ہٹ کر سیرت نبی اور غزوات نبی کو تفصیل کے ساتھ مرتب کرتے گئے۔ ابن اسحاق نے تاریخ عالم کو انبیاء کرام کی زندگیوں کے تناظر میں مرتب کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تک کے حالات کو جمع کیا اور اپنے معاصرین سے بڑھ چڑھ کر کام کیا۔ ایک وقت آیا کہ محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کو مدینہ منورہ میں اپنے معاصرین اہل علم و فضل کی مخالفت اور تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ انہوں نے مدینہ میں حالات کو ناہموار پا کر ۱۳۰ھ میں اسلام کے مشرقی ممالک کا رخ کیا۔ اور کئی سال تک ان مفتوحہ ممالک کی سیرو سیاحت میں مصروف رہے۔ وہ جہاں جاتے اہل علم سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور غزوات کی تفصیلات کو ان بنیادوں پر قلبند کرتے جاتے' جو مدینہ منورہ میں کھڑی کی تھیں۔ وہ ان علمی محافل میں صرف ان روایات پر اعتماد کرتے جو مدینہ منورہ کے اشراف کی تائید میں ہوتی تھیں۔ بایں ہمہ انہوں نے مشرق میں پھیلی ہوئی عام روایات کو نظر انداز کر دیا۔ سب سے پہلے محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے سفر کے دوران جس شہر کو زیادہ عرصہ تک اپنے قیام و اکتساب علم کے لیے منتخب کیا وہ "کوفہ" تھا۔ آپ ۱۴۲ھ میں "کوفہ" کے مضافاتی علاقوں کے ایک حکمران عباس بن محمد (جو خلیفہ منصور کا بھائی جانا جاتا تھا) کے دربار میں رہے۔ وہاں سے "ہاشمیہ" پہنچے یہ شہر حیرہ اور کوفہ کے درمیان ہے اور آہستہ آہستہ بغداد میں خلیفہ منصور کے دربار سے وابستہ ہو گئے۔ اور احوال رسول اور غزوات رسول پر اپنے شاگردوں سے املا کرا کر ایک نسخہ مرتب کیا اور اسے خلیفہ منصور کے ایوان میں پیش کیا۔ ابن اسحاق

marfat.com

رحمتہ اللہ علیہ خلیفہ منصور کے دربار میں زیادہ عرصہ تک نہ رہ سکے بلکہ وہاں سے چل کر خلیفہ مہدی ولی عہد منصور کا بنایا ہوا نیا شہر "رے" آپ کی قیام گاہ بنا۔ یہاں ایک عرصہ تک "مغازی" اور سیرت رسول پر روایات کو جمع کرتے رہے۔ کچھ عرصہ کے بعد وہاں سے عراق پہنچے اور آخری ایام زندگی تک بغداد میں قیام پذیر رہے۔ اس طرح آپ ۶۵ سال کی عمر میں ۱۵۰ھ یا ۱۵۱ھ کو واصل بحق ہوئے۔ اور حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مزار کے ساتھ قبرستان "خیزران" میں آسودہ خاک ہوئے۔

مدینہ منورہ کے علمائے کرام کا علمی حلقہ

محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کا شمار اسلام کی اس تیسری نسل (طبقہ سوم) میں ہوتا ہے جو مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھی۔ یہ علماء احادیث نبوی' روایات زندگی اور جنگی واقعات (مغازی) کو جمع کرنے میں مصروف تھے۔ علماء احادیث کا پہلا طبقہ محدثین اور راویان احادیث اور اسلامی واقعات کو جمع کرنے والوں پر مشتمل تھا پھر مدینہ منورہ کے بلند پایہ فقیہہ عروہ بن زبیر بن العوام (متولد ۲۳ھ متوفی ۹۱ یا ۹۹ھ) موجود تھے جنکی اکثر روایات سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وساطت سے بیان ہوئی ہیں۔ انہی عروہ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم کی سیرت 'مغازی' تاریخ' (صحاح) پر کتابیں لکھیں اور مسانید ترتیب دیں آپ نے اخبار واحادیث کا ایک خاصا حصہ جمع کیا تھا۔ محققین اور مورخین نے حضرت عروہ کو اولین شخص قرار دیا ہے جس نے مغازی اور سیرت پر تصنیف و تالیف کا کام کیا۔ اسی سلسلہ سیرت میں عروہ نے اپنی کتابوں کو مرتب کیا۔ ابواب اور فصلیں قائم کیں۔ اور انہیں منظم اور مربوط طریقہ سے تیار کیا پھر مختلف حضرات کے قلم سے املا کرا کر ارباب علم و فضل کی راہنمائی فرمائی۔ خلیفہ عبد الملک بن مروان (۶۵ تا ۸۶ھ) نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے اسلام کے ابتدائی حالات باقاعدگی سے سماعت کیے تھے۔ آپ نے خلیفہ کے استفسارات پر جو مکتوبات لکھے وہ اسلام کی ابتدائی تاریخ' سیرت نبوی' غزوات اور نزول وحی اور اسلامی معاشرت پر بڑا مستند اور اہم ذخیرہ ہیں۔ ان مکتوبات میں سے کچھ مکتوبات تاریخ طبری میں درج کیے گئے ہیں۔

نسل اول (طبقہ) کے دوسرے شخص مدینہ پاک کے عظیم محدث ابان بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ سوم (۲۴ تا ۱۰۵ھ) کے نامور فرزند تھے۔ ہماری احادیث کی کتابوں میں ان کی زیادہ روایات تو نہیں ملتیں اور محمد ابن اسحاق نے بھی ان سے روایات نقل نہیں کیں۔ مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مغیرہ بن عبدالرحمٰن (م۔ قبل از ۱۲۵ھ) آپ کے

marfat.com

اقوال سے بہت سی روایتیں نقل کرتے ہیں۔

(بعض مولفین اور مصنفین "ابن ابان" کو ابان بن عثمان بجلی جو کتاب المبداء المبعث و المغازی اور الوفایہ کے مصنف تھے اور شیعہ خیالات کے حامی تھے اور حضرت جعفر صادق موسیٰ بن جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روایات کو جمع کرتے رہے ہیں۔ سمجھ کر اشتباہ میں پڑ گئے ہیں)۔

اسی نسل میں سے تیسرے شخص شرحبیل بن سعد رضی اللہ عنہ ہیں۔ (م ۔ ۱۲۳ھ) آپ نے بڑی لمبی عمر پائی تھی۔ اور مدینہ منورہ کی خاک پاک میں مدفون ہیں۔ آپ جنگ بدر کے واقعات تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے بدری صحابہ کو پہچانتے اور ان کے ذاتی حالات سے باخبر تھے۔ بڑھاپے میں حافظہ کمزور ہو گیا۔ تو احادیث کی روایات جمع کرنے والوں نے آپ کی روایات سے اجتناب برتنا شروع کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے بھی آپ کی روایات کو نقل نہیں کیا۔ اس طبقہ کے وہ ایسے راوی ہیں جنہیں واقعات' غزوات اور سیرت کے حالات پر چشم دید ہونے کی خصوصیت حاصل تھی۔ ورنہ اسی زمانہ میں احادیث نبویہ اور آثار سنن کے باکمال راوی اپنے علمی حلقوں میں بڑا اہم کام کر رہے تھے۔

دوسری نسل (طبقہ) کے مدنی محدثین اور مورخین میں دو ایسے بزرگ سامنے آتے ہیں جن کی شہرت سارے عالم اسلام میں پھیلی' یہ دونوں بزرگ اموی خلفاء کے درباروں سے وابستہ رہے۔ اور دربار میں واقعات آغاز اسلام اور غزوات کی تفصیل بیان کرتے رہے ہیں ان میں سے ایک تو عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ عنہ تھے۔ (م ۱۱۹ یا ۱۲۹ھ) آپ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں دمشق کی جامع مسجد میں جنگی واقعات' سیرت رسول اور صحابہ کرام کے حالات پر گفتگو کیا کرتے تھے۔ حضرت عاصم آخری عمر میں مدینہ پاک واپس آ گئے تھے۔ یہاں آکر آپ نے احادیث واخبار کی تدوین میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ محمد ابن اسحاق رضی اللہ عنہ نے آپ کی مجلس سے بہت سی روایات نقل کی تھیں۔ دوسرے شخص مدینہ پاک کے ایک مقتدر محدث تھے۔ انکا اسم گرامی محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن شہاب الزھری (امام زہری) تھا۔ آپ ۵۱ ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷ رمضان المبارک ۱۲۳ھ میں واصل بحق ہوئے تھے۔ وہ قبیلہ قریش سے تھے۔ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ جوانی میں مدینہ کے حالات سازگار نہ پا کر اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے دربار سے وابستہ ہو کر دمشق چلے گئے۔ یزید بن عبدالملک (۱۰۱ تا ۱۰۵ھ) نے آپ کو منصب قضا پر فائز کیا پھر ہشام بن عبدالملک (۱۰۵ تا ۱۲۵ھ) نے اپنے بیٹے کا اتالیق اور استاد بنا دیا۔

marfat.com

امام زہری کئی بار حج کے ارادے سے مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ حاضر ہوئے۔ اور عمر کا آخری حصہ حجاز میں گزارا۔ مدینہ منورہ کے قیام کے دوران بے شمار طالب علموں نے آپ سے اکتساب علم کیا۔ انہیں ایام میں محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ آپ کی مجالس میں حاضر ہوتے رہے احادیث کی تعلیم حاصل کی۔ غزوات کے واقعات یاد کیے' امام زہری نے ابن اسحاق رضی اللہ عنہ کے انہماک اور علمی دلچسپی کی ہمیشہ تعریف کی۔

علماء مدینہ میں امام زہری رضی اللہ عنہ ایک اہم مقام کے مالک تھے۔ آپ کے اساتذہ میں سے مدینہ پاک کے مشہور محدثین سعید بن مسیب' ابان بن عثمان بن عفان' عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر نامور تھے۔ یہ لوگ امام زہری کو مدینہ پاک کے متقدر محدثین اور ارباب علم کا نمائندہ تسلیم کرتے ہیں۔ امام زہری نے صحاح' مسانید' غزوات' سیرو تواریخ کے مطالب واطلاعات میں بڑا گراں قدر کردار ادا کیا ہے' پھر احکام و سنن تاریخی واقعات زمانہ جاہلیت کی رسم و رواج' رسول اکرم کی زندگی کے حالات حضور کی وفات کے بعد کے واقعات حضرت معاویہ کی خلافت تک کے تاریخی ادوار آپ کی وساطت سے اسلامی تاریخ کا حصہ بنے۔ اسلامی تاریخ نگاری اور احادیث کی کتابوں کی تدوین میں امام زہری کے اسلوب بیان و تحریر نے اپنا مقام پیدا کیا تھا۔ آج آپ کے بیانات اور روایات معارف اسلامی کا ایک مستند سرمایہ ہیں۔ امام زہری اپنی معلومات کو زبانی یادداشت سے بیان کیا کرتے تھے اور آپ کے شاگرد اسے قلمبند کر لیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تحریریں کتابی شکل میں سامنے نہیں آسکیں۔

اسی نسل کے اساتذہ سے عروہ ابوالاسود محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے (۱۳۱ یا ۱۳۷ھ) میں وفات پائی تھی۔ آپ کو "یتیم عروہ" کے نام سے شہرت اس لیے ملی کہ آپ کے والد مکرم نے آپ کو حضرت عروہ بن الزبیر کے سپرد کر دیا تھا حضرت عروہ کی بہت سی روایات ابوالاسود کی وساطت سے دنیائے سیرو تاریخ تک پہنچیں۔ مختلف مآخذ میں آپ کو "صاحب مغازی" لکھا گیا ہے۔ ان "مغازی" سے ظاہراً مراد یہ تھی کہ آپ نے حضور کی زندگی کے جنگی واقعات کو تسلسل سے بیان کیا ہے۔ یہ واقعات حضرت ابوالاسود نے عروہ رضی اللہ عنہ کی روایات سے بیان کیے ہیں مگر اس سلسلہ میں کتابی شکل کی کوئی چیز مرتب نہیں کی جا سکی۔ محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے ابوالاسود سے کوئی روایت اس لیے نقل نہیں کی کیونکہ آپ کو ابوالاسود کے حافظہ پر اعتماد نہ تھا۔ تاہم ایسی روایات کو دوسرے ذرائع سے

marfat.com

حاصل کر کے تسلی کرلی تھی۔

تیسری نسل (طبقہ) کے محدثین مدینہ میں موسیٰ بن عقبہ محمد بن اسحاق' ابو معشر سندھی رضی اللہ عنہم بڑے معروف رجال میں شمار ہوتے ہیں۔ جس طرح عروہ بن الزبیر امام زہری اور ابوالاسود کے پیشوا تھے اسی طرح ابن شہاب زہری رضی اللہ عنہ' موسیٰ بن عقبہ' محمد بن اسحاق اور ابو معشر سندھی رحمتہ اللہ علیہم کے منشاء اطلاعات و پیشوا تھے۔ ان تینوں بزرگوں نے سب سے پہلے حضور کی سیرت اور مغازی پر کام کیا کتابوں کو تدوین کیا مختلف ابواب کو ترتیب دے کر واقعات کو علیحدہ علیحدہ قلمبند کیا۔ دوسرے محدثین اور راویان حدیث سے ہٹ کر اپنے آثار اور اقوال کو اتنا معتبر اور مستند بنا کر پیش کیا کہ پہلے زمانے کے محدثین اور مورخین سے بڑھ چڑھ کر اس فن کو اختصاص دیا گیا اگر یہ لوگ اس فن کی جامعیت اور اہمیت کو سامنے نہ لاتے تو شاید سیرت نبی کے تمام حالات طاق نسیاں میں پڑے رہتے۔ ہو سکتا ہے کہ آگے چل کر سیرت نبویہ اور مغازی کا جو کام ہوا ہے۔ مرتب نہ ہو سکتا۔ یہ وہ بزرگ تھے جنکی تحریروں نے سیرت پاک کی بنیادوں کو مضبوط کیااور مستقبل کا مورخ انہی بنیادوں پر اپنی تحریروں کے محلات تعمیر کرتا گیا۔

نسل سوم سے پہلا شخص موسیٰ بن عقبہ بن ابی عباس ہے۔ جو آل زبیر کے موالی میں سے تھا۔ یہ عروہ کا شاگرد تھا۔ مدینہ کا بہت بڑا فقیہہ اور مشہور محدث تھا۔ اس نے غزوات رسول میں تخصیص کا درجہ حاصل کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ "طبقات ابن سعد" میں لکھا ہے کہ موسیٰ بن عقبہ کی کتاب "مغازی" ایسے لوگوں کی روایات پر مشتمل ہے جو خود حضور کے غزوات میں شریک رہے ہیں۔ حبشہ کے مہاجرین اور اصحاب بدر کے کارنامے ان کی آنکھوں کے سامنے رونما ہوئے تھے۔

موسیٰ بن عقبہ نے اسلام سے پہلے کے واقعات' معاشرتی حالات اور زمانہ جاہلیت کے رسم و رواج کی طرف توجہ نہیں دی۔ آپ کے مغازی کا مجموعہ مختصر تھا۔ اسی لیے مورخین نے آپ کو "اصح المغازی" قرار دیا ہے۔ وہ ابن اسحاق کی طرح اپنی روایات کو پھیلانے سے دریغ کرتا ہے اس کے باوجود اسلامی تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں اس کا نام بہترین ماخذ کی حیثیت سے لیا جاتا رہا ہے۔ اور دسویں صدی ہجری تک کے مورخین اسکی روایات سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔ اب آپ کے منتخبات سے صرف بیس احادیث کا ذکر ملتا ہے ان منتخبات کو خطیب بغدادی نے نقل کیا ہے۔ اسکی سند کا سلسلہ اپنے برادر زادہ موسیٰ یعنی اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ پر ختم ہو جاتا ہے پہلی بار ان کی منتخبات کو ۱۹۰۴ء میں زیور

marfat.com

طبع سے آراستہ کیا گیا۔ تاہم ان روایات اور احادیث پر محدثین اور محققین نے ہمیشہ اعتراضات ہی کیے ہیں۔ دوسری طرف موسیٰ ابن عقبہ کی روایات کو ابن سعد اور دوسرے مورخین نے مستند تسلیم کیا ہے اور جن حضرات نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات بیان کیے ہیں۔ ان پر تنقید و تشکیک کی گنجائش نہیں۔

ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے "اپنی سیرت" میں موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی روایات کو نقل نہیں کیا۔ اسی طرح مہاجرین حبشہ اور اصحاب بدر کے متعلق روایات کو بھی قبول نہیں کیا۔

نسل سوم میں دوسرا شخص محمد ابن اسحاق بن یسار مطلبی رحمتہ اللہ علیہ (مولف) ہے جس کے حالات سابقہ صفحات میں قلمبند کیے جا چکے ہیں۔ اور اس مقدمہ میں اسی سیرت نگار کا تذکرہ مقصود ہے۔

نسل سوم سے تیسرے شخص ابو معشر سندھی نجیح بن عبدالرحمٰن مدنی ہیں وہ غالباً اپنے والد کے ساتھ سندھ (پاکستان) سے چل کر یمن آگئے۔ ابو معشر سندھی بھی ان موالی میں سے تھے۔ جو قید ہو کر مدینہ منورہ میں آئے تھے۔ یہاں آکر ان کا نام "نجیح" ہو گیا تھا۔ ایک عرصہ کے بعد ام موسیٰ زوجہ منصور خلیفہ اور والدہ مہدی اور جعفر عباسی کے موالیوں کی لڑی میں منسلک ہو گئے تھے۔ وہ ۱۴۰ھ میں بغداد آئے زندگی کے آخری ایام ۱۷۰ھ تک بغداد میں ہی رہے اور اس عرصہ میں انہیں خلفائے عباسیہ کے دربار میں آمدورفت کا موقع ملتا رہا۔

ابو معشر نے مدینہ کے اکثر محدثین سے روایات بیان کی ہیں ان میں سے حضرت نافع (مولائے عبداللہ بن عمر) محمد بن کعب القرظی' سعید بن المسیب ہشام بن عروہ اس کے شیخ ابن اسحاق اور انکے چچا موسیٰ بن یسار جیسے مشاہیر کے نام آتے ہیں۔ انکے بیٹے محمد اور یزید بن ہارون' عبداللہ بن ادریس جیسے صاحب علم و فضل موجود تھے اسی طرح محمد بن عمرواقدی محمد بن سعد و اقدی احمد بن یحییٰ البلاذری اور محمد بن جریر طبری رحمتہ اللہ علیہ جیسے مورخین نے بھی اپنے اخبار و آثار میں ان کی روایتیں نقل کی ہیں۔

ابو معشر صاحب المغازی کے نام سے مشہور تھے۔ واقدی نے اپنی کتاب مغازی کو ان کی روایات کے راویوں سے منسوب کیا ہے اور اپنے انداز سے تحریر کو ایسا رواج دیا کہ ہر مورخ اپنی کتاب کے درمیان مغازی ضرور لکھا کرتا تھا اور اپنی کتاب کی ابتداء میں ایسے ابواب کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا تھا جس میں غزوات کا ذکر ضرور ہوتا تھا۔ ابن سعد نے بھی اپنی کتاب میں مغازی لکھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے حالات کی تشریح میں انہی سے روایتیں درج کیں۔ طبری بھی تورات کے قصوں اور حضور صلی

marfat.com

اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات کو انہی روایات سے بیان کرتا ہے۔ اس نے خصوصیات کے ساتھ ان واقعات کی تاریخوں کو بھی نقل کیا ہے۔

ابو معشر کی کتاب "مغازی" کے علاوہ چند روایتوں کے ماسوا آج کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔ ان کی تمام روایات کو خلفاء راشدین کے زمانے کے تاریخی واقعات میں شامل کر لیا گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے لے کر ۱۷۰ھ تک کے واقعات انہی کی روایات سے ملتے ہیں۔ صاحب طبری نے ان سے جو آخری واقعہ نقل کیا ہے وہ خلیفہ ہادی کی وفات ہے جو ماہ ربیع الاول ۱۷۰ھ میں واقع ہوئی تھی۔

ابو معشر اپنے وقت کے بلند پایہ اور مستند مورخین میں شمار ہوتے ہیں انکے اقوال اور روایات بعد کے آنے والے مورخین کے لیے مشعل راہ بنیں۔ وہ مغازی میں ہمیشہ ہر خبر کی سند دیا کرتے تھے لیکن جب وہ خلفاء کے واقعات لکھا کرتے تھے تو ایسی سند کو بیان کرنا ضروری نہیں جانتے تھے۔ ہم اس سلسلہ میں "طبقات ابن سعد" اور "تاریخ طبریؒ" کو سامنے رکھتے ہوئے عبدالملک ابن مروان کی خلافت کے واقعات کو دیکھ سکتے ہیں اس طرح "فتوح البلدان" میں نہاوند کی فتوحات کا ذکر اسی انداز سے ملتا ہے۔

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی سیرت کی کتاب میں ابو معشر سے کوئی روایت نقل نہیں کی یہ ان کی انتہائی احتیاط کی علامت تھی وہ محسوس کرتے تھے کہ مہاجرین اور اصحاب بدر کے واقعات میں ابو معشر نے تحقیق سے کام نہیں لیا۔

عالم اسلام میں مغازی کی تدوین

جن دنوں مدینہ منورہ میں محدثین احادیث اور مغازی کی کتابیں تالیف کرنے میں مصروف تھے، انہی دنوں اسلامی سلطنت کے دوسرے شہروں میں اہل علم و فضل اس کام میں دلچسپی لے رہے تھے۔ یمن میں وہب بن منبہ بن کامل بن سیج ابو عبداللہ الیمانی الصنعانی تھے "آپ ۳۴ھ میں ذمار میں پیدا ہوئے اور صنعاء میں ۱۱۰ھ میں فوت ہوئے" وہ صنعاء کے قاضی رہے۔ ایرانی الاصل تھے وہ بڑے ہی زاہد اور صاحب مکارم اخلاق بزرگ تھے۔ ابتدائے کار میں "قدری مذہب" سے تعلق رکھتے تھے پھر ایک وقت آیا کہ اس نظریئے سے ہٹ گئے۔ یاقوت نے اپنی مشہور کتاب "معجم الادباء" میں لکھا ہے کہ آپ بہترین تابعین میں سے تھے وہ نہایت تحقیق کے ساتھ روایات کو پرانی کتابوں سے نقل کرتے اور کسی اسرائیلی روایت کو بلا تحقیق نہ اپناتے۔ مورخین نے وہب سے بہت سی کتابیں منسوب کیں ہیں وہ اپنی تحریروں کے حواشی اور منابع میں ایسی کتابوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور اسی طرح ان سے روایات نقل کرتے ہیں ان کی

marfat.com

کتابوں میں سے دو کتابیں ہائیڈلبرگ کی عظیم لائبریری میں موجود ہیں۔ یہ رسالے ۲۲۹ھ میں لکھے گئے تھے ان کتابوں کے اوراق نہایت فرسودہ ہو چکے ہیں اور بڑی مشقت اور عرق ریزی سے پڑھے جاسکتے ہیں۔ ان اوراق کے متعلق اور وہب کے تفصیلی حالات پر جرمنی زبان میں ایک کتاب لکھی گئی ہے اور وہ چھپ بھی چکی ہے۔ یہ کتاب دو اجزاء پر مشتمل ہے۔

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ اپنی زیر نظر کتاب میں انبیاء کرام کے قصے لکھتے وقت نجران کے عیسائیوں کا ذکر کرتے ہیں انہوں نے وہب کی تحریروں سے استفادہ کیا ہے۔ یہی وہ تحریریں ہیں جو تاریخ طبری اور تفسیر طبری میں نقل کی گئی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ابن اسحاق جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کا ذکر کرتے ہیں تو وہب کی روایات کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔

اسی زمانے میں یمن میں علماء حدیث کا ایک اور طبقہ بھی موجود تھا جن میں معمر بن راشد الازدی' ابو عروۃ بن ابی عمرو البصری کے نام بڑے مشہور ہیں۔ یہ بزرگ بصرے سے یمن گئے اور وہاں ہی زندگی کے آخری دن رمضان ۱۵۳ھ تک آپ کے ایک شاگرد عبدالرزاق بن حمام بن نافع الصنعانی (متولد ۱۲۷ھ متوفی ۲۱۱ھ) تھے یہ دونوں بزرگ اگرچہ فقیہ محدث اور صاحب المغازی تھے مگر اعتقادی طور پر شیعہ تھے۔

عبدالرزاق کی کتاب "مصنف" نامی حال ہی میں گیارہ جلدوں میں ۱۳۹۲ھ میں بیروت سے شائع ہوئی ہے۔ اس کی پانچویں جلد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی پر مشتمل ہے۔ یہ مطبوعہ کتاب اپنے حوالے کے اعتبار سے بہت سے مورخین کے سامنے رہی اور انہوں نے مختلف مسائل کو اسی کتاب سے نقل کیا ہے عبدالرزاق انہی مصنف "معمر" سے مختلف روایات نقل کرتا ہے لہٰذا ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ عبدالرزاق کے نقل کردہ مغازی انہی واقعات پر مشتمل ہیں جنہیں معمر نے نقل کیا تھا۔ عبدالرزاق نے ان سے لکھے اور اپنی کتاب کی زینت بنا لیے۔ ان سے حضور کے غزوات اور واقعات بعد از وصال النبی مربوط طریقہ سے نقل کیے گئے ہیں۔

بصرہ میں ایک واقع نگار سلیمان بن طرخاں تیمی (م۔ ۱۴۳ھ) کا نام سامنے آتا ہے۔ یہ شخص شیعہ مذہب کا پیروکار تھا وہ اپنے زمانہ کے زہاد و عبادت گزار افراد میں شمار ہوتا تھا۔ وہ بھی ایک کتاب مغازی کا مرتب ہے۔ اس کے بیٹے معتمر نے ان مغازی کو روایت کیا۔ اس کی مغازی کا حوالہ "فہرست ابن خیر" میں ملتا ہے۔

دمشق میں ایک اور بزرگ ابو العباس ولید بن مسلم دمشقی بہت بڑے عالم و فقیہ ہوئے ہیں۔ (وہ

marfat.com

۱۱۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۶ھ میں فوت ہوئے تھے) انہوں نے اپنے استاد گرامی ابو عمر عبد الرحمٰن بن عمر الاوزاعی (۸۸ - ۱۵۸ھ) کی روایات کو اپنے مغازی میں جمع کیا تھا۔

ہمارے محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے ان حضرات میں سے جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ کوئی روایت نقل نہیں کی۔ ان کے ہاں صرف وہب بن منبہ کی روایات قابل اعتماد ہیں اور ان سے نقل کرتے ہیں۔ ہم اس احتیاط سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کس طرح اپنے زمانہ کے محدثین سے ملاقات کرتے رہے۔ انکی تحریروں کو دیکھتے رہے۔ مختلف علاقوں میں جا کر ان کی مجالس میں وقت دیتے رہے۔ مگر روایات کے نقل کرنے میں وہ ہر ایک مورخ کو قابل اعتماد نہیں سمجھتے تھے۔

محمد بن اسحاق کے راوی کون ہیں؟

یہ حقیقت ہے کہ بہت سے علماء احادیث نے محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ سے احادیث کی سماعت کی تھی۔ پھر اپنی کتابوں میں روایات بھی کی تھیں۔ اس ضمن میں طبقات ابن سعد۔ فہرست ابن ندیم معجم الادباء "یاقوتی" الکمال فی معرفتہ الرجال "جماعیلی" عیون الاثار "ابن سید الناس" جیسی مقتدر کتابوں میں آپ کی روایات موجود ہیں۔ اسی طرح ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے قابل قدر شاگردوں کے ایک طبقہ نے آپ کی روایات کو سنا۔ پھر اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے۔ ان میں سے ہم بعض حضرات کا مختصر سا ذکر کرتے ہیں۔

ابراہیم بن سعد بن ابراہیم الزہری۔

آپ اہل مدینہ میں سے تھے۔ اور بغداد میں کچھ عرصہ گزارا۔ آپ عبدالرحمان بن عوف (۱۰۰-۱۸۴ھ) کے پوتے تھے۔ آپ اپنے والد مکرم کی طرح کچھ عرصہ مدینہ پاک میں رہے۔ پھر مدینہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے واحد مدنی راوی ہیں۔ ایک روایت میں لکھا ہے کے مغازی کے علاوہ آپ دوسرے حالات میں بھی راوی رہے ہیں۔ آپ نے احکام و سنن پر ستر ہزار احادیث بیان کی تھیں۔ اور ان احادیث میں سے بعض ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے بھی بیان کی ہیں۔

ابراہیم بن سعد' زندگی کے آخری حصہ میں ہارون الرشید کے دربار سے منسلک ہو گئے تھے۔ اور بغداد میں قیام پذیر رہے۔ خلیفتہ المسلمین نے آپ کا بڑا احترام کیا۔ اور آپ پر انعامات کی بارشیں کر دیں کچھ عرصہ کے بعد ۷۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے آپ کا مقبرہ "باب التبن" میں بنایا گیا تھا۔

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کی اولاد سے صرف ابراہیم اور اس کے والد سعد ہی فقہ و

marfat.com

احادیث کے علوم میں مشہور نہیں ہوئے تھے بلکہ اس خاندان کے کئی دوسرے حضرات بھی علم حدیث اور فقہ میں شہرہ آفاق ہوئے ہیں۔ ان حضرات کو علماء حدیث میں بڑا بلند مقام ملا تھا۔ خصوصاً (۲۰۱ھ) یعقوب (م ۲۰۸ھ) جو حضرت ابراہیم بن سعد کے نامور فرزند تھے ابن اسحاق کے مغازی کے راویوں میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ دونوں اپنے والد کی طرح روایت کرتے رہے ہیں۔

ابو جعفر احمد بن محمد ایوب الوراق

ابراہیم بن سعد کے راویوں میں سے ایک بزرگ جنہیں بڑی شہرت ملی تھی ابو جعفر احمد بن محمد ایوب الوراق رحمتہ اللہ علیہ "صاحب المغازی" تھے۔ ابن سعد کے قول کے مطابق ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے مغازی کو فضل بن یحیٰی برمکی نے ابراہیم بن سعد سے لفظ بہ لفظ سنا تھا۔ اور ان کے سامنے اسے ضبط تحریر میں لائے تھے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ محمد ابن اسحاق کی زیر نظر کتاب "سیرت نبوی" کو آگے چل کر ابراہیم بن سعد کی وساطت سے بہت سے اہل علم و فضل حضرات نے روایت کیا ہے مگر یہ روایات مختلف حصوں اور جزوں میں لکھی گئی ہیں۔ ابن سعد نے ابراہیم بن سعد کی روایات کو انکے بیٹے یعقوب اور احمد بن محمد بن یعقوب وراق سے اخذ کیا تھا۔ اور اپنے "طبقات" میں کئی مقامات پر ان روایات کو نقل کیا ہے۔ اسی طرح اسلامی تاریخ کا مشہور مورخ "بلاذری" اپنی کتاب "الانساب الاشراف" میں ابراہیم بن سعد کے حوالے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات کو ابن اسحاق سے ہی بیان کرتا ہے۔ تیسرے مشہور مورخ ابن جیر طبری رحمتہ اللہ علیہ کے بیان کردہ واقعات کو انکے بیٹے یعقوب کے واسطے سے نقل کیا ہے اس طرح "تاریخ طبری" کی بھی بہت سی روایات ابراہیم بن سعد نے "راوی" کے عنوان سے نقل کی تھیں۔ اگرچہ وہ براہ راست ابن اسحاق کا نام نہیں لیتے۔ لیکن جب اسکی روایات کو کتابوں میں درج کرتے ہیں تو اہل علم سمجھ جاتے ہیں کہ ان روایات کا ماخذ سیرت ابن اسحاق ہی ہے۔

ابو نعیم اصفہانی

ابو نعیم اصفہانی (م ۴۳۰ھ) اسلام کے مشہور مورخ ہیں انہوں نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف "دلائل نبوت" میں ستائیس ۲۷ بار ابراہیم بن سعد بواسطہ احمد بن محمد ایوب وراق رحمتہ اللہ علیہ کی ان روایات کو نقل کیا ہے جو محمد ابن اسحاق کے مغازی اور سیرت سے اخذ کی گئی تھیں۔ اسی طرح آپ نے سلمہ بن الفضل اور احمد بن صالح بن ابراہیم بن عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کی ان روایات کو بھی نقل کیا

marfat.com

ہے جو ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ سے لی گئی تھیں۔
حاکم نیشاپوری رحمتہ اللہ علیہ ایک سربرآوردہ اسلامی مورخ ہیں۔ آپ نے "متدرک" میں ان روایات کو نقل کیا ہے جو ابراہیم بن سعد کے واسطے سے محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ سے آئی تھیں۔ "متدرک" کی جلد دوم اور جلد سوم میں اکثر ایسی روایات ملتی ہیں۔ جنکی بنیاد محمد ابن اسحاق کی روایات پر ہے۔ طبری رحمتہ اللہ علیہ نے "اعلام الوریٰ" میں یونس بن بکیر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو نقل کیا ہے۔ یہ حدیث "محمد ابن اسحاق کے مجموعہ" سے لی گئی ہے جو حضرت ابراہیم بن سعد کے نام سے نقل کر دی گئی ہے ابراہیم بن سعد بھی محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی روایات کو بیان کرتے ہیں۔
یعقوب حموی نے اپنی کتاب "معجم البلدان" کو ابراہیم بن سعد کے وسیلے سے محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی روایات سے مزین فرمایا ہے۔ یہ وہی روایات ہیں جو "سیرت ابن ہشام" میں محمد ابن اسحاق کی روایت سے ملتی ہیں۔ امام سہیلی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "روض الانف" میں آٹھ بار ابراہیم بن سعد رحمتہ اللہ علیہ کی ان روایات کو بیان کیا ہے جو محمد ابن اسحاق سے لی گئی تھیں۔
ہم سابقہ صفحات میں ان مورخین اور محدثین کے اسمائے گرامی لکھ آئے ہیں جنہوں نے محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی "مغازی" اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے حالات لکھتے وقت ان کی روایات کو اپنایا ہے اور اپنی کتابوں کی زینت بنایا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ابراہیم بن سعد رحمتہ اللہ علیہ ایک ایسے راوی ہیں جنہوں نے محمد ابن اسحاق سے ستر ہزار احادیث نقل کیں جو "احکام و سنن" اور "مغازی" پر مشتمل تھیں۔ ہمارے اس مقدمہ میں اتنی گنجائش نہیں کہ ہم ان تمام استدراک اور ماخذ کی نشاندہی کر سکیں جن کی بنیادیں محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی روایات پر ہیں لیکن ہم نے "مسند احمد بن حنبل" کا مطالعہ کیا تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس میں بھی بہت سی ایسی روایات نقل کی گئی ہیں۔ جو ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ سے لی گئی تھیں کئی ایسی روایات ہیں جنہیں یعقوب یا ان کے والد کی وساطت سے شریک اشاعت کیا گیا تھا بھی دراصل محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے خزینہ روایات سے ہی لی گئی تھیں۔

"مسند احمد بن حنبل" سے گزر کر ہم "فروع کافی" کے صفحات پر نگاہ ڈالتے ہیں تو یعقوب اور اس کے والد ابراہیم بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایات کو ان صفحات پر دیکھتے ہیں۔ پھر یہی روایات "من لا یحضرہ الفقیہ" میں بھی درج ہیں۔

marfat.com

زیاد بن عبداللہ بن الطفیل البکائی ابو محمد العامری

آپ کوفہ کے مشہور لوگوں میں سے تھے اور اسی شہر میں ۱۸۳ھ میں خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے میں فوت ہوئے۔ وہ محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے مشہور راویوں میں شمار ہوتے ہیں۔ جن دنوں محمد ابن اسحاق "حیرہ" میں قیام پذیر تھے۔ ان دنوں زیاد بن عبداللہ نے آپ سے علمی استفادہ کیا پھر "بغداد" چلے گئے اور آخری عمر میں "کوفہ" میں آگئے اور وہیں فوت ہوئے۔

بکائی کوفہ کے محدثین میں سے تھے۔ وہ ابن اسحاق کے "مغازی" کو نقل کرنے میں بڑے ہی مستند مورخ مانے جاتے ہیں۔ اسی طرح عبداللہ بن ادریس اودی بھی محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے راویوں میں سے ہیں۔ مورخین نے لکھا ہے کہ بکائی سے بڑھ کر ابن اسحاق کا کسی نے بھی وقت نظر سے مطالعہ نہیں کیا کیونکہ ابن اسحاق نے دو بار ان کو اپنی کتاب سنائی اور لکھوائی اور یہ بات اتنی مشہور ہو گئی کہ بکائی اور ابن اسحاق یک جان اور دو قالب ہیں۔ بکائی نے اپنا گھر بار فروخت کر دیا اور تمام سفروں میں ابن اسحاق کے ہم سفر رہے اسی طرح "رے" میں یونس بن بکیر نے بھی ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ سے حدیث سماع کی۔

بکائی اپنی کتاب "سیرت" کے علاوہ ابن اسحاق سے سنن اور احکام اسلامی میں مربوط احادیث نقل کرتے ہیں۔ ان ہی "بکائی" سے بہت سے راویوں نے احادیث نقل کی ہیں۔ ان سب میں سے عبدالملک بن ہشام مولف کتاب "سیرت رسول اللہ" مشہور ہیں۔ اس سیرت رسول اللہ "ابن ہشام" کے علاوہ ابن اسحاق کی روایات کئی دوسرے ذرائع سے نقل کی گئی ہیں۔ "فتوح البلدان" "انساب الاشراف" "بلاذری" اور "دلائل نبوت" میں بکائی کے ذریعے ابن اسحاق کی روایات ملتی ہیں۔ ان میں ایسی روایات بھی موجود ہیں جو سیرت ابن ہشام میں نہیں ہیں۔ حاکم نیشاپوری نے اپنی کتاب "مستدرک" میں نو جگہ بکائی کے واسطے سے محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی روایات کو نقل کیا ہے۔

عبداللہ بن ادریس بن یزید بن عبدالرحمان الاودی ابو محمد الکوفی

آپ ایسے بزرگ ہیں جو کوفہ کے نویں طبقے کے مشاہیر میں مانے جاتے ہیں۔ یہ ائمہ حدیث میں بڑے ہی صالح اور عبادت گزار بزرگ گزرے ہیں۔ یہ کوفہ کے بزرگ ترین عالم دین تھے۔ اور اہل مدینہ کے مسالک پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ ایک بار خلیفہ ہارون الرشید نے آپکو قاضی کا عہدہ پیش کیا تو آپ نے انکار کر دیا آپ ۱۱۵ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲ھ میں کوفہ ہی میں فوت ہوئے۔

marfat.com

عبداللہ بن ادریس اپنے زمانے کے علماء میں بڑے مقتدر محدث مانے جاتے تھے۔ انہوں نے ہشام بن عروہ محمد ابن اسحاق' مالک بن انس' شیبانی اور یحییٰ بن سعید الانصاری رضی اللہ عنہم سے حدیث سنی تھی۔ انہوں نے مالک بن انس کی طرح اپنے شیخ سے حدیث نقل کی۔ ابن المبارک' یحییٰ بن آدم' احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر حضرات نے آپ سے حدیث سنی اور روایات نقل کی ہیں۔ ابن اسحاق کی روایات نقل کرنے والے بہت سے سیرت نگاروں نے عبداللہ بن ادریس کی وساطت سے اپنی کتابوں میں روایات نقل کی ہیں۔

یونس بن بکیر بن واصل الشیبانی ابو بکر الکوفی الجمال رحمتہ اللہ علیہ

آپ بنی شیبان کے موالی میں سے تھے اور اپنے وقت کے علم حدیث اور تاریخ کے پیشوا مانے جاتے تھے۔ وہ محمد بن اسحاق کے مصاحب تھے۔ اور کوفہ کے راویوں میں سے بڑے مشہور راوی مانے جاتے ہیں۔ وہ کتاب "مبتداء" و "مغازی" جیسی مشہور کتاب کے مصنف بھی تھے۔

یونس نے محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے علاوہ بہت سے دوسرے علماء حدیث سے بھی استفادہ کیا تھا جن میں ہشام بن عروہ' اعمش اور ابو معشر مدنی رحمتہ اللہ علیہ بہت مشہور ہیں۔ اسی طرح بہت سے محدثین جن میں عبداللہ بن نمیر یحییٰ بن معین' محمد بن عبداللہ بن نمیر اور احمد بن عبد الجبار العطاردی نے بھی انھی سے روایات نقل کی ہیں۔ یونس بن بکیر مامون الرشید کی خلافت کے زمانے میں ۱۹۹ھ میں "کوفہ" میں فوت ہوئے۔ مختلف کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ جعفر برمکی کے دربار میں ایک بہت بڑے عہدے پر فائز تھے۔ لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ یونس بن بکیر کچھ مدت بغداد میں بھی رہے ہوں گے۔

یونس نے جن روایات کو ابن اسحاق یا دوسرے راویوں سے اپنی کتابوں میں نقل کرکے تاریخی حیثیت دی تھی۔ اگرچہ انہوں نے مختلف ذرائع کو استعمال کیا ہے۔ تاہم وہ ابن اسحاق کی روایات کو نقل کیے بغیر نہیں رہ سکے۔ ان کی جو کتابیں ہمارے سامنے آئی ہیں ان میں ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی روایات ملتی ہیں۔ ان کی تحریروں کے قلمی نسخے ابھی تک "فاس" کے کتاب خانہ "قرویین" میں موجود ہیں۔ ان روایات میں شیخ ابوالحسین' احمد بن محمد بن نقور ابزاز' ابوطاہر بن عبدالرحمان' المخلص' ابو الحسین رضوان بن احمد' ابو عمر احمد بن عبدالجبار العطاردی' یونس بن بکیر اور محمد ابن اسحاق کا سلسلہ سند وہ ہے جو فہرست "ابن الخیر" "اسد الغابہ" اور "ابن اثیر" میں آیا ہے۔ اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ قلمی نسخہ جو قرویین کے کتاب خانے میں پڑا ہے وہ اثیر کی نظر سے گزرا تھا۔

marfat.com

علماء تاریخ اور حدیث کے بڑے مشہور اہل قلم نے محمد ابن اسحاق کی روایات کو یونس بن بکیر کی وساطت سے اپنی تحریروں میں درج کیا ہے۔ یہ روایات "تاریخ طبری" "تفسیر طبری" میں بار بار ملتی ہیں ابو نعیم اصفہانی کی "دلائل النبوت" میں بھی یہ روایتیں ملتی ہیں۔ حاکم نیشاپوری کی "مستدرک" سہیلی کی "روض الانف" میں بھی کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ شیعہ علماء بھی یونس بن بکیر کی روایات کے ذریعہ محمد ابن اسحاق کی روایات کو سناتے ہیں۔ البتہ شیعہ مورخین شیخ صدوق کی کتابوں سے بھی یہی روایات نقل کرتے ہیں۔

عبدہ بن سلیمان الکلابی

کوفہ کے نویں طبقے میں عبدہ بن سلیمان الکلابی' ابو محمد الکوفی' کلاب بن ربیعہ جیسے علماء محمد ابن اسحاق کے راویوں میں شمار ہوتے ہیں۔ الکلابی اپنے زمانے کے علماء حدیث میں مانے جاتے تھے۔ انہوں نے ہشام بن عروہ' اعمش اور سفیان ثوری رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر محدثین سے احادیث سنی تھیں۔ امام احمد بن حنبل' محمد بن عبداللہ نمیر جیسے مقتدر محدثین بھی آپ سے روایات لیتے ہیں۔ وہ بڑے ہی صالح متقی اور مستند شخصیت کے مالک تھے۔ انہوں نے بھی ابن اسحاق کی روایت کو نقل کیا ہے۔ عبدالاحد بن سلیمان کا نام اگرچہ اتنا مشہور نہیں ہو سکا تھا۔ لیکن "بلاذری" نے "فتوح البلدان" میں دو جگہ انہی کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایات کو نقل کیا ہے۔

عبداللہ بن نمیر

عبداللہ بن نمیر بن عبدالہمدانی الخارفی ابوہشام الکوفی رحمتہ اللہ علیہ کوفہ کے محدثین کے نویں طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ علماء حدیث اور راویان کوفہ میں بڑے مشہور بزرگ تھے۔ انہوں نے ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب "المبتدء و المغازی" کی روایات کو بیان کیا ہے۔ عبداللہ بن نمیر نے ہشام بن عروہ' اعمش اور دوسرے محدثین وقت سے احادیث کی سماعت کی تھی۔ حضرت احمد بن حنبل' یحیٰی بن معین رحمتہ اللہ علیہم اور انکے بیٹے محمد بن عبداللہ بن نمیر کے علاوہ بہت سے علماء احادیث نے محمد ابن اسحاق کی روایات کو بیان کیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن نمیر کے ایک بیٹے محمد ابو عبدالرحمان کوفی راویان احادیث اور اپنے والد کے معروف شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ ہر جگہ ابن اسحاق کی روایات کو اپنے باپ اور دوسرے اساتذہ کی سند سے بیان کرتے تھے۔ محمد اپنے زمانہ کے بلند پایہ محدث تھے۔ زہدو تقویٰ میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ محمد نے اپنے والد گرامی کے علاوہ عبداللہ بن ادریس' یونس بن بکیر

marfat.com

رضی اللہ عنہ سے روایات بیان کی ہیں۔ عبداللہ بن نمیر رضی اللہ عنہ ربیع الاول ۱۹۹ھ میں کوفہ میں خلیفہ مامون الرشید کے عہد اقتدار میں فوت ہوئے تھے۔

ہم نے مختلف منابع کا مطالعہ کیا ہے اور دیکھا ہے۔ کہ راویان احادیث نے عبداللہ بن نمیر اور انکے بیٹے سے بہت کم روایات نقل کی ہیں۔ لیکن "طبقات ابن سعد" میں انکی وساطت سے چار مقامات پر ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی روایات کا ذکر آیا ہے۔ اسی طرح حاکم نیشا پوری نے اپنی "مستدرک" میں ایک بار نقل کی ہے۔ بسوی نے اپنی کتاب میں اسی سلسلہ سے ابن اسحاق کی چار روایات بیان کی ہیں۔

یحییٰ بن سعید

یحییٰ بن سعید بن ابان القرشی الاموی' ابو ایوب کوفی رضی اللہ عنہم بغداد میں قیام فرماتے۔ آپ "جمل" کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ نے ابن اسحاق اور بغداد کے دوسرے محدثین سے احادیث سماع کی تھیں۔ اسی طرح آپ کے بیٹے سعید اور محمد نے بھی ابن اسحاق سے مغازی اور احادیث سنی تھیں۔ جناب یحییٰ ہشام بن عروہ' اعمش اور دوسرے محدثین سے بہت سی احادیث جمع کی تھیں۔ آپ کے بیٹے سعید' احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین رضی اللہ عنہم نے بھی یحییٰ بن ابان سے کئی احادیث نقل کی ہیں۔ جناب یحییٰ ۸۰ سال کی عمر میں شعبان المعظم ۱۹۴ھ میں فوت ہوئے "ابن ندیم" کی فہرست میں آپ کو خلفائے ابن اسحاق نامی کتاب کا مصنف قرار دیا گیا ہے۔

حضرت امام ذہبی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "العبر" میں ۱۹۴ھ میں فوت ہونے والے مشاہیر میں یحییٰ کا نام لکھا ہے۔ اور ایک نوٹ لکھا ہے کہ آپ نے ابن اسحاق کے "مغازی" کو نقل کیا تھا۔ اور ان پر تعلیقات اور اضافات بھی لکھے تھے۔ اسی طرح حاجی خلیفہ یحییٰ بن سعید کا نام بھی ان ارباب علم میں لیتے ہیں جنہوں نے ابن اسحاق کے "مغازی" کو جمع کیا تھا۔ ابن حجر نے اپنی مشہور کتاب "فتح الباری" میں کئی بار ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے اقوال کو نقل کیا ہے اور انکے "مغازی" سے سند لی ہے۔ اس وجہ سے ابن سعید کے "مغازی" کی کسی طرح بھی تردید نہیں کی جا سکتی۔ دوسرے الفاظ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ابن حجر کے زمانہ میں بعض علماء کے پاس یہ کتاب پائی جاتی تھی۔

علامہ بسوی نے اپنی کتاب "المعرفتہ والتاریخ" میں ایک مقام پر یحییٰ کا نام لیا ہے اور اسے محمد ابن اسحاق کا راوی لکھا ہے۔ مورخ "بلاذری" نے اپنی کتاب "فتوح البلدان" میں یحییٰ سے ایک حدیث نقل کرتے ہوئے لکھا ہے مگر اس کے ساتھ ابن اسحاق کی نسبت نہیں لکھی "تفسیر طبری" میں چار بار یحییٰ کی

marfat.com

وساطت سے ابن اسحاق کی روایات کو نقل کیا گیا ہے۔ اسی طرح ابو نعیم اصفہانی نے اپنی کتاب "دلائل نبوت" میں حاکم نیشا پوری نے "مستدرک" میں سعید بن یحییٰ کی وساطت سے اس کے والد کی روایات کو ابن اسحاق سے نقل کیا ہے۔

جریر بن حازم ازدی

جریر بن حازم ازدی ابو النصر البصری رحمتہ اللہ علیہ ۷۵ھ میں عبدالملک بن مروان کے عہد حکومت میں پیدا ہوئے اور بصرہ میں ۱۷۰ھ میں فوت ہوئے تھے۔ آپ نے اپنی تاریخ پیدائش کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ۹۰ھ میں وفات پائی تو میں ان دنوں پانچ سال کا بچہ تھا۔ حضرت جریر رحمتہ اللہ علیہ بڑے مقتدر بزرگ' عالم دین' اور بلند پایہ محدث تھے۔ وہ بصرہ کے ان راویوں میں سے ہیں جنہوں نے ابن اسحاق کی روایات کو نقل کیا تھا انہوں نے ارمنستان کے قیام کے دوران ابن اسحاق سے سماعت احادیث کی تھی۔ اور "مغازی" کو خصوصیت سے سنا تھا۔

جبریر رحمتہ اللہ علیہ اسلامی تاریخ کی اس صف میں نظر آتے ہیں جہاں طاوس یمانی' حسن بصری ابن سیرین اور قتادہ رضی اللہ عنہم جیسے بلند پایہ بزرگ کھڑے تھے۔ ان سے جن بزرگوں نے حدیث سنی اور روایات نقل کیں ان میں ایک یزید بن ابی حبیب مصری تھے۔ اور دوسرے حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ اسی طرح جریر کے بیٹے واہب بن جریر تھے۔ جنہوں نے بہت سی روایات اور اخبار اپنے والد سے نقل کی تھیں۔

جریر اپنی زندگی کے آخری حصہ میں "غالباً زندگی کے آخری سال میں" دماغی امراض کا شکار ہو گئے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کے بیٹے نے لوگوں کو منع کر دیا تھا کہ کوئی بھی ان سے استماع حدیث نہ کرے۔ بہت سے حوالے کی کتابوں میں جن میں کتاب "المعرفۃ" "تاریخ بسوی" "الانساب الاشراف" "فتوح البلدان" بلاذری تفسیر' و تاریخ طبری' دلائل نبوت' مستدرک اور ابن حجر کی "فتح الباری" میں ابن جریر اور اس کے بیٹے واہب کی روایات ملتی ہیں جو انہوں نے ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ سے نقل کی تھیں۔

ہارون بن ابی عیسیٰ الشامی

محمد بن اسحاق کے راوی اور کاتب تھے۔ ان کے بیٹے عبداللہ بصرہ میں ہی رہے انہوں نے اپنے والد سے ہی روایت کی ہے ہمیں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ہارون محمد ابن اسحاق سے کن کن شہروں میں کتابت

marfat.com

کے فرائض سرانجام دیتے رہے ہیں۔ ہم اندازا کہہ سکتے ہیں کہ ہارون محمد ابن اسحاق کے بصرہ والے راویوں میں سے تھے کیونکہ ان کا بیٹا بصرہ میں ہی رہتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہارون ان لوگوں میں موجود رہے ہیں جو ابن اسحاق کے جزیرہ کے سفر میں شریک تھے۔ ہمیں دوسری کتابوں میں ہارون کا نام تو کہیں نہیں ملا لیکن "طبقات ابن سعد" میں کئی بار ابن اسحاق کی روایت کے ساتھ ان کا ذکر آیا ہے۔

سلمٰی بن الفضل الابرش الانصاری ابو عبداللہ الرازی الازرق رحمتہ اللہ علیہ

آپ "رے" کے قاضی تھے۔ آپ ۱۹۱ھ میں سوسال کی عمر میں فوت ہوئے وہ علم حدیث کے چند معتبر بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں جس طرح حضرت سفیان ثوری اور ابو جعفر رازی تھے۔ اسوقت کے چند محدثین میں جن میں آپ کے کاتب عبدالرحمان بن سلمٰی الرازی یحیٰی بن معین، محمد بن حمید الرازی "م ۲۴۸ھ" اور عمر بن رافع القروینی نے ان سے روایات نقل کی ہیں۔ سلمٰی، محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے مشہور راویوں میں سے تھے۔ انھوں نے "رے" میں آپ سے حدیث سنی اور بقول ابن سعد، سلمٰی نے اپنے "مبتدا" اور "مغازی" ابن اسحاق سے ہی نقل کیے تھے۔ ابن معین کہتے ہیں کہ سلمٰی کی کتاب "مغازی" ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے "کامل مغازی" تھے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ بغداد سے لے کر خراسان تک سلمٰی سے بڑھ کر کوئی شخص بھی ابن اسحاق کے "مغازی" نہیں لکھ سکا "تاریخ بغداد" میں لکھا ہے کہ سلمٰی نے ابن اسحاق کی کتاب کا ایک ایسا خوبصورت نسخہ تیار کیا تھا۔ جو خلیفہ منصور عباسی کے دربار میں پیش کیا گیا تھا۔ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کے سلمٰی کی پرانی روایات علماء حدیث کے نزدیک کامل ترین روایات ہیں جس کی بنیاد ابن اسحاق ہیں۔ سلمٰی کی اہمیت اس بات سے بھی واضح ہوتی ہے کہ محمد بن جریر نے اپنی تفسیر اور تاریخ میں جو روایات ابن اسحاق سے نقل کی ہیں وہ ان کے شاگرد محمد بن حمید کے ذریعے حاصل کی گئیں تھیں۔ "طبری" کی بہت سی روایات ابن اسحاق سے نقل کی گئی ہیں ہم اس کا شمار نہیں کر سکتے۔ ہمیں کسی کتاب میں ان تمام روایات کا یکجا ذکر نہیں ملا جنہیں "طبری" نے نقل کیا تھا۔

رجال کی بہت سی کتابوں میں سلمٰی کو شیعہ قرار دیا گیا ہے۔ فضل بن شاذان نے اپنی کتاب "الایضاح" میں حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے قتل کی جو روایت حضرت علی سے منسوب کی ہے۔ وہ سلمٰی کے ذریعے ہی ابن اسحاق سے منسوب ہے

marfat.com

علی بن مجاہدی بن مسلم رفیع الرازی ابو مجاہد الکابلی

آپ حکیم بن جبلہ کے موالی میں سے تھے کابل کے علاقے میں پیدا ہوئے "رے" کے قاضی بنے اور محمد ابن اسحاق کے راوی کے حیثیت سے مشہور ہوئے۔ انہوں نے ایک کتاب "مغازی" لکھی اور ۱۲۰ھ میں فوت ہوئے۔ ابن حجر نے لکھا ہے کہ وہ "رے" کے مشہور راویوں میں سے تھے۔ جن میں سلمیٰ بن الفضل' ابراہیم بن المختار جیسے مقتدر علماء تھے۔ آپ محمد ابن اسحاق سے اتنے قریب تھے گویا ان کا حشر و نشر آپ کے ہی ساتھ تھا۔ آپ نے ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ سے احادیث نقل کیں۔ ان روایات کو احادیث اور اخبار میں بیان کیا۔ پھر بغداد چلے گئے۔ اور وہاں ایک عرصہ تک ابن اسحاق کے "مغازی" کو نقل کرتے رہے۔ علی بن مجاہد رحمتہ اللہ علیہ نے ابن اسحاق کے علاوہ سفیان ثوری' ابو معشر مدنی اور عتبہ بن سعید قاضی "رے" سے بھی بھی احادیث نقل کی ہیں۔ امام احمد بن حنبل' جریر اور ابن عبدالحمید جیسے مشاہیر نے آپ سے روایات نقل کی ہیں۔ علی بن مجاہد کی وہ روایات جو ابن اسحاق سے لی گئی تھیں مختلف منابع میں ملتی ہیں۔ ابن سعد نے "طبقات" میں عرب وفود کی گفتگو کو علی بن مجاہد سے ہی نقل کیا ہے۔ جنھوں نے ابن اسحاق کی روایات کو بیان کیا تھا۔ بلاذری نے "فتوح البلدان" میں علی بن مجاہد کے ذرائع سے ابن اسحاق کی روایات کو مربوط طریقہ سے خلفائے راشدین کے زمانے کے واقعات تک کو بھی نقل کیا ہے۔ "تاریخ طبری" میں بھی محمد ابن حمید اور علی بن مجاہد کے طریق سے ابن اسحاق کی روایات کو نقل کیا گیا ہے۔

ابراہیم بن المختار التمیمی ابو اسماعیل رازی خواری مشہور بہ حبویہ

آپ بھی ابن اسحاق کے معروف راویوں میں سے تھے۔ "انساب سمعانی" "معجم البلدان" میں لکھا ہے کہ "خواری" ایک ایسا قصبہ تھا۔ جو "رے" سے ۱۸ میل کے فاصلے پر واقعہ تھا۔ اس نے اسی شہر میں ابن اسحاق سے حدیث سماع کی تھی۔ آپ سے ابن جریج' مالک بن انس' سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہم اجمعین جیسے مقتدر حضرات سے روایات نقل کی ہیں۔ پھر محمد بن حمید رازی' ہشام بن عبداللہ رازی محمد بن عبداللہ سعید اصفہانی جیسے حضرات نے بھی ابراہیم المختار سے احادیث نقل کی ہیں۔ وہ بغداد گئے اور ایک طویل عرصہ تک بغداد میں رہے۔ مختلف ذرائع سے اخبار و احادیث کو نقل کرتے رہے۔ ۱۸۲ھ میں فوت ہوئے علمائے حدیث میں سے بعض حضرات نے آپ کی روایات کو نقل کیا ہے۔ جو انہیں سلمہ بن الفضل اور علی بن المجاہد کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایات سے ملی تھیں۔

marfat.com

علی بن مجاہدی بن مسلم رفیع الرازی ابو مجاہد الکابلی

آپ حکیم بن جبلہ کے موالی میں سے تھے کابل کے علاقے میں پیدا ہوئے "رے" کے قاضی بنے اور محمد ابن اسحاق کے راوی کے حیثیت سے مشہور ہوئے۔ انہوں نے ایک کتاب "مغازی" لکھی اور ۱۸۰ھ میں فوت ہوئے۔ ابن حجر نے لکھا ہے کہ وہ "رے" کے مشہور راویوں میں سے تھے۔ جن میں سلمیٰ بن الفضل' ابراہیم بن المختار جیسے مقتدر علماء تھے۔ آپ محمد ابن اسحاق سے اتنے قریب تھے گویا ان کا حشر و نشر آپ کے ہی ساتھ تھا۔ آپ نے ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ سے احادیث نقل کیں۔ ان روایات کو احادیث اور اخبار میں بیان کیا۔ پھر بغداد چلے گئے۔ اور وہاں ایک عرصہ تک ابن اسحاق کے "مغازی" کو نقل کرتے رہے۔ علی بن مجاہد رحمتہ اللہ علیہ نے ابن اسحاق کے علاوہ سفیان ثوری' ابو معشر مدنی اور عتبہ بن سعید قاضی "رے" سے بھی بھی احادیث نقل کی ہیں۔ امام احمد بن حنبل' جریر اور ابن عبدالحمید جیسے مشاہیر نے آپ سے روایات نقل کی ہیں۔ علی بن مجاہد کی وہ روایات جو ابن اسحاق سے لی گئی تھیں مختلف منابع میں ملتی ہیں۔ ابن سعد نے "طبقات" میں عرب وفود کی گفتگو کو علی بن مجاہد سے ہی نقل کیا ہے۔ جنہوں نے ابن اسحاق کی روایات کو بیان کیا تھا۔ بلاذری نے "فتوح البلدان" میں علی بن مجاہد کے ذرائع سے ابن اسحاق کی روایات کو مربوط طریقہ سے خلفائے راشدین کے زمانے کے واقعات تک کو بھی نقل کیا ہے۔ "تاریخ طبری" میں بھی محمد ابن حمید اور علی بن مجاہد کے طریق سے ابن اسحاق کی روایات کو نقل کیا گیا ہے۔

ابراہیم بن المختار التمیمی ابو اسماعیل رازی خواری مشہور بہ حبویہ

آپ بھی ابن اسحاق کے معروف راویوں میں سے تھے۔ "انساب سمعانی" "معجم البلدان" میں لکھا ہے کہ "خواری" ایک ایسا قصبہ تھا۔ جو "رے" سے ۱۸ میل کے فاصلے پر واقعہ تھا۔ اس نے اسی شہر میں ابن اسحاق سے حدیث سماع کی تھی۔ آپ سے ابن جریج' مالک بن انس' سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہم اجمعین جیسے مقتدر حضرات سے روایات نقل کی ہیں۔ پھر محمد بن حمید رازی' ہشام بن عبداللہ رازی محمد بن عبداللہ سعید اصفہانی جیسے حضرات نے بھی ابراہیم المختار سے احادیث نقل کی ہیں۔ وہ بغداد گئے اور ایک طویل عرصہ تک بغداد میں رہے۔ مختلف ذرائع سے اخبار و احادیث کو نقل کرتے رہے۔ ۱۸۲ھ میں فوت ہوئے علمائے حدیث میں سے بعض حضرات نے آپ کی روایات کو نقل کیا ہے۔ جو انہیں سلمہ بن الفضل اور علی بن المجاہد کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایات سے ملی تھیں۔

marfat.com

سعید بن بزیع رحمتہ اللہ علیہ وہ شخص ہیں۔ جنہوں نے ابن اسحاق سے بہت سی روایات کو اپنے منابع سے بیان کیا ہے۔ وہ "حران" کے موالی میں سے تھے۔ ان سے ایک شخص عبدالرحیم ابن مطرف (م ۔ ۲۳۴ھ) نے روایت کی ہے جو ابن اسحاق سے ملی تھیں۔

عثمان بن ساج یا عثمان بن عمرو بن ساج جزری

آپ "بنی امیہ" کے موالی میں سے تھے۔ ان کے بھائی ولید بن عمرو بن ساج بھی محدث ہوئے ہیں۔ اگرچہ ان کے مکمل حالات نہیں ملتے تاہم احتمال یہی ہے کہ عثمان بن ساج اور عثمان بن عمرو بن ساج دونوں مختلف اشخاص ہیں بہرحال رجال کی مشہور کتابوں "میزان الاعتدال" "لسان المیزان" "الجرح و التعدیل" میں عثمان بن عمرو بن ساج جزری کا نام آتا ہے۔ حتیٰ کہ "تہذیب التہذیب" "خلاصۃ التہذیب" اور "الکمال" جیسی مشہور کتابوں میں بھی ان کا ذکر آیا ہے۔ ابن حجر نے "ساج" کا ذکر کرتے ہوئے اسے محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے راویوں میں لکھا ہے۔ لیکن باین ہمہ ہمیں ان کی تاریخ ولادت اور وفات اور محل اقامت کی تفصیل نہیں مل سکی۔

ہم نے "رجال" کی جن کتابوں کا ذکر کیا ہے ان میں عثمان بن عمرو بن ساج کی ایسی روایات ملتی ہیں جو انہوں نے حضرت امام جعفر صادق، خصیف جزری، ابن جریج، امام زہری، وھب بن منبہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے نقل کی تھیں۔ پھر سعید بن سالم القداح، محمد بن یزید بن سنان الجزری۔ عبداللہ بن یزید بن ابراہیم الحرانی جیسے مورخین نے آپ سے روایات نقل کی ہیں۔ ان حالات میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں عثمان بن ساج مورخین اور راویان اخبار میں اپنا وجود رکھتے تھے۔ آپ "اخبار مکہ" کے مولف (احمد بن محمد بن الولید الازرقی کے دادا کے شیوخ سے تھے)۔

کتاب "اخبار مکہ" ان روایات کا مکمل عکس ہے جو ابن اسحاق کی کتاب "المبتدا" میں ملتی ہیں۔ اور اس کتاب کی اہمیت مسلم ہے۔ یہی کتاب امام طبری کی تفسیر اور تاریخ کا ایک ماخذ ہے۔ "اخبار مکہ" میں ۳۰ مقامات پر محمد ابن اسحاق کی وہ روایات نقل کی گئی ہیں جو عثمان بن ساج کی وساطت سے حاصل کی گئی تھیں صاحب "اخبار مکہ" کے دادا کوفہ کے رہنے والے تھے۔ اور کچھ عرصہ مکہ مکرمہ میں قیام پذیر رہے۔ یہ سعید بن سالم ہی ہیں جنہوں نے ابن اسحاق کی روایات کو عثمان بن ساج سے سنا تھا۔

محمد بن سلمہ بن عبداللہ الباہلی

ابو عبداللہ حرانی رحمتہ اللہ علیہ کے موالی میں سے تھے۔ حران کے مفتی اور محدث بنے ابن اسحاق

marfat.com

کے مشہور راویوں میں شمار ہوتے تھے۔ ابن اسحاق کے علاوہ ان کے معاصرین خصیف حرانی' ابن عجلان وغیرہ بھی آپ کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ اس زمانہ کے بعض متقدر محدثین جن میں امام احمد بن حنبل' احمد بن ابی شعیب حرانی' موسیٰ بن عبدالرحمان انطاکی جیسے ناموران اسلام شامل ہیں۔ نے بھی آپ سے روایات نقل کی ہیں۔ علمائے رجال نے آپ کو معتبر محدث' صاحب علم و فضل ثقہ راوی اور مفتی تسلیم کیا ہے۔ محمد بن مسلمہ ہارون الرشید کے زمانہ خلافت میں ۱۹۱ھ میں فوت ہوئے تھے۔

محمد بن مسلمہ رحمتہ اللہ علیہ نے محمد ابن اسحاق کے "متابع" کے حوالے سے مختلف روایات نقل کی ہیں۔ یہی روایات "بسوی" کی کتاب "المعرفتہ والتاریخ" میں بھی ملتی ہیں۔ بلاذری کی "انساب الاشراف" طبری کی "تفسیر اور تاریخ" ابو نعیم کی "دلائل نبوت" اور حاکم نیشاپوری کی "مستدرک" میں بھی یہ روایات نقل کی ہیں۔

محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے متابع کی روایات کا ایک قلمی نسخہ کتاب خانہ "ظاہریہ" دمشق شام میں ستر اوراق پر مشتمل محفوظ اور موجود ہے۔ اسکی تحریر رمضان المبارک ۵۴۲ھ میں عمل میں آئی تھی۔ ہم اسے ابن اسحاق کے مغازی کی تیسری جزو تصور کرتے ہیں۔ یہ روایات بھی محمد بن مسلم کی وساطت سے جمع ہوئی ہیں۔ "مغازی" کا یہ حصہ "جنگ بدر" کے آغازی واقعات سے شروع ہوتا ہے اور "جنگ احد" کے آخری واقعات پر ختم ہوتا ہے۔ اسی مخطوطے کو پروفیسر ڈاکٹر حمیداللہ صاحب نے اپنی کتاب سیرت ابن اسحاق میں یونس بن بکیر کے مغازی کے آخر میں شائع کیا ہے۔

سابقہ صفحات میں ہم نے محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے پندرہ راویوں کا ذکر کیا ہے۔ ان میں ابراہیم بن سعد "مدینہ" سے تعلق رکھتے تھے۔ زیاد بن عبداللہ بکائی' عبداللہ ابن ادریس اودی' یونس بن بکیر' عبدہ بن سلیمان' اور عبداللہ بن نمیر رحمتہ اللہ علیہم چھ حضرات کوفہ سے تھے۔ اسی طرح یحیٰی بن سعید اموی بغداد سے تعلق رکھتے تھے۔ جریر ابن حازم اور ہارون ابن ابی عیسیٰ بصرہ سے تھے۔ پھر سلمہ بن ابی الفضل' علی بن مجاہد اور ابراہیم بن مختار "رے" کے رہنے والے تھے۔ ان تمام نے ابن اسحاق سے استماع روایات اور اخبار کیا۔ رضی اللہ عنہم۔

ہم سابقہ صفحات پر ان مشہور و معروف راویوں کا تذکرہ کر آئے ہیں جنھوں نے محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی روایات کو نقل کیا تھا۔ ان میں سے تین آخری راوی "حرانی" اور "جزری" تھے۔ یہ تینوں "جزیرہ" سے نسبت رکھتے تھے۔ خصیف بن عبدالرحمان جزری (م ۔ ۱۳۲ھ) تو ابن اسحاق کے قریبی

marfat.com

دوست تھے۔ وہ ابن اسحاق کے ساتھ سفر میں نکلے اور مدینہ سے مشرقی ممالک کو گئے تھے۔ "جزیرہ" "حیرہ" سے پہلے آتا ہے ہو سکتا ہے کہ ابن اسحاق "حیرہ" جانے سے پہلے "جزیرہ" میں آئے ہوں اور اسی دوران انہیں خلیفہ منصور عباسی سے منسلک ہونے کا موقعہ ملا ہو اور "جزیرہ" میں عباس بن محمد (جو ابوالعباس سفاح کے بھائی تھے) کے دربار میں رہے ہوں۔ عباس بن محمد ۱۳۸ یا ۱۴۵ھ میں "ملطیہ" میں تھے۔ اور ہمارا اندازہ ہے کہ ابن اسحاق انہی دنوں ۱۳۸ تا ۱۴۲ھ "جزیرہ" کے گورنر عباس کے پاس رہے تھے۔

اس زمانہ کے راویوں کی ملاقات کے زمانہ کو اگر غور سے جستجو کیا جائے تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ ابن اسحاق کے آٹھ راوی " ابراہیم بن سعد' زیاد بن عبداللہ البکائی' یونس بن بکیر' عبداللہ بن نمیر' یحییٰ بن سعید' سلمہ بن الفضل' علی بن مجاہد اور محمد بن سلمہ رحمتہ اللہ علیہم" جنہوں نے اپنے اپنے طور پر "مغازی" نام پر مقالے لکھے تھے۔ یہ تمام کے تمام محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی روایات سے لیے گئے ہوں گے۔

محمد ابن اسحاق کی کتاب "المغازی" کا اصل متن

محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کتاب "المغازی" کے مولف اور مصنف کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ آپ کی شہرت تاریخ اسلام میں اس مغازی کی وجہ سے دنیائے اسلام میں پھیلی تھی۔ پھر اس کتاب کو "ابن ہشام" نے تلخیص و تہذیب کے بعد "سیرت نبوی ابن ہشام" کے نام سے شہرت دی۔ تاریخی اعتبار سے یہ کتاب تین حصوں میں تقسیم ہے۔ یعنی "مبتدا" "مبعث" اور "مغازی"۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے آیا محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کو ان تین حصوں میں بالترتیب لکھا تھا یا وقت کے ساتھ ساتھ مختلف روایات ترتیب دی جاتی رہی ہیں۔ راویان احادیث اپنے آپ کو کسی ترتیب و تنظیم کا پابند نہیں رکھتے وہ ہر مجلس سے مختلف روایات اخذ کرتے ہیں اور اسی طرح انہیں مختلف انداز میں بیان کرتے ہیں۔ ہمارا یہ دعویٰ "ابن ہشام" کی ان روایات کی بنیاد پر ہے جب انہوں نے یونس بن بکیر کی روایات کو قلمبند کیا۔ ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ کی سیدہ آمنہ سے شادی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور رضاعت کو "تبع" کی حکایت سے پہلے بیان کر دیا ہے۔ مگر ابن ہشام نے یہی روایات حضرت عبداللہ کی شادی حضور کی ولادت اور رضاعت کو "تبع" کے حالات کے بعد بیان کیا ہے۔ اسی طرح ابن اسحاق نے حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شادی سے تذکرہ سے پہلے ہی "احبار یہود" حضرت سلمان فارسی کا اسلام میں داخل ہونا حدیث حمس تعمیر کعبہ کے واقعات بیان کر دیئے ہیں۔ حالانکہ ابن

marfat.com

ہشام میں سلمان فارسی کے ایمان کا واقعہ ان حالات کے بعد بیان کیا گیا ہے۔ "مصنف عبدالرزاق" نے بھی ان واقعات کو تاریخی ترتیب و درایت کا خیال رکھے بغیر نقل کیا ہے۔

اگرچہ ہم مختلف کتابوں میں واقعات کی بے ترتیبی کو دیکھتے ہیں۔ لیکن ابن اسحاق رحمتہ اللہ کی سیرت کے تین بنیادی حصے (جزو) ہیں۔ ابن اسحاق نے اپنی کتاب کو تین عنوانات میں تقسیم کیا ہے۔ "مبتدء" "مبعث" اور "مغازی" وہ اسی انداز اور ترتیب سے بیان کرتے ہیں اور اسی ترتیب سے ضبط تحریر میں لاتے ہیں۔ پھر انہیں مختلف فصلوں میں تقسیم کرتے چلے جاتے ہیں ایک فصل میں ظہور اسلام' حضور نبی کریم کے حالات زندگی' نزول وحی کے تدریجی مقامات آغاز آفرینش سے حضور کی رحلت تک کو ایک خاص ترتیب سے بیان کرتے جاتے ہیں۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ دنیائے اسلام میں ابن اسحاق سے یا ان کی زندگی کے بعد ایسا کوئی مورخ یا سیرت نگار سامنے نہیں آیا۔ جس نے اس طرح تمام واقعات کو ایک نظر سے دیکھا ہو۔ اس نے تاریخ عالم کے اسلوب اور واقعات کو بھی سامنے رکھا ہو۔ اگرچہ ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ واقعات کی سچائی اور حقیقت اور ان کی صحت کی تحقیق و جستجو میں زیادہ گہرا نہیں جاتا۔ اس کے سامنے جس قسم کی اطلاعات یا روایات آتی ہیں انہیں نقل کرتا جاتا ہے۔ اور انہیں قبول کرتا جاتا ہے اور ان روایات کو سنتے وقت جرح و تعدیل سے کام نہیں لیتا۔ وہ تاریخ نویسی کے میدان میں ایک مورخ کی حیثیت سے قدم اٹھاتا ہے۔ وہ احکام سنن کے محدثین کی طرح بحث و تمحیص میں نہیں جاتا۔ وہ واقعات کو آگے پیچھے لکھتا جاتا ہے۔ علم الانساب کے دوسرے حضرات ان واقعات اور روایات کو اپنی صواب دید کے ماتحت ترتیب دیتے ہیں۔ اور قبول ورد کرتے جاتے ہیں۔ کتاب "المبتدء" میں خلقت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات و حالات لکھ گئے ہیں۔ وہ ان واقعات کو آیات قرآنی اور قصص انبیاء سے مربوط کرتا جاتا ہے۔ وہ ان واقعات کو یہودی اور عیسائی داستان گو حضرات سے بھی اخذ کرتا جاتا ہے۔ عاد و ثمود کے واقعات طسم و جدیس کے قصے اس کے ہاں قلبند ہیں۔ کتاب "المبتدء" کے دوسرے حصے میں بادشاہوں کے حالات' ظالموں اور جابروں کے واقعات جنوبی عربستان کی معاشرتی زندگی بیان کرتا ہے۔ پھر اسی کتاب "المبتدء" کے آخری حصہ میں عرب کے انساب' عرب قبائل کے مقامات' پھر انکے ایک دوسرے سے روابط کا تذکرہ کرتا ہے۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ' پھر اس کے بعد حضور کے اجداد کی سرگزشت اور تاریخ مکہ کو بیان کرتا جاتا ہے۔

marfat.com

"کتاب المبتدء" کے خاتمہ کے بعد وہ "کتاب المبعث" کا آغاز کرتے ہوئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا تذکرہ کرتا ہے۔ اور اسے ہجرت تک ختم کرتا ہے۔ پھر اسی باب میں حضور کی مکی زندگی کے واقعات' آپ کا بچپن' جوانی' نزول وحی کا ابتدائی زمانہ' دعوت اسلام' قریش سے اختلافات' دشمنوں کے مظالم' غریب و مسکین صحابہ پر مظالم' حبشہ کی ہجرت پھر مدینہ کی ہجرت کے تمام واقعات ایک ایک کرکے "مبعث" میں درج کرتا جاتا ہے۔

کتاب "مبعث" کے بعد ابن اسحاق کی کتاب "مغازی" ہمارے سامنے آتی ہے۔ یہ حصہ ان لوگوں کے مشاہدات پر مشتمل ہے جنہوں نے حضور کے شب و روز کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اس حصہ میں مختلف غزوات اور اسلامی جنگوں کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ ان واقعات اور حالات کو ان راویوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ ان میں مشہور غزوات اور سرایا کے حالات ہیں۔ فتح مکہ' حجتہ الوداع' حضور کے وصال' سقیفہ بنی ساعدہ کا واقعہ' پھر ان شعرا کے اشعار جنہوں نے حضور کی رحلت پر مرثیہ کے انداز میں کہے تھے۔ قلمبند کیے گئے ہیں۔

اسی حصہ میں فاضل مولف ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے پہلی صدی ہجری کے تمام واقعات کو جمع کیا ہے۔ یہ واقعات مدینہ کے محدثین اور راویوں کی وساطت سے جمع کیے گئے تھے۔ ان روایات اور واقعات کو آپ نے نہایت قابلیت اور تحقیق کے ساتھ مربوط کیا۔ اور سلسلہ وار قلمبند کرتے رہے۔ اگر کسی واقعہ کے متعلق مختلف یا متضاد روایات سامنے آئیں تو انہوں نے کوشش کی ہے کہ معتبر واقعات کو قلمبند کیا جائے۔

عبدالملک ابن ہشام کی نظر میں "سیرت ابن اسحاق"

ہم سابقہ صفحات میں اشارۃً لکھ آئے ہیں کہ ابو محمد عبدالملک بن ہشام بن ایوب حمیری نحوی (متوفی ۲۱۸ یا ۲۱۳ھ) بصرہ میں پیدا ہوئے تھے۔ اور مصر میں قیام پذیر رہے۔ آپ نے وقت کے علماء ادباء سے رابطے رکھے۔ اور اس طرح سیرت "ابن اسحاق" کو نہایت تحقیق سے مطالعہ کیا اور اپنی کتاب "سیرت ابن ہشام" کی بنیاد بنایا۔ ہم ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی مرتب کردہ اسی سیرت النبی کا ترجمہ سامنے لا رہے ہیں جو ابن ہشام کے سامنے رہی۔ یہ زیاد بن عبداللہ بکائی رحمتہ اللہ علیہ کی زبان سے جمع کی گئی ہے۔ حضرت بکائی رحمتہ اللہ علیہ محمد ابن اسحاق کے بلا فصل راوی تھے۔ اور آپ کے مصاحب خاص تھے۔ انہوں نے ہی اپنے استاد محمد ابن اسحاق کی روایات کو مربوط کیا تھا۔ تلخیص و تہذیب کے ساتھ

marfat.com

مرتب کیا تھا۔

ابن ہشام نے ابن اسحاق کی سیرت رسول اللہ یا "السیرۃ النبویہ" میں دوسری روایات کو بھی اپنے سامنے رکھا تھا ان میں ایک ایسی کتاب ان کے سامنے تھی۔ جو حمیر کے بادشاہوں کے حالات پر مشتمل تھی۔ یہ کتاب بنام "کتاب التیجان' المعرفۃ ملوک الزماں" موجود تھی۔ (بعد میں یہ کتاب حیدر آباد دکن سے ۱۳۴۲ھ میں چھپ گئی تھی) سیرت محمد ابن اسحاق کے اسناد کی شرح میں بہت سے اہل علم و فضل نے اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ مگر وہ کتاب ہمیں میسر نہیں ہوئی۔

ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی سیرت کے نقل کرنے اس کی تلخیص کرنے
کی وجہ سے سیرت ابن ہشام کو شہرت ملی۔ چنانچہ حضور کی سیرت کے مولف کی حیثیت سے ابن ہشام کا نام ہمیشہ کے لیے مشہور ہو گیا۔ ابن ہشام جو سیرت ابن اسحاق کی تہذیب اور ترمیم کا کارنامہ سرانجام دیتے ہیں وہ اسلامی تاریخ میں سیرت کے راوی بن گئے۔ حالانکہ اصلی مصنف تو ابن اسحاق ہی تھے۔ ان دونوں میں سے اصلی سیرت نگار کو پہچاننا اصل تحقیق کا کام ہے۔ ہم معلوم نہیں کر سکے کہ ابن ہشام کا یہ عمل ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی ایک مقتدر کتاب کی جگہ لے لینا کس حد تک مناسب تھا۔ کیونکہ آج اگر "سیرت ابن اسحاق" کو جاودانی اور عالمگیر شہرت ملی ہے تو اس وجہ سے ہے کہ سب سے قدیم اور سب سے دقیق سرگزشت جو نبی علیہ السلام کے حالات زندگی پر مشتمل تھی اس نے ترتیب دی ہے۔ ہم یہ بات نہیں سمجھ سکے کہ اگر عبدالملک بن ہشام اس گرانقدر تحریر کو کتابی شکل میں نہ لاتے تو دنیائے سیرت میں ایک بہت بڑا خلا رہتا۔ ابن ہشام کے بعد آنے والے مورخین کا اسے قبول کرنا اس سے فائدہ اٹھانا علم تاریخ کے طالبعلموں کی جستجو اہل ادب و نسب کی تحقیقات ادھوری رہ جاتیں اور اس طرح ہمارے اسلاف کی تالیفات قدیم روایات معاصرین اور راویوں کے بیانات "سیرت ابن اسحاق" کو سامنے لانے میں مددگار اور معاون ثابت ہوتے ہیں۔ اگر ابن اسحاق کی روایات نہ ہوتیں تو ان کا نام فہرستوں اور مخطوطوں میں محفوظ نہ رہتا۔

اس میں شک نہیں کہ عبدالملک بن ہشام کی "سیرت رسول اللہ" کی بنیاد زیاد بن عبدالملک بکائی کی روایات پر ہے اور یہی شخص کامل ترین اور دقیق ترین راوی ہے' جو ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ سے روایات کو بیان کرتا ہے۔ اس نے کم ازکم کامل اور دقیق روایات کی بنیاد رکھ دی تھی۔ وہ ہر محدث کی طرح اصول درایت کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنی کتاب کی ترتیب دیتے ہیں اور ابن اسحاق کی کتاب کی

marfat.com

تلخیص اور تہذیب کو اختیار کرتے ہیں۔ اور اس نے اپنے آپ کو ایسی بات کا مجاز بنایا ہے کہ اصلی روایات کے ساتھ اپنی طرف سے بعض اضافے اور توضیحات کو بھی بیان کرتا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ عربی متن کے برابر میں ابن ہشام ہمارے لیے کئی اضافے کرتا ہے۔ وہ ہمارے لیے دو بنیادی مسئلے سامنے لاتا ہے۔ ایک تو ابن اسحاق کی اصلی روایات کو نقل کرتا ہے' جو ابن ہشام کی کتاب میں نہیں آئیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ابن ہشام اپنے ذاتی اور شخصی معلومات کو بھی ابن اسحاق کی تحریر کے ساتھ لکھتا جاتا ہے۔

جو روایات ابن ہشام نے اپنے طور پر ابن اسحاق کی اصل کتاب میں بڑھائی ہے یا حذف کی ہیں' ان میں ایک نظر ڈالی جائے تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ جس چیز کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا تھا۔ اور نہ ہی ان کے متعلق کوئی آیت قرآنی آئی تھی۔ وہ اپنی کتاب میں درج نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب مبتداء سے ایسے واقعات اور قصے لیتا ہے' جو انسانی پیدائش کے آغاز اور انبیاء کے تاریخی واقعات حضرت آدم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک بیان کرتا چلا جاتا ہے۔ وہ ان حالات میں حضرت اسماعیل اور ان کی اولاد کے واقعات کو بیان نہیں کرتا اور جو واقعات حضور علیہ السلام کے شجرہ نسب میں پائے جاتے ہیں ان کو سامنے نہیں لاتا۔ وہ ملوک یمن اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مذہب کی نجران میں اشاعت کو بیان کرتا چلا جاتا ہے۔ وہ ان واقعات کو جو مکے کی تاریخ کے متعلق ہیں اسلام سے پہلے کے واقعات میں بیان کرتا چلا جاتا ہے۔ اسی طرح کئی ایسی روایات بھی ہیں جنہیں وہ دیدہ دانستہ حذف کر دیتا ہے۔ جن میں امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے فضائل پائے جاتے تھے۔

marfat.com

ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب میں یہ ایک امتیازی بات ہے کہ وہ بعض واقعات اور حقائق کو نقل کرتے وقت ایسے اشعار نقل کرتا ہے' جنہیں ان کے کہنے والوں سے خاص نسبت تھی۔ وہ دوسری ہجری کے شاعروں کے اشعار کو پوری ذمہ داری سے بیان کرتا ہے۔ اس سلسلے میں بہت سے آنے والے مورخین نے ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کو مطعون بھی کیا ہے۔ دوسری طرف ابن ہشام اپنی کتاب سیرت کے آغاز میں تصریح کرتا ہے کہ جن اشعار کو ابن اسحاق نے نقل کیا ہے انہیں اس زمانے کے شعر شناسوں نے تسلیم کرنے سے اجتناب کیا ہے۔ لیکن دوسری طرف "سیرت ابن ہشام" میں لائے گئے اشعار کو راویوں کی تائید اور گواہی کے طور پر استعمال کرتا ہے۔

ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے زمانے کے مروجہ اصولوں کے مطابق نہایت احتیاط اور ضوابط سے کام لیا ہے۔ چنانچہ اس زمانے کے ارباب اخبار و حدیث اور راویوں نے اس کی تحریروں کو دقت نظر سے مطالعہ کیا۔ چنانچہ کسی قسم کی خوبی یا برائی کو سن کر بھی کسی نے تنقید نہیں کی۔ لیکن دوسری طرف ابن ہشام' ابن اسحاق کے دائرے سے بہت دور تھا۔ اس نے اشعار اور اخبار کو نقل کرتے ہوئے اپنے زمانے کے راویوں کو اعتماد میں نہیں لیا۔ چنانچہ وہ ادبی رعایتوں اور سخنوری کے رواج کے ساتھ ان برائیوں اور پستیوں کو بھی بیان کرتا چلا جاتا ہے۔ جو اس وقت کے شعرائے قدیم میں پائی جاتی تھیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے اپنی کتاب کے ابتدائی حصے میں اشارہ بھی کیا ہے۔ اور اس نے بعض اشعار کو حذف بھی کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابن ہشام " قصیہ غرانیق "کو نظر انداز کر جاتا ہے۔ جبکہ یہی واقعہ "تاریخ طبری" میں ابن اسحاق کے حوالے سے موجود ہے۔

(نوٹ) فاضل مقدمہ نگار (دکتر اصغر مہدوی) نے ابن اسحاق اور ابن ہشام رحمہمااللہ کی سیرت کی کتابوں سے بیس سے زیادہ مقامات کا خود موازنہ کرکے ثابت کیا ہے کہ ابن ہشام دراصل ابن اسحاق کے دسترخوان کا ہی خوشہ چیں ہے۔ مگر وہ بعض اوقات ان روایات میں اضافہ اور حذف کرتا جاتا ہے۔ ہم ان تفصیلات کے ترجمہ کو طوالت کے ڈر سے نظرانداز کر رہے ہیں۔

مختلف منابع میں ابن اسحاق کی روایات

فاضل مقدمہ نگار نے اپنے گراں قدر مقدمہ میں کئی صفحات پر سیرت کی بے شمار کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ جنہوں نے ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی روایات سے استفادہ کیا ہے۔ دنیائے سیرت رسول میں کوئی بھی ایسی کتاب سامنے نہیں آئی جو ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی روایات سے دامن بچاکر حضور صلی

marfat.com

اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات کو بیان کر سکے۔ ہم معذرت کے ساتھ اس گراں قدر کاوش کے ترجمہ سے اجتناب کرتے ہیں۔

ابن اسحاق پر شیعی اثرات

محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ تقریباً ۸۵ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ زمانہ حضرت سجاد علی بن الحسین رضی اللہ عنہ (متوفی ۹۳ھ) کا تھا۔ محمد ابن اسحاق کا بچپن اہل بیت کے اس جلیل القدر فرزند کے سایہ میں گزرا۔ پھر حضرت باقر ابو جعفر محمد بن علی (۵۶ —— ۱۱۴ھ) حضرت صادق جعفر بن محمد (۸۰ —— ۱۴۸ھ) رضی اللہ عنہما کا زمانہ آپ کے سامنے آتا ہے۔

محمد ابن اسحاق حضرت سجاد رضی اللہ عنہ کی روایات کو اپنی کتاب سیرت میں لکھتا ہے مگر یہی روایات ابن شہاب زہری بوساطت عبدالرحمن بن ابی لبیبہ حاصل کرتا ہے۔ وہ حضرت باقر اور حضرت امام صادق رضی اللہ عنہما کی مجالس میں حاضری کا شرف بھی حاصل کرتا ہے۔ اور ان سے جو روایات نقل کرتا ہے اسے "حدثنی" کے لفظ سے بیان کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ مورخین ابن اسحاق کو امام باقر اور امام جعفر صادق کے اصحاب اور احباب میں شمار کرتے ہیں۔

شیعوں (امامیہ) کے معتبر مورخین نے ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کو "مورخ اہل بیت" تو تسلیم نہیں کیا مگر اسے وقت کے عام محدثین میں تسلیم کرتے ہیں۔ بعض علمائے اہل سنت نے انہیں شیعہ مورخین میں لا کھڑا کیا ہے۔ ابن اسحاق مناقب اور فضائل اہل بیت نقل کرنے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیتا۔ اسی طرح اس کے منابع اور ماخذ پر ایک نظر ڈالی جائے تو اہل بیت کے محبوں کی صف میں کھڑا نظر آتا ہے۔ ابن اسحاق کے شیعہ ہونے کی بارے میں جو غلط فہمی پیدا ہوئی وہ ان واقعات کی بناء پر ہوئی ہے کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے قربت اور محبت کو کھل کر بیان کرتا جاتا ہے۔ اس موضوع کی وضاحت کے لیے ہم ان واقعات کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں' جو ابن اسحاق نے رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب سیرت میں لکھے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر کفالت رہے۔ تربیت پائی اور سب سے پہلے اسلام لائے۔ حضرت خدیجہ کبری رضی اللہ عنہا کی خدمت میں رہے۔ جب آیتہ کریمہ **و انذر عشیرتک الاقربین** نازل ہوئی تو ان "اقربین" میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ موجود تھے۔ حدیث فراش' نیابت علی' اور مکہ میں امانتوں کے کفیل' پھر حضور کا قبا میں حضرت علی کے انتظار میں قیام فرمانا۔ ان روایات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ حدیث

marfat.com

"مواخات مدینہ" مسجد نبوی کی تعمیر (جسے مہاجرین اور انصار نے مل کر بنایا تھا) کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اشعار کہنا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح' ابو تراب کی کنیت عطا فرمانا' تمام غزوات میں حضرت علی کی ثابت قدمی اور جرات مندانہ واقعات خصوصا" جنگ احد میں بہادرانہ کارنامے پھر افک کے واقعہ' حدیبیہ کے صلح نامہ کی کتابت' ابو سفیان کو داخل اسلام ہونے میں ذریعہ بننا' حاطب بن ابی بلتعہ کی غداری کا افشاء' خالد بن ولید کی غلطی کا ازالہ کرنے کے لیے جبران میں حضرت علی کی نیابت نبوی فتح مکہ میں کعبتہ اللہ میں بتوں کو سرنگوں کرنے میں حضرت علی کا کردار' جنگ حنین کی خدمات اور پھر جنگ تبوک کے موقع پر مدینہ پاک میں نیابت۔ حدیث منزلت سورہ براۃ "توبہ" کا شان نزول' حضور کی قربانی اور مدیٰ میں حضرت علی کی شرکت' حجتہ الوداع میں حضور سے قربت' مرض الموت میں خدمت گزاری تکفین و تدفین میں حضرت علی کی مصروفیت ایسے واقعات ہیں جنہیں ابن اسحاق نے بڑے مربوط انداز میں بیان کیا ہے۔ غالبا" بعض مورخین حضرات کو ان واقعات کی روشنی نے ابن اسحاق کو مائل بہ شیعیت قرار دینے پر آمادہ کیا ہے۔

ابن اسحاق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بہادری اور شجاعت کے کارنامے بڑی تفصیل سے بیان کرتے جاتے ہیں۔ غزوات اور سرایا کے سلسلہ میں ابن اسحاق نشاندہی کرتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جہاد کے علم عطا ہونا' بدر اور احد میں آپ کو علمبرداری کا شرف ملنا' بنی حذیفہ اور خیبر میں آپ کے کارنامے' مشرکین قریش کو تہ تیغ کرنا' بدر' احد' اور جنگ خندق میں حضرت علی کے کارنامے۔ جنگ خیبر میں یہودیوں کے جنگجو سرداروں کو قتل کرنا جیسے واقعات پر روایات کا قلمبند کرنا ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کو محب علی قرار دیتا ہے۔ کیا یہ کارنامے یا اس کا بیان ایک مورخ کو شیعہ قرار دے سکتا ہے؟

محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے ان کارناموں سے ہٹ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بعض کرامات اور روحانی تصرفات کو بھی پیش کیا ہے۔ جس سے عام مورخین کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ وہ شیعہ تھے' یا شیعوں کے طرفدار تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو ان کی شہادت سے آگاہ کر دیا تھا اور اس بدبخت کا تعارف بھی کروا دیا تھا۔ جن کے ہاتھوں آپ کی شہادت ہونا تھی۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے آشوب چشم کو حضور کے لعاب دہن سے شفا پانا بھی ایک کرامت ہے۔ پھر جنگ خیبر میں یہ اعلان فرمانا کہ صبح میں اس شخص کو اسلام کا علم دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور

marfat.com

اس کے ہاتھ سے قلعہ خیبر فتح ہوگا۔ کرامات اور انعامات کے ذکر سے محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کو شیعہ کہہ دینا ایک سطحی سی بات ہے۔ محمد ابن اسحاق نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کے واقعات کو بھی نقل فرمایا ہے۔ پھر خلافت کے معاملات پر گفتگو کی ہے۔ حضرت عباس اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وہ گفتگو جو حضور کی بیماری کے وقت ہوئی تھی' اسے نقل کیا ہے۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں صحابہ کی گفتگو پھر حضور کی تدفین کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ سیدہ فاطمتہ الزہرا کا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بیعت کے بارے میں اختلاف' مہاجرین و انصار کی خلافت کے متعلق مختلف آراء حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فضل بن عباس کو خلافت کے معاملات میں استحقاق کے اظہار سے منع کرنا۔ حضرت علی کو سیدنا عمر فاروق کی تہدید کہ حضرت ابوبکر کی بیعت میں پس و پیش نہ کی جائے۔ پھر فدک کے معاملے میں سیدہ فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا حضرت صدیق اکبر کے سامنے خطاب کرنا یہ ہیں وہ واقعات اور روایات ہیں جن کے نقل کرنے کی وجہ سے کئی حضرات ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کو شیعہ خیال کرتے ہیں۔

ابن ہشام نے حضرت علی کی خلافت کے زمانہ میں ان اختلافات کا ذکر نہیں کیا' جو سیدہ عائشہ صدیقہ کے متعلق شیعہ حضرات بیان کرتے ہیں۔ حضرت علی کے متعلق یہ بات کہ آپ کے حکم سے حضرت محمد بن جعفر اور محمد بن ابو بکر نے کوفہ میں لشکر تیار کر لیے تھے۔ حضرت ابن عباس کا طلحہ و زبیر کے پاس جانا اور ان سے جواب لانا۔ حضرت علی کا حضرت معاویہ کو بیعت کی دعوت دینا۔ عبداللہ بن عمر کا حضرت معاویہ سے مل جانا' حضرت علی کو حضرت عبدالرحمٰن ابن کلدہ کا پیغام جو شہداء صفین کے متعلق تھا۔ پھر میدان جنگ سے زخمیوں کو ہٹا دینا' حضرت معاویہ کا اپنے ساتھیوں سے مذاکرہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے انتقام لینے کا فیصلہ' جبکہ ان واقعات اور روایات کو ابن اسحاق نے اپنی کتاب میں قلمبند کیا ہے۔

اسی طرح حضرت علی کے طرفداروں اور ان کے مخالفین کے مناظر کو پیش کیا گیا ہے۔ مروان بن حکم اور علی بن الحسین کی گفتگو اور بنی امیہ کے طرفداروں کی بد گوئی کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔ حجاج بن یوسف کے دربار میں حسن بن ابی الحسن کی وہ تقریر جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل پر مشتمل ہے جس پر حجاج بن یوسف بڑا آشفتہ ہوا تھا۔ ابن اسحاق کی تحریروں میں ملتی ہیں۔

ان واقعات کے علاوہ ہمیں ابن اسحاق کی روایات میں حضرت فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد' آپ کی وفات۔ کے بعد حضرت علی کا ابی العاص بن الربیع کی بیٹی امامہ (جو زینب بنت رسول اللہ سے تھیں) دوسری شادی کرنا۔ پھر سیدہ ام کلثوم کی حضرت عمر فاروق سے شادی اور اس پر حضرت علی کی

marfat.com

نارضامندی کا اظہار۔ پھر حضور کی یہ حدیث کہ قیامت کے دن تمام لوگوں کے حسب اور نسب منقطع ہو جائیں گے' صرف میری اولاد سے نسبت کی وجہ سے باقی رہیں گے۔ پھر حضرت عمر کی شہادت کے بعد حضرت سیدہ ام کلثوم کی دوسری شادی عون بن جعفر کے ساتھ کا واقعہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے سے گفتگو' حضرت علی کے اقوال جن میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کی فضیلت و حرمت صرف اس بناء پر ہوگی کہ انہیں حضور نبی کریم سے نسبی جسی نسبت تھی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اپنے بیٹوں سے حضرت ام کلثوم کی شادی کے متعلق گفتگو' ایسی روایات ہیں جنہیں پڑھنے کے بعد شیعی مورخین نے ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کو شیعہ تسلیم کر لیا ہے (ان روایات کے نقل کرنے یا اپنی کتاب میں جمع کرنے سے ایک مورخ کو شیعہ قرار دینا خوش فہمی اور جانبداری کے سوا کچھ نہیں۔ مورخ کو ہر قسم کے واقعات کو بیان کرنا ہوتا ہے)۔

سیرت ابن ہشام کی شہرت کی وجہ

ہم نے سابقہ صفحات پر محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے مشہور راویوں کا تذکرہ کیا ہے ہمارا مقصد یہ تھا کہ ان آثار اور ماخذ کی نشاندہی کی جاسکے' جو دوسری صدی ہجری کے آغاز میں ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی سیرت کی بنیاد بنے۔ محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی سیرت کی اہمیت اس وجہ سے ہے کہ آپ کی روایات ان اطلاعات اور اخبار پر مبنی تھیں' جو مدینہ کے دانشمند اور محدثین بیان کرتے تھے اور ہر شخص انہیں قبول بھی کرتا تھا اور تصدیق بھی کرتا تھا۔ ان روایات اور گفتگو میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مختلف پہلو بیان کیے جاتے تھے۔ اہل بیت اور صحابہ کرام کے کارنامے اور اس زمانے کے واقعات کا تذکرہ کیا جاتا تھا۔

ان کوششوں سے یہ فائدہ ہوا کہ کم از کم آٹھ مجموعے ترتیب دیئے گئے۔ یہ مجموعے ان روایات پر مشتمل تھے' جو ان کے مشہور شاگردوں اور بلا فصل راویوں نے بیان کیے تھے۔ روایات کے یہ مجموعے وقت کے ساتھ ساتھ ناپید ہوتے گئے اور چند قطعات یا اس کے حصے کہیں کہیں باقی رہ گئے۔ اس صورت حال کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم ابن ہشام یا طبری کی روایات کو بے بنیاد قرار دے دیں یا انکا کوئی ماخذ ہی نہ بتائیں۔ حقیقت یہ ہے ابن ہشام یا سیرت کی دوسری کتابوں کی اصل بنیاد تو ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے مرتب کردہ مجموعے ہیں یا ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے شاگردوں کی بیان کردہ وہ روایات ہیں جو ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی وساطت سے انہیں پہنچی تھیں۔ یہ روایات زمانہ قبل از اسلام حضور کی زندگی کے

marfat.com

واقعات' آپ کے صحابہ اور خلفاء کے سامنے لائی ہیں۔ یہ تمام ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی کوششوں کا نتیجہ ہیں اور آج جو کتابیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر راہنمائی بہم پہنچاتی ہیں وہ ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی کوششوں کا ثمرہ ہیں۔

لیکن ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آخر ابن اسحاق کی روایات کے مجموعے اور روایات کن حالات میں طاق نسیاں میں چلی گئی تھیں۔ اور انہیں مورخین نے کیوں نظر انداز کیا۔ عبدالملک بن ہشام کی "سیرت النبویہ" یا "سیرت رسول اللہ" جس کی بنیاد زیاد بن عبداللہ بکائی کی روایات پر تھی اور ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب مبدا' کتاب مبعث' کتاب مغازی سے لی گئیں تھیں۔ اہل علم و فضل میں کس طرح مشہور ہو گئیں۔ حتیٰ کہ ابن اسحاق کی کتاب ہی "سیرت ابن ہشام" کے نام سے مشہور ہو گئی اور عالم اسلام میں پھیلتی گئی۔ پھر اسی کتاب "سیرت ابن ہشام" کو اہل علم و تحقیق نے حوالہ کی کتاب جانتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال اور مغازی پر آگاہی حاصل کرنا شروع کر دی۔ اور سیرت ابن ہشام نے لوگوں کو دوسرے منابع اور ماخذ سے بے نیاز کر دیا۔

ایک وقت آیا کہ سیرت ابن ہشام نے ایک درسی کتاب کی حیثیت اختیار کر لی۔ پھر یہی کتاب سیرت نبوی کا ماخذ اور مراجع مانی جانے لگی اور مستقبل کے مورخین اور سیرت نگاروں کے مطالعہ کی بنیاد بن گئی حتیٰ کہ یعقوبی جیسا مورخ اور سیرت نگار بھی تیسری صدی میں ابن اسحاق کی روایات کی بجائے صرف اور صرف ابن ہشام کی ہی روایات کو پھیلاتا چلا جاتا ہے۔ اسی طرح چوتھی صدی ہجری کے آخری حصہ اور پانچویں صدی ہجری کے اولین حصہ میں ابن الوزیر المغربی (۳۷۰ ـــــ ۴۸۱ھ) سیرت ابن ہشام کو ہی مشعل راہ بناتے رہے ہیں۔ اس کتاب کو ان سیرت نگاروں نے بیس ۲۰ حصوں میں تقسیم کیا اور قرآن کی سنت پر اسے تیس پاروں "جزو" پر ترتیب دیا۔ ہر صبح تلاوت قرآن سے فارغ ہو کر "سیرت ابن ہشام" کے چار حصے پڑھا کرتے تھے۔ ان تیس ۳۰ اجزاء کو اکثر مورخین نے بڑا مستند اور معتبر مانا ہے۔

چھٹی صدی ہجری میں "سیرت ابن ہشام" کو اس قدر شہرت ملی کہ ابن اسحاق کے تمام تر راویوں کی روایات کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ فقط اس کی آٹھ روایات رہ گئیں۔ اور یونس بن بکیر سے صرف ایک روایت باقی رہ گئی۔ اسی چھٹی صدی ہجری میں ابن ہشام کی شہرت اوج ثریا پر تھی۔ یہ وہی زمانہ ہے جب علمائے احادیث' اور فضلائے ادب نے علوم سیرت کو خصوصی توجہ کا مرکز بنایا تھا۔ صرف سیرت ابن ہشام ہی ایسی درسی کتاب تھی جسے طلباء پڑھتے استاد اس کی شرح کرتے اور اہل علم و دانش اس کی شرحیں لکھنے میں

marfat.com

معروف ہو گئے۔

"سیرت ابن ہشام" کے شارحین میں سے ایک بزرگ ابو القاسم عبدالرحمان سہیلی (۵۰۸ــــ ۵۸۱ھ) ہیں۔ انہوں نے اپنی مشہور کتاب "روض الانف" لکھ کر نام پیدا کیا۔ دوسرے صاحب ابو ذر مصعب بن محمد خشنی اندلسی (۵۳۳ــــ ۶۰۴ھ) ہیں' جنہوں نے "روض الانف" کا حوالہ لئے بغیر اپنی کتاب شرح مشکلات سیرت بنام "غریب سیرت النبویہ" لکھ کر اہل علم کو دعوت مطالعہ دی۔ ہم ان دونوں کتابوں کو سیرت ابن ہشام کی بہترین اور مفصل شرحیں تصور کرتے ہیں۔

اسی زمانے میں دنیائے اسلام کے مغربی ممالک میں دو دانشور اٹھے۔ جنہوں نے "سیرت ابن ہشام" کی تاریخی' ادبی' لغوی' اور معنوی مشکلات کو حل کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ پھر ایک بزرگ نے ابن ہشام کی تلخیص کرنا شروع کی اور زوائد اور حشو کو دور کیا۔ انہوں نے اس طرح طلباء اور دوسرے لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کر دیں۔ جن بزرگوں نے "سیرت ابن ہشام" کا خلاصہ کیا ان میں سے ایک کا اسم گرامی برہان الدین ابراہیم بن محمد الرحل الشافعی ہے۔ جنہوں نے "سیرت ابن ہشام" کا خلاصہ کرنے کے ساتھ ساتھ ایک نئے انداز میں سیرت کو اٹھارہ جلدوں میں مرتب کیا اور اس کا نام "الذخیرہ فی مختصر السیرہ" رکھا ایک دوسرے بزرگ عمادالدین ابو العباس احمد بن ابراہیم بن عبدالرحمان واسطی (متوفی ۷۱۱ھ) ہیں۔ انہوں نے ابن ہشام کی کتاب "السیرت" کا خلاصہ لکھا تھا۔ جسکا نام "مختصر سیرت رسول اللہ" رکھا گیا۔ انہوں نے "سیرت ابن ہشام" میں درج تمام اشعار کو نکال دیا۔ نساب اور دوسرے زوائد کو حذف کر دیا۔ انہوں نے صرف ان روایات کو رہنے دیا' جو ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے درج تھیں۔ اور انکی عبارت کو "قال ابن اسحاق" کے نام سے شروع کرتے ہیں۔

"سیرت ابن ہشام" کو بعض ارباب علم و سخن نے اشعار میں ڈھالا۔ ان میں سے ایک عربی شاعر ابو نصر فتح بن موسیٰ بن حماد مغربی قصری ہیں۔ آپ ۵۸۸ھ میں "ہسپانیہ" میں پیدا ہوئے اور ۶۶۳ھ میں مصر میں فوت ہوئے تھے۔ انہوں نے مختلف علوم میں نظم و نثر میں کئی کتابیں لکھی تھیں۔ انہوں نے "سیرت ابن ہشام" کو مکمل طور پر نظم کر دیا تھا۔ اسی زمانے کے ایک اور شاعر ابو محمد بن احمد سعید دیرینی (۶۱۲ــــ ۶۹۴ھ) تھے۔ آپ مسلکاً شافعی تھے۔ آپ کی بہت سی کتابیں فقہ' تفسیر تصوف میں نظم و نثر میں سامنے آئیں۔ انہوں نے "سیرت ابن ہشام" کو بڑی عمدگی سے نظم میں ڈھالا۔ اسی زمانہ میں ابوبکر محمد بن ابراہیم بن فتح الدین نابلوسی ملقب بہ ابن شہید (۷۲۸ــــ ۷۹۳ھ) نے ابن ہشام کو شعری سانچہ میں ڈھالا اور

marfat.com

اسکا نام "فتح القریب" رکھا۔ ان کے ایک ہمعصر ابو اسحاق انصاری نے "سیرت ابن ہشام" کو قافیہ لام میں نظم میں لکھا تھا۔

"سیرت ابن ہشام" پورے عالم اسلام میں شہرت یافتہ کتاب بن گئی۔ طالبان علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات و اخبار سننے کے لیے علماء کرام اور محدثین کی مجالس میں پہنچے۔ وہ ایسے علماء کرام کی مجالس میں خصوصیت کے ساتھ حاضر ہوتے جو مستند روایات سناتے اور اپنی سند کے لیے روایات کا سلسلہ ان حضرات تک لے جاتے' جنہوں نے سیرت کے واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اور ان اخبار کو اپنے کانوں سے سنا تھا۔ اس سلسلہ میں محمد ابن اسحاق کی سند سب سے اہم اور دلپسند تھی۔ ابن ہشام بذات خود اور ان کے راویوں کا یہی طریقہ کار تھا کہ وہ کوئی واقعہ سند کے بغیر بیان نہیں کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ابن ہشام کے بہت سے راوی مصر پہنچے۔ کیونکہ ابن ہشام نے مصر کی طرف ہجرت کی تھی۔ اور زندگی کے آخری ایام تک وہاں ہی رہے اور اپنی کتاب کو ابوبکر احمد بن عبداللہ محمد بن عبداللہ بن عبدالرحیم برقی زہری (متوفی ۲۷۰ھ) اور ان کے بھائی ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ (متوفی ۲۴۹ھ) اور ابو سعید عبدالرحیم بن عبداللہ (متوفی ۲۸۶ھ) کے سامنے تقریرا بیان کیا تھا۔ ہمارے نزدیک "سیرت ابن ہشام" کا سلسلہ روایت و تقریر ان تین بزرگوں پر ختم ہو گیا تھا۔ چنانچہ علامہ قفطی نے فرمایا تھا۔ سیرت ابن ہشام کو مصریوں نے تمام دنیا میں پھیلا دیا اور حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کا قدر و شرف اہل شام اور اہل مصر ہی جانتے ہیں۔ اور نفاست و عزت جو ان لوگوں نے کی اس کا جواب نہیں ملتا۔ اور وہی اس کے کمالات اور معرفت کے ابتدائی امین ہیں۔

مصری اور شامی اہل علم کے برعکس ایران میں تو سیرت ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کو اتنی شہرت نہ مل سکی بلکہ ایران اور دوسرے مشرقی ممالک اسلامیہ میں یہ کتاب "غریب الوجود" ہی رہی۔ اس کتاب کا فارسی مترجم (جس کا ہم اردو میں ترجمہ لا رہے ہیں) فرماتے ہیں "جن دنوں ہم شام کے سفر میں نکلے اور زیارت "بیت المقدس" سے مشرف ہوئے تو محمد ابن اسحاق کی سیرت کے سماع کے لیے مصر کا سفر اختیار کیا۔ کیونکہ ان دنوں مصر میں دو ایسے نامور شیوخ اور علماء موجود تھے۔ جو سیرت ابن اسحاق کو روایت کرنے میں مشہور و معروف تھے۔ اور نہایت اعلی درجہ پر اس کتاب کی تمام جزئیات کو بیان کرتے تھے۔ یہ دونوں بزرگ مصر میں مرجع خلایق تھے۔ ان میں سے ایک کا نام زکی الدین بن حباب رحمتہ اللہ علیہ تھا۔ ہم نے ان کی مجلس میں حاضر ہو کر پوری کتاب سماع کی۔ دوسرے قاضی ابن موسی رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ جو ایک

marfat.com

مستند عالم کی حیثیت سے مسند نشین تھے۔ ان دونوں بزرگوں کے علم و فضل کو عالم اسلام میں تسلیم کیا جاتا تھا۔ دور و دراز سے علماء ان کی مجالس میں پہنچتے تھے۔ علماء و فضلا کے علاوہ وقت کے بادشاہ اور سربراہان مملکت بھی ان کی مجالس میں حاضر ہو کر سیرت رسول پاک سنتے تھے"۔

یہ دونوں بزرگ سیرت کی روایات بیان کرنے میں بڑے ہی شہرت یافتہ تھے۔ وہ اس خاندان علمی سے تعلق رکھتے تھے جن کے کئی افراد مصر میں قاضی اور محدث کی حیثیت سے زندگی بسر کرتے رہے ہیں۔ چھٹی صدی ہجری کے آخر اور ساتویں صدی ہجری کے ابتدائی سالوں میں یہ دونوں بزرگ قاہرہ میں تدریس علوم اسلامیہ کی مسند پر رونق افروز تھے۔ حدیث و فقہ کے طلباء انہی سے فیض حاصل کرتے تھے۔ ان کتابوں میں جو آپکے درسوں میں پڑھائی جاتی تھیں۔ ان میں سیرت رسول "سیرت ابن ہشام" ہی تھی جسے ابن اسحاق کی روایات کی روشنی میں پڑھایا جاتا تھا۔

اس زمانہ میں دو اور دانشمند بے پناہ شہرت کے مالک ہوئے تھے۔ ایک قاضی اجل ثقتہ الملک ابو محمد عبداللہ ابن القاضی ابی الحسن محمد بن ابی محمد عبداللہ بن ابی المعالی الجلی الرملی تھے۔ آپ ۵۲۱ھ میں مصر میں پیدا ہوئے۔ اور مصر کی مسند قضا پر فائز رہے۔ آپ اپنے زمانہ کے محدث اور فقیہ ہوئے ہیں۔ آپ نے ابو محمد عبداللہ رفاعہ بن عزیر سے سماع حدیث حاصل کیا تھا۔ اور ذکی الدین عبدالعظیم ابن عبدالقوی المنذری (۵۸۱ ـــــ ۶۵۶ھ) جیسے بلند پایہ مصنف کتاب التکملہ لوفیات النقہ نے آپ سے استفادہ کیا تھا۔ آپ جامع مسجد عمرو ابن العاص میں ۶۰۲ سے ۶۰۶ھ تک خطیب رہے۔ اور ابن ہشام کا درس دیتے رہے۔ آپ ذوالحجہ ۶۱۳ھ میں فوت ہوئے۔

دوسرے بزرگ قاضی اجل ابوالبرکات عبدالقوی ابن القاضی الجلیس ابی المعالی عبدالعزیز بن الحسین بن عبداللہ الجباب التمیمی رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ انہوں نے بھی ابی محمد عبداللہ بن رفاعہ سے سیرت کو روایت کیا ہے۔ وہ ۵۳۶ھ میں پیدا ہوئے۔ اور مصر کے مشہور اساتذہ اور معلمین میں سے تھے۔ آپ کا خاندان علم و فضل کا سرچشمہ تھا۔ آپ ۶۲۱ھ میں پچاسی سال کی عمر میں فوت ہوئے تھے۔ مصر کے یہ دو بزرگ ہیں، جن کا "سیرت ابن اسحاق" کے فارسی ترجمہ نے نام واضح طور پر لیا ہے۔ یہ دونوں عبداللہ بن رفاعہ کے شاگرد تھے۔ ان کا بلند درجہ علماء میں شمار ہوتا تھا۔ یہ وہ بزرگ تھے جنہوں نے ابن اسحاق کی سیرت کے قلمی اور خطی نسخے کی زیارت کی تھی۔ ان کے پاس یہ نسخے محفوظ تھے۔ لیکن انہوں نے ابن ہشام کی سیرت کو بڑے انہماک سے مطالعہ کیا۔ ان کا سلسلہ روایات اسی ترتیب کے ساتھ قائم تھا۔

marfat.com

۱) عبدالملک بن ہشام۔
۲) ابو سعید عبدالرحیم بن عبداللہ الزہری البرقی (م ۲۸۶ھ)۔
۳) ابو محمد عبداللہ بن جعفر بن الورد البغدادی (متوفی ۳۵۱ھ)۔
۴) ابو عبداللہ محمد بن اصمعی القرطبی (متوفی ۳۸۰ھ)۔
۵) ابو الحسن علی بن الحسن بن الحسین المصری الخلتی القاضی (م ۴۹۲ھ)۔
۶) ابو محمد عبداللہ بن رفاعہ بن غدیر السعدی الفرضی (۴۶۲ ـــ ۵۶۱ھ)۔

سیرت ابن اسحاق کا فارسی میں ترجمہ

سابقہ صفحات میں ہم نے سیرت ابن اسحاق' سیرت عبدالملک بن ہشام ان کے شاگردان کے راویوں اور ان کے سامعین کے متعلق جس قدر گفتگو کی ہے وہ اصل عربی کتاب کے متعلق تھی۔ اور ہر گفتگو مستند ماخذ اور معتبر اسانید پر مبنی تھی۔ لیکن اب ہم اس شخص کے متعلق گفتگو کا آغاز کر رہے ہیں جس نے سیرت النبی ابن اسحاق کی عربی کتاب کا فارسی میں ترجمہ کیا تھا۔ اب تک اس کتاب کو اپنے قارئین کی نظر میں جس انداز میں پیش کیا گیا ہے اس کے ماخذ بھی عربی زبان سے ہی تھے۔ ہمارے پاس عربی کے وہ نسخے نہیں ہیں جن سے یہ فارسی ترجمہ کیا گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم آج تک کسی ایسی دلیل یا استدراک پیش کرنے سے قاصر ہیں جسکی بنیاد پر یہ فارسی ترجمہ وجود میں آیا تھا۔ اس لیے ہمارے قارئین کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اس بات کی جستجو کریں کہ آخر وہ کون شخص تھا۔ جس نے زیر نظر فارسی ترجمہ کو عربی زبان سے لا کر ہمارے سامنے رکھا ہے۔ ہم اس دیباچہ کے ماخذ اور اطلاعات کی روشنی میں موجودہ کتاب اور اس کے ترجمہ کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں۔ ان عبارات کی روشنی میں جو اب تک ہمارے سامنے آئی ہیں۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کتاب "سیرت ابن اسحاق" کا مترجم ایسا شخص ہے جس نے فارس کو اپنا وطن قرار دیا ہے۔ فارس سے نکل کر اس نے شام اور مصر کا سفر اختیار کیا۔ مصر میں قیام کیا۔ وہاں کے دو محدثین سے مصاحبت اور یگانگت پیدا کی۔ کتاب سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے پڑھا۔ ان میں سے ایک یعنی ابن فاضل الجباب نے پوری سیرت کو پڑھا۔ اور مصر سے واپسی پر شہر "ابرقوہ" ۶۱۳ھ میں واپس آیا۔ اور ۶۲۲ھ میں سلطان مظفر الدین سعد بن زنگی (متوفی ذی قعدہ ۶۲۳ھ) کے دربار تک رسائی حاصل کی اس سے ملاقات کی۔ اور اسی کے حکم سے اس کتاب کو فارسی میں ڈھال کر پیش کیا۔

marfat.com

سیرت رسول کے عربی نسخوں جن سے فاضل مترجم نے استفادہ کیا تھا۔ اسے اپنے مقدمہ میں تعریفی کلمات میں یاد کیا ہے۔ ان میں سے مختصر سیرت رسول اللہ مولفہ عماد الدین ابو العباس احمد واسطی کا تذکرہ ملتا ہے۔ یہ بزرگ ابو المعالی احمد ابن اسحاق بن محمد بن المؤید بن علی بن اسماعیل الہمدانی الابر قوہی (متولد ابرقوہ ۶۱۴ھ و متوفی بہ مکہ ۷۰۱ھ) ہیں۔ اسی نسخے کے سماع اور اسی نسخہ کی اطلاعات جو مختلف کتابوں سے حاصل ہوئی ہیں ترتیب دیں۔ یہ شخص ابن الجباب کا شاگرد عزیز ہے۔

ہم ان ماخذ کی بنیاد اور وو ستنفلد کے مقدمہ کی روشنی میں اور علامہ مجتبی مینوی مرحوم کے حوالوں سے استفادہ کرتے ہوئے اور مختلف کتابوں کی تحقیق و جستجو کے بعد کہہ سکتے ہیں کہ اس کتاب کے مترجم گرامی ابو المعالی احمد ابر قوہی کے والد گرامی تھے۔ یعنی رفیع الدین ابن ابی عبداللہ محمد بن المؤید بن علی بن اسماعیل بن ابی طالب ہمدانی قاضی ابر قوہ ہیں۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ شخص مصر سے واپسی پر اپنے وطن ابرقوہ ۶۲۲ھ میں آیا ہو اور سعد بن زنگی (ممدوح سعدی شیرازی) کے حکم پر ترجمہ میں مشغول ہو گیا ہو۔ علامہ مینوی نے اپنی تحقیقات کی روشنی میں ایک اور احتمال کا بھی ذکر کیا ہے کہ اگر مولف یہی بزرگ (رفیع الدین اسحاق بن محمد) ہیں تو ہمیں یہ بات بھی تسلیم کرنا ہوگی کہ وہ ایک بار شام اور مصر کے سفر کو گئے ہوں اور سیرت کو تنہا ابن الجباب سے پڑھا ہو۔ اور واپس آگئے ہوں۔ ۶۱۳ھ میں کتاب کا ترجمہ کیا ہو۔ دوبارہ ۶۱۳ھ میں دوسری بار مصر گئے ہوں اور ابن الجباب کی مجلس میں خود اور ان کے دونوں بیٹے شریک سماع رہے ہوں۔ تاکہ جو کچھ اس نے خود سنا تھا بیٹے بھی سن لیں۔ ہمارے نزدیک یہ احتمال زیادہ قابل قبول ہے جسے مرحوم مینوی نے بیان کیا ہے۔ کیونکہ جو مخطوطے یا نسخے بعد میں سامنے آئے ہیں۔ ان پر ۶۱۳ھ کی تاریخ ملتی ہے یہ وہ حقائق ہیں جنہیں ہم مرحوم علامہ مینوی کی یاد داشتوں کی روشنی میں لکھ رہے ہیں۔ اور وہ بھی انکی وفات کے بعد کی اطلاعات ہیں۔

رفیع الدین اسحاق ہمدانی قاضی ابر قوہ کا خاندان

ہم نے مرحوم علامہ مجتبی مینوی کی ان یادداشتوں کو سامنے رکھا ہے جو مرحوم نے شیخ فقیہ ابو محمد اسحاق بن الشیخ الاجل محمد المؤید بن علی بن اسماعیل بن ابی طالب ہمدانی الاصل مصری المولد الوبری الشافعی قاضی ابرقوہ رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق جمع کی تھیں۔ پھر ان احتمالات کو بھی بیان کر دیا گیا ہے جو ان کے سامنے آئے تھے۔ سیرت رسول پاک عربی سے فارسی ترجمہ کرتے وقت آپ خود اور ان کے دو بیٹے ذاکر اور ابو المعالی احمد باہم شریک رہے ہیں۔ اب ہم دوسرے ماخذ کو بھی سامنے رکھتے ہیں۔ علامہ ذکی الدین

marfat.com

عبدالعظیم المنذری (۵۸۱ --- ۶۵۶ھ) کی کتاب "التکملہ لوفیات النقلہ" کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً" ڈیڑھ صدی تک اس خاندان کے افراد ہمدان میں رہے۔ ان میں سے بعض غالباً" مصر میں بھی قیام پذیر رہے ہیں۔ وہ "وبری" اس لیے کہلاتے ہیں کہ "پوستین دوزی" یا "پوستین فروشی" کا کام کرتے رہے ہیں۔ اور انکا یہ کاروبار ایران' عراق' شام اور مصر تک پھیلا ہوا تھا۔ اور ان علاقوں میں ان کی کاروباری آمدورفت رہتی تھی۔ کبھی تو وہ اصفہان' ہمدان اور شیراز جیسے شہروں میں جاتے تھے اور اپنے وطن مالوف "ابرقوہ" میں قیام کرتے تھے۔ ان کے بعض افراد علم فقہ اور حدیث میں مشاق ہو گئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ اور تذکروں میں ان بزرگوں کے ناموں کے ساتھ شیخ' محدث' فقیہ' قاضی' صوفی' مرشد' صاحبان قدس' متقی قسم کے الفاظ ملتے ہیں۔

اس زمانہ میں علمی دنیا میں یہ رواج تھا کہ اہل علم ودانش حتیٰ کہ محدثین بھی علم کی تلاش میں علماء دین کی خدمت میں دوڑ دوڑ کر حاضر ہوتے تھے۔ تاکہ ان محدثین کی مجالس میں بیٹھ کر سماع حدیث کر سکیں۔ جو سند کے ساتھ روایت بیان کرتے تھے۔ اور ان کی روایات میں کسی قسم کی کوتاہی' ضعف یا سقم نہ ہو۔ یہ محدثین اپنی روایات کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ اور تابعین کی زبان کے الفاظ میں بیان کرتے تھے۔ اصلی روایت یا اصلی حدیث اسی کو قرار دیا جاتا تھا۔ جسے کسی صحابی' تابعی' یا مشہور عالم نے بیان کیا ہوتا تھا۔ پھر ایسی احادیث سن کر ایسے شاگردوں یا سامعین احادیث سے "روایت احادیث کی اجازت" بھی حاصل کرتے تھے۔ پھر استاد انہیں نقل حدیث کے قواعد' قیود' اور احتیاط کا پابند بناتا تھا۔ "روایت سماع قرآت" کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ اس طرح ثقات از زمرہ رواۃ اور طایفہ عدول از حوزہ حفاظ پیدا ہو گیا۔ یہ مجالس' یہ سفر' یہ محنت و مشقت اور ان قواعد پر عمل درآمد کرنے سے اس حقیقت کو روشن کرتے تھے۔ کہ ابتدائے کار یعنی پہلی صدی ہجری سے آخر صدی ہجری تک پھر دوسری صدی ہجری کے آغاز سے ساتویں صدی ہجری تک علمی روشنی کے قافلے رواں دواں رہے۔ مسلمانوں نے تعلیم کے ہر شعبہ کو نہایت تحقیق کے ساتھ حاصل کیا۔ خصوصاً احادیث کے جمع کرنے' اخبار کو ترتیب دینے' اور تدوین احکام سنن پر توجہ دی گئی۔ ارباب علم و فضل اور محدثین کے حلقے عالم اسلام کے معروف شہروں میں قائم ہو گئے۔

اسی طرح دوسرے ممالک اور غیر اسلامی اقوام سے بھی علم کی تلاش میں آنے والے لوگ ان حلقوں سے استفادہ کرتے۔ مدینہ منورہ' مکہ مکرمہ' کوفہ' بصرہ' بغداد' مصر' عراق شام میں ایسے علمی حلقے قائم ہوتے

marfat.com

گئے محدثین اور اسماء الرجال کے مورخین نے ان ادوار میں ان لوگوں کا تفصیلی ذکر کیا ہے' جو محض علم کی تلاش میں اپنے وطنوں سے کوچ کرکے اسلام کے علمی مراکز میں پہنچے۔ انہوں نے علم حاصل کیا اور احادیث کا سماع کیا۔

جن مراکز سے ان لوگوں نے علم کی دولت سے جھولیاں بھریں وہ اسلامی دنیا کے بے مثال ادارے تھے۔ اور ان میں مستند محدثین اور علوہمت علماء اور مستند راویان اخبار موجود ہوتے تھے۔ یہ ان حضرات کی علمی تقسیم کا ثمر تھا۔ دنیا کی مختلف اقوام کے لوگ بھی اسلامی علوم کو لے کر اپنے اپنے ملکوں میں پہنچے۔ اس طرح اسلامی حلقوں کے تربیت یافتہ حضرات اپنے اپنے علاقوں میں ایسے علمی حلقے قائم کرتے گئے اور دور دراز علاقوں میں رہنے والے لوگ علم دین سے ناآشنا طالب علم قرآن اور احادیث کی ضیاء سے منور ہوتے گئے۔ اس طرح شاگردی استادی کے تعلقات استوار ہوئے۔ دوستی اور مصادقت کے روابط قائم ہوئے۔ اطلاعات و معلومات میں ردوبدل کی فضا قائم ہوگئی۔ ان حضرات کے باہمی تعلقات سے اسلامی علوم کے اشاعت کی بنیادیں مضبوط ہوتی گئیں۔ اور ایک حلقہ کے افراد دوسرے حلقوں میں پہنچ کر تبادلہ خیالات کرنے لگے۔ سرزمین عرب سے نکل کر ایران' مشرق وسطیٰ سرزمین اقصیٰ اور دوسرے ممالک سے علمی روابط قائم ہونے لگے۔

یہ تھی وہ فضاء اور یہ تھے وہ حالات جن میں ایک مشہور علمی خاندان رفیع الدین ہمدانی قاضی ابرقوہ علم کی تلاش میں اٹھا۔ اور علم کی تحصیل اور احادیث کے اکتساب کے لیے دوردراز ممالک کا سفر اختیار کرتا گیا۔ اور وقت کے بزرگان دین اور دانشمندوں سے فیضیاب ہوتا گیا۔ انہوں نے ان علماء کرام سے جو کچھ حاصل کیا یا سنا تو اسے اپنی ایک کتاب سیرت رسول اللہ میں قلمبند کردیا گیا۔ وہ ایک ملک سے دوسرے ملک میں جاتے تو یہ سیرت کے تحفے اورہدیے ساتھ لے جاتے اور اسے ایسے لوگوں کو بھی پیش کرتے جنہیں ان سے واقفیت نہ تھی۔ لیکن وہ علمی ذوق کے مالک تھے۔ انہوں نے اس طرح سیرت رسول اللہ کے پڑھنے اور جاننے کا ذوق پیدا کیا۔

اس خاندان میں سب سے پہلا شخص جس نے بڑا نام پایا تھا وہ شیخ صالح ابو المحاسن مشرف بن المؤید بن علی ہمدانی شافعی المولدوبری معروف بہ ابن الحاجب و منعوت بہ اثیر۔ آٹھ جمادی الاول ۵۸۵ھ میں قاہرہ میں فوت ہوئے اور انھیں بزرگان دین اور علماء کے مشہور قبرستان کوہ مقطم میں دفن کیا گیا۔

مشرف بن المؤید ہمدان میں ایک بہت بڑے محدث بزرگ کو ملے۔ جن کا نام نامی ابو بکر ھبت اللہ

marfat.com

بن الفرج بن الفرج معروف "ابن اخت الطویل"—— ۴۵۲ھ میں ہمدان میں پیدا ہوئے اور اسی شہر میں ۵۴۲ھ میں فوت ہوئے۔ انہیں محلہ ظفر آباد میں ان کے دوست عالم اور ولی اللہ ابو العلاء الحسن بن احمد العطار رحمتہ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

ایک اور بزرگ اسی شہر ہمدان میں محمد بن ہمدانی ابو الفتوح طائی رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ یہ بڑے محدث، حافظ اور کتاب "اربعین طائیہ کے مصنف تھے۔ وہ ۴۷۵ھ میں ہمدان میں پیدا ہوئے۔ اور ۵۵۵ ھ میں اسی جگہ فوت ہوئے۔ انہوں نے خراسان عراق اور دوسرے علاقوں کے محدثین سے احادیث نقل کیں اور سنیں۔ اسی زمانے میں ایک بزرگ، جنہوں نے ہمدان میں علم حدیث حاصل کیا ابو المنصور شیردار بن شیرویہ تھے وہ ہمدان کے مشہور علماء اور صاحب تالیف بزرگوں میں سے تھے۔ آپ ۴۸۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۵۸ھ میں ہمدان میں ہی فوت ہوئے۔ ابو نصر یحییٰ بن خلف بن ابی نصر الحلقانی ہمدانی ۵۴۳ھ میں فوت ہوئے۔ وہ ہمدان کے بہت بڑے قاریوں میں شمار ہوتے تھے۔ اس شہر ہمدان میں ایک اور عالم دین الشریف ابو المناقب محمد بن حمزہ الحسینی علوی تھے۔ جو ۵۳۳ھ میں فوت ہوئے انہوں نے ابوبکر عبدالجبار شروانی سے علم حاصل کیا تھا۔

مشرف بن الموید ہمدان اصفہان میں ایک مشہور عالم دین جو اصفہان کے محدثین کی اولاد میں سے تھے۔ اور محلہ جوبارہ میں رہتے تھے ان کا نام نامی حافظ ابو مسعود عبدالجلیل بن محمد بن عبدالواحد اصفہانی جوباری تھا۔ وہ ۴۷۶ھ میں اسی شہر میں پیدا ہوئے اور شعبان ۵۵۳ھ میں فوت ہوگئے۔

دمشق میں ایک بزرگ ابو المظفر سعید بن سہل فلکی نیشا پوری خوارزمی، بادشاہ خوارزم کے وزیر تھے۔ وہ حج کے سفر سے واپس آئے اور دنیا سے کنارہ کش ہوگئے۔ اور دمشق میں ہی فوت ہوگئے۔ ان کی وفات ۵۲۰ھ میں ہوئی۔ ان سے ابوبکر محمد بن علی بن یاسر الجیانی الانصاری الاندلسی نے آپ سے حدیث سماع کی تھی، وہ ۵۶۳ھ میں حلب میں فوت ہوئے۔ موصل میں ایک اور بزرگ ابو عبداللہ الحسین بن نصر بن خمیس الجنی ملقب "بتاج السلام" تھے۔ وہ ۴۶۶ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۵۵۲ھ میں فوت ہوئے انہوں نے بھی حدیث یہیں سے پڑھی۔ مشرف بن الموید ہمدانی مصر میں پہنچے تو وہاں ابو الحسن علی بن ابراہیم بن المسلم الانصاری معروف بہ "ابن بنت ابی سعد" (م ۵۴۳ھ) سے بھی استفادہ کیا۔ اسکندریہ میں ایک اور عالم دین جو بڑے محدث تھے اور ان کا نام صدرالدین ابوالطاہر محمد بن احمد بن محمد بن ابراہیم سلفہ اصفہانی شافعی جو ۴۷۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۷۶ھ میں فوت ہوئے سے بھی علم سیکھا۔

marfat.com

مشرف بن المویدہمدانی دمشق اور مصر میں حدیث کا سبق دیا کرتے تھے۔ بہت سے شاگرد آپ سے اکتساب علم کرتے اور ان کی روایات کو آگے سناتے ان میں سے ابو علی الحسن بن احمد بن یوسف الاوقی الصوفی "بیت المقدس" میں تھے۔ اور شیخ ابو الحسن علی بن عبدالرحمن فارس بن برکات سعدی بھی آپ کے شاگرد تھے۔ ہمیں کسی کتاب سے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ زندگی کے کون سے حوادث تھے جن سے مشرف بن المویدہمدانی متاثر ہوئے تھے مگر جب ابو المناقب محمد بن حمزہ نے ہمدان میں اور علی بن ابراہیم انصاری ۵۳۳ھ میں مصر میں فوت ہوئے تو مشرف بن المویدہمدانی وہاں سے چل کر ہمدان اور قاہرہ میں حدیث سننے جا چکے تھے۔ دوسری طرف عتبہ اللہ بن فرج نے صفر ۵۳۸ھ سے جامع ہمدان میں حدیث سماع کی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اسی سفر میں ہمدان میں آئے ہوں یا کسی دوسرے سفر کے بعد ہمدان میں ٹھہرے ہوں۔

مشرف بن ابو المویدہمدانی کے بھائی اور رفیع الدین اسحاق قاضی ابرقوہ کے والد بھی ایک فاضل انسان تھے۔ جن کا نام شیخ صالح ابو عبداللہ محمد بن المویدبن علی بن اسماعیل بن ابی طالب ہمدانی مقری وبری نزیل مصر تھا۔ وہ دہم رجب ۶۴۱ھ کو قاہرہ میں فوت ہوئے تھے۔ انہیں کوہ مقطم کے دامن میں شیخ روز بہان متقی رحمتہ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ اس شخص نے ہمدان میں قرآن پاک کی قرات ایک معروف عالم دین اور مقری حافظ محدث نسابہ مورخ اور ادیب ابو العلا عطار سے سیکھی۔ اسی شہر ہمدان میں ایک بزرگ ابو الوقت عبدالاول بن عیسیٰ بن شعیب سجزی ہروی (۴۵۸ھ —— ۵۵۳ھ) تھے۔ وہ محدثوں کے شہر بغداد میں بخاری شریف کو تین واسطوں سے بیان کیا کرتے تھے۔ اسی طرح انہوں نے شیراز میں ابو المبارک عبدالعزیز بن محمد بن منصور خطیب و امام مسجد شیراز (م ۵۵۹ھ) ابو المعالی طغرل شاہ محمد بن حسین کاشغری واعظ (۴۹۰ھ —— ۵۴۰ھ) سے حدیث کی سماع کی تھی۔

محمد بن المویدنے قاہرہ میں ابو الجواد غیاث بن فارس لخمی فقیہ 'ادیب' شاگرد ابو عبداللہ بن رفاعہ' اور وقت کے نامور خطیب تھے۔ قرآن کی قرات حاصل کی۔ آپ نے ایک عرصہ تک قاہرہ میں قیام فرمایا اور حدیث بیان فرمایا کرتے تھے۔ عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری نے آپ کو دیکھا تھا اور ان سے استفادہ کیا تھا۔ آپ کے دو بیٹے تھے جن کے نام احمد و اسحاق تھے۔ اگرچہ احمد کا نام تو کتابوں میں نہیں' مگر ان کے بیٹے نجیب الرحمن کا نام محدث کی حیثیت سے سامنے آتا ہے۔ اسی خاندان کے ایک تیسرے شخص شیخ فقیہ ابو محمد اسحاق بن الشیخ الاجل ابی عبداللہ محمد بن المویدبن علی بن اسماعیل بن ابی طالب الہمدانی الاصل

marfat.com

المصری الزہری الشافعی المنعوت بالرفیع یعنی رفیع الدین قاضی ابرقوہ سیرت ابن اسحاق کے مترجم ہیں۔ یہ رفیع الدین ۵۸۲ھ مصر میں پیدا ہوئے اور قاہرہ میں ۱۸ جمادی الاول ۶۲۳ھ کو فوت ہوئے۔ اور کوہ مقطم کے دامن میں آسودہ خاک ہوئے۔

مصر میں رفیع الدین اسحاق اپنے والد محمد موید ابی عبداللہ محمد بن حمد الارتاحی (۵۰۸ ـــ ۶۰۱ھ) مصر کے ایک معروف حنبلی عالم دین ابی الفضل محمد بن یوسف الغزنوی (۵۵۲ ـــ ۵۹۹ھ) ابی الحسن علی بن ابراہیم بن نجا الدمشقی واعظ حنبلی (دمشق میں ۵۰۸ھ کو پیدا ہوئے ۵۹۹ میں قاہرہ میں فوت ہوئے) اسی طرح ان کی معاصرہ ام عبدالکریم فاطمہ بنت ابی الحسن سعد الخیر الاندلسی البلنسی (۵۲۲ھ کو اصفہان میں پیدا ہوئیں قاہرہ میں ۶۰۰ھ میں فوت ہوئیں) نے اصفہان میں ام ابراہیم فاطمہ جوزدانیہ جنہوں نے بغداد اور خراسان سے استماع حدیث اور کسب علم کیا تھا۔ اور ایک عرصہ تک بغداد' دمشق' اور قاہرہ میں روایت حدیث کرتی رہی ہیں' سے سماعت حدیث کی تھی۔

رفیع الدین علم کی طلب میں اپنے وطن سے چل کر شام چلے گئے۔ وہاں ابو حفص عمر بن معمر بغدادی دارقزی معروف بہ ابن طبرزد (متولد بغداد ۵۱۶ھ ـــ متوفی ۶۰۸ھ) سے اکتساب فیض کیا۔ ابو حفص نے اپنے بھائی ابو البقاء اور بغداد کے دوسرے علماء سے احادیث کی سماعت کی تھی۔ پھر بغداد اربل' حران حلب اور دمشق کے علماء سے اکتساب علم کرتے رہے۔

رفیع الدین دمشق سے دامن مراد بھر کر بغداد آئے وہاں حضرت ابی بکر محمد عبدالباقی بغدادی قاضی مارستاں (م ۵۳۵ھ) کے شاگردوں کی مجالس میں بیٹھے۔ پھر واسط میں ابو الفتح محمد بن احمد بختیار معروف بہ ابن مندائی (۵۱۸ ـــ ۶۰۵ھ) سے کسب علم کیا۔ ان علمی مراحل کا سفر طے کرنے کے بعد رفیع الدین ایران آگئے۔ انہوں نے یہ سفر ۵۰۹ یا ۶۰۰ کے درمیان اختیار کیا تھا۔ منذری کی روایات کے مطابق آپ نے اصفہان میں آکر ام ہانی عفیفہ دختر ابی بکر احمد بن ابی عبدالرحمان اصفہانی فارغانی (۵۱۰ ـــ ۶۰۶ھ) فاطمہ جوز دانیہ کے ایک شاگرد زاہر بن طاہر ابوالقاسم شحامی نیشاپوری (م ۵۳۳ھ) جیسے معتبر علماء سے استماع حدیث کی۔

ایران کے ان علمی شہروں کے سفر کے بعد رفیع الدین اپنے وطن مالوف ہمدان کو روانہ ہوئے۔ بزرگان دین کی مجالس سے فیض یاب ہوتے گئے۔ اسی سال آپ ابر قوہ کے قاضی کے منصب پر فائز ہوئے۔ یہاں ہی ۶۰۶ھ میں آپ کے بیٹے ذاکر کی ولادت ہوئی' تو آپ ابر قوہ میں ہی قیام پذیر تھے۔

marfat.com

رفیع الدین صفر ۶۰۹ھ میں ہمدان میں تھے۔ وہاں ہی آپ کتاب "المعرفۃ" تاریخ بسوی ابی محمد عبداللہ (م ۶۲۴ھ) بن ابی العلاء عطار سے سبقاً سبقاً پڑھتے رہے۔ چنانچہ رفیع الدین کے بیٹے ذاکر کی زبانی ابن الصابونی نے بتایا ہے کہ یہ دونوں باپ بیٹے ۶۱۰ھ میں اصفہان میں تھے۔ چنانچہ ۶۱۵ھ میں آپ کا دوسرا بیٹا ابو المعالی احمد پیدا ہوا۔ انہوں نے دیباچہ سیرت "ترجمہ" میں لکھا ہے کہ "بدان کہ سنہ اثنی عشر و ستہ مائتہ چوں مارا جانب شام بہ فارس معاودت افتاد" اس طرح آپ نے مصر کے سفر کے دوران ابن الجباب رحمتہ اللہ علیہ سے سیرت ابن اسحاق کی سماعت کی تھی۔

دکتر اصغر مہدوی کی تحقیقات

فاضل مترجم نے "سیرت رسول اللہ" کے فارسی ترجمہ رفیع الدین اسحاق بن محمد ہمدانی کے علمی خانوادہ کا بڑی تحقیق و تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔ اس خانوادہ کے ایک ایک فرد کے حالات قلمبند کیے ہیں ان کے اساتذہ ان کے شاگردوں پر بھی تفصیلی تبصرہ فرمایا ہے۔ ہم اس طویل اور تفصیلی تحقیق کو اس دیباچہ میں نہیں لا رہے۔ اسی طرح فاضل مترجم جناب دکتر اصغر مہدوی نے کتاب کے مخطوطے اور قلمی نسخوں پر بڑی عرق ریزی سے قلم اٹھایا ہے۔ ہم اپنے قارئین کو ان تفصیلات میں نہیں لے جانا چاہتے۔ ہم صرف ان قلمی اور خطی نسخوں کی نشاندہی کرنا ضروری خیال کرتے ہیں' جو اس ترجمہ فارسی کی بنیاد بنے۔

فاضل مترجم کے سامنے برطانیہ کے عجائب گھر کی لائبریری کا ایک مخطوطہ نمبر ۶۴۷۵ قسمت شرقی رہا اور اس ترجمہ کی بنیاد بنا۔ یہ نسخہ ۳۷۱ صفحات پر پھیلا ہوا ہے اور ہر صفحہ پر ۲۵ سطریں تسوید کی گئی ہیں۔ نہایت خوش خط ہے جسے غریب بن حلاج خوش نویس نے لکھا تھا۔ اس نے کتابت کی تکمیل شیراز میں بتاریخ یک شنبہ اوائل ربیع الاول ۶۷۷ھ کو کی تھی اور اسے سعد بن زنگی کے حکم سے کتابت کرایا گیا تھا۔

فاضل مترجم کی رسائی ایک اور خطی نسخہ تک بھی ہوئی ہے۔ جو طوپ قپو سرائے استنبول ترکی میں موجود ہے۔ یہ ۶۹۳ھ کا لکھا ہوا نسخہ ہے۔ تیسرا نسخہ ایا صوفیہ کی لائبریری میں موجود ہے' جو قلمی شعبہ کے نمبر ۳۲۵۵ میں موجود ہے۔ اسے محمود بن احمد بن محمد التستری نے بتاریخ یکشنبہ نہم محرم ۷۳۸ھ میں مکمل کیا تھا۔ چوتھا نسخہ مترجم دکتر اصغر مہدوی کی اپنی ذاتی لائبریری میں موجود ہے جسے انہوں نے ۸۸۱ نمبر دیا ہے۔ یہ نسخہ بڑی تقطیع پر بڑی خوبصورت روشنائیوں سے تحریر کیا گیا ہے اور "السلطان بالسیغر بہادر" کی

marfat.com

شاہی مہر سے مزین ہے' اسے احمد بن علی بن سلیمان البلدی نے آخر محرم ۷۷۶ھ میں تحریر کیا تھا۔
پانچواں قلمی نسخہ پیرس کے قومی کتب خانہ میں موجود ہے جسے عبدالعلی کاتب تبریزی نے دھم جمادی الثانی ۷۴۳ھ میں لکھا تھا۔

چھٹا نسخہ خطی کتاب خانہ مجلس میں موجود ہے جسے محمد کاتب سجستانی نے ۸۵۲ھ میں مکمل کیا تھا۔
ان مخطوطوں کے علاوہ فاضل مترجم کے سامنے دس سے زیادہ قلمی نسخے آئے' جو بعض ناقص الاول یا ناقص الآخر تھے' لیکن فاضل مترجم نے ان سے بھی بھرپور استفادہ کیا اور بڑی تحقیق و جستجو سے اپنا ترجمہ فارسی تیار کیا۔ مقدمہ کے آخری صفحات میں فاضل مترجم نے ان ارباب علم و فضل کا شکریہ ادا کیا ہے جو اس سلسلہ میں اس کے کسی طرح بھی معاون رہے تھے۔ ان کی ان بے پایاں کاوشوں اور ریاضتوں سے سیرت رسول اللہ کا زیر نظر مطبوعہ نسخہ شرکت آفسٹ سہامی عام کی وساطت سے ۱۳۴۱ھ میں تہران ایران سے زیور طبع سے آراستہ ہو کر سامنے آیا۔

marfat.com

سیرتِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم

بروایت

ابنِ اسحاق

: محمدؐ ابنِ اسحاق بن یسار رحمۃ اللہ علیہ (۸۵ھ ــ ۱۵۰ھ)

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ( )

(۱)

شجرہ نسب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن ادد بن مقوم بن ناخور بن تیرخ بن یعرب بن یشجب بن نابت بن اسماعیل (علیہ السلام) بن ابراھیم (علیہ السلام) بن تارخ بن ناحور بن ساروخ بن ساروخ بن راعو بن نالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح (علیہ السلام) بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (علیہ السلام) بن یرد بن مھلیل بن قینن بن یانش بن شیت (علیہ السلام) بن آدم علیہ السلام ●

اخنوخ حضرت ادریس علیہ السلام کا نام ہے جو حضرت آدم کی اولاد میں سے ہیں اور انہیں یہ امتیازی حیثیت حاصل ہوئی کہ انہیں سند پیغمبری تحریری طور پر دی گئی۔

(۲)

فضیلت نسب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

(حضرت اسماعیل علیہ السلام سے حضرت عبداللہ کے دور تک)

اس باب میں ادوار کو چند فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے جنکی تفصیل اسطرح ہے۔

پہلی فصل :۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد

دوسری فصل :۔ سلسلہ نسب نبوی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے عدنان تک

تیسری فصل :۔ معد بن عدنان کے بارے میں

چوتھی فصل :۔ نزار بن سعد کے بارے میں

پانچویں فصل :۔ الیاس بن مضر کے بارے میں

چھٹی فصل :۔ مدرکہ بن الیاس کے بارے میں

marfat.com

ساتویں فصل :۔ جناب عبدالمطلب کی اولاد کے بارے میں

پہلی فصل:۔

مصنف کتاب محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ صاحبزادے تھے جنکے نام یہ ہیں۔ (۱) نابت (۲) قیدر (۳) ازبل (۴) مبشی یا مبشا (۵) مسمع (۶) ماشی (۷) دما (۸) ازر (۹) طیما (۱۰) **یطور** (۱۱) نبش (۱۲) قیذما

اولاد اسماعیل علیہ السلام میں نابت سب سے بڑے تھے ان کی والدہ مضاض بن عمرو جرہمی کی بیٹی تھیں۔ جرہم قحطان کے بیٹے تھے۔ قحطان اہل یمن کے جد اعلیٰ ہیں۔ قبائل عرب جو یمن میں مقیم تھے اور قحطان کا سلسلہ نسب یہ ہے قحطان بن عامر بن شالخ بن ارخشد بن سام بن نوح علیہ السلام ●

مشہور مورخین کا کہنا یہ ہے کہ تمام عرب یا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں یا قحطان کی جبکہ بعض لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ قحطان حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے تھے اور تمام عرب ہی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں۔

لیکن ہماری (محمد بن اسحاق) کی تحقیق یہ ہے کہ قبائل کا وجود حضرت اسماعیل علیہ السلام سے پہلے بھی ملتا ہے جیسے قوم عاد۔ ثمود۔ جدیس۔ طسم۔ عملاق وامیم

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر:۔

ابن اسحاق کی تحقیق کے مطابق حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر ایک سو چھتیس (۱۳۶) سال ہوئی آپ کی والدہ محترمہ کا نام سیدہ ہاجرہ تھا انکا تعلق سرزمین مصر سے تھا یہ دونوں خانہ کعبہ میں احاطہ حطیم میں مدفون ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "جب تم مصر کو فتح کرو تو اس علاقہ کے لئے امن وسلامتی ہے"۔

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ میری حیات ظاہری کے بعد جب مصر فتح ہو تو مصر کے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔ ان کے ساتھ رعایت کرنا کیونکہ مصریوں کے ساتھ تعلقات اور رشتہ داری ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مصریوں کے ساتھ ایک رشتہ تو یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جد اعلیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کا تعلق سرزمین مصر سے

marfat.com

تھا اور دوسرا رشتہ یہ ہے کہ سیدہ تبلیہ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراھیم کی والدہ تھیں انکا تعلق بھی مصر سے تھا۔ سیدہ ماریہ تبلیہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیز تھیں جنہیں " اسکندریہ" کے بادشاہ مقوقس نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر بھیجا تھا۔

دوسری فصل:۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فرزند "نابت" سے ملتا ہے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے تھے یہ سلسلہ نسب کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے نابت کے بیٹے یشجب انکے بیٹے ۔معرب ان کے بیٹے تیرح ان کے بیٹے ناجور ان کے بیٹے مقوم ان کے بیٹے ادد انکے بیٹے عدنان تھے۔

مصنف کتاب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عدنان کے بعد فرزندان اسماعیل (علیہ السلام) انتشار کا شکار ہوگئے اور باپ سے علیحدہ ہوکر مختلف علاقوں میں جابسے۔ عدنان کے دو بیٹے تھے معد بن عکث۔ عکث جب بڑے ہوئے تو یمن میں جابسے اور وہاں " قبیلہ الشعریاںکی ایک خاتون سے شادی کرلی اور اپنی سسرال میں ہی قیام پزیر ہوگئے لیکن عدنان کے دوسرے بیٹے معد تھے والد کے ساتھ رہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کی اولاد سے ہیں۔

تیسری فصل:۔

اس فصل میں معد بن عدنان کے تذکرہ کے علاوہ چند ضمنی واقعات کا تذکرہ بھی ہوتا ہے ہر واقعہ کا تعلق ایک دوسرے کے ساتھ کسی نہ کسی نوعیت سے ہے حالانکہ ان واقعات کا تعلق بظاہر نسب سے نہیں لیکن ضمنی طور پر یہ تعلق پایا جاتا ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے بعض معجزات اس واقعہ سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے انکا تذکرہ مناسب سمجھا گیا ہے کیونکہ ہماری کتاب سیرت سے متعلق ہے اور معجزات کتب سیرت کا عملی عنوان ہوتے ہیں۔

مصنف کہتے ہیں کہ معد بن عدنان کے چار بیٹے تھے۔ نزار۔ قضاعۃ۔ تنص۔ ایاد۔ قضاعہ نے بڑے ہو کر قبیلے حمیر سے رشتہ جوڑا اور اطراف یمن میں اپنے سسرال والوں کے ساتھ تقسیم ہوئے قبیلہ حمیر کا سلسلہ نسب یہ ہے حمیر بن سبا بن ۔معرب بن یشجب بن قحطان۔ حمیر باپ سبا اپنے بیٹے سے کہا کرتا تھا کہ

marfat.com

عرب کے علاقہ میں سب سے پہلے جس نے فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا وہ میں تھا قرآن کریم میں اس واقعہ کی بابت اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے

لقد کان لسباء فی مسکنهم آیۃ جنتان عن یمین و شمال" قوم سبا کے لئے ان کے (علاقے) مسکن ہی میں نشان موجود تھے وہاں دو باغ تھے ایک دائیں اور دوسرا بائیں جانب اس واقعہ کے بارے میں بھی آگے چل کر کچھ کہا جائے گا۔

"معد بن عدنان" کی اولاد میں ایک بیٹے کا نام "قنص" تھا ان کے بارے میں بعض لوگوں کا کہنا تو یہ ہے کہ ان کی نسل نہیں چلی جب کہ بعض مورخین کا خیال یہ ہے کہ نعمان بن منذر ان کی نسل سے تھا بعض مورخین کا کہنا ہے کہ بادشاہ یمن ربیعہ بن نصر کی نسل سے تھا اور خود ربیعہ عمرو بن عامر کی اولاد سے تھا عمرو بن عامر کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ اس کا تعلق بھی تا حال یمن سے تھا۔ اس نے جب یہ دیکھا کہ مآرب کی سرحدوں پر انتشار ہے اور اہل یمن کو ختم کرنے کی سازشیں ہو رہی ہیں تو وہ خود بھی یمن سے نکلا اور اس کی اولاد بھی آس پاس کے علاقوں سے نکل آئی اور ایک جگہ سب نے قیام کیا۔ اور باہمی مشورہ سے چار گروہ بن گئے ایک گروہ ملک شام کی جانب چلا گیا اور وہاں مقیم ہوا۔ یہ گروہ بعد میں قبیلہ جعفر کے نام سے مشہور ہوا دوسرا گروہ جانب مشرق روانہ ہوا بعد میں یہ گروہ اوس و خزرج کے نام سے پہچانا گیا۔ انہیں کا ایک گروہ مرانظہراں میں آ کر مقیم ہوا اور اس کی شناخت قبیلہ "خزعہ" سے ہوئی۔

سد مآرب کا واقعہ

"سد مآرب" کے واقعہ کے بارے میں محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یمن کے علاقے میں دو پہاڑوں کے درمیان پانی کا مخزن ابلہ تالاب تھا اور اس کے اطراف قوم سبا آباد تھی پانی کے اس مخزن سے قوم سبا کے لوگوں نے بند بنائے تھے تاکہ پہاڑی پانی ضائع نہ ہو جائے۔ سب سے بڑا بند "سد مآرب" کہلاتا تھا کہا جاتا ہے کہ یہ بڑا بند ملکہ بلقیس نے بنوایا تھا۔ اس علاقہ کی آبادی کی تمام ضروریات آبپاشی۔ کھیتی گھریلو استعمال وغیرہ اس پانی سے پوری ہوتی تھیں۔ پانی کی حفاظت اور غلط استعمال سے بچنے کے لئے انہوں نے اس بند کو تین حصوں میں تقسیم کیا تھا بالائی۔ درمیانی اور زیریں۔ سال میں چار چار مہینہ ہر حصہ سے پانی حاصل کرتے تھے ان بندوں کے کناروں کے قطعات پر باغ لگائے گئے تھے اور قوم سبا ان اطراف میں قیام پذیر تھی۔ یہ ایسا زرخیز علاقہ تھا کہ ان باغوں سے اتنے پھل حاصل ہوتے تھے کہ شاید دنیا کے کسی حصہ کے باغ کے درختوں میں اتنے پھل نہ آتے تھے علاقہ کے کسی شخص کو اگر پھلوں کی ضرورت ہوتی تو

marfat.com

اس کو درخت سے توڑنے کی ضرورت پیش نہ آتی وہ تھیلا لے کر جاتا اور درختوں سے گرے ہوئے پھلوں سے تھیلا بھر لیتا تھا۔ اس کے علاوہ اس علاقہ میں ہر وہ نعمت موجود تھی جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی تھی اس علاقہ کی آب و ہوا بھی بہت اچھی تھی اور مزید برآں اس علاقہ میں آب و ہوا کی لطافت کی وجہ سے کوئی اذیت دینے والی چیز نہ پائی جاتی تھی طویل مدت تک "قوم سبا" یہاں آرام کے ساتھ مقیم رہی۔ لیکن جب ان لوگوں میں غرور۔ سرکشی آئی اور کفران نعمت کرنے لگے عقیدے خراب ہوئے کفر کا ارتکاب کیا بت پرستی کر کے شرک کو اپنایا۔ ان گوناگوں نعمتوں پر رب کریم کا شکر ادا کرنے کی بجائے ناشکری پر اتر آئے۔ ظلم و ستم کے خوگر ہوئے۔ علماء کی نصیحتوں کو قبول نہ کیا انبیائے علیہم السلام کی تعلیمات سے منہ موڑنے لگے تو رب تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل فرمایا انہیں ابتلاء وآزمائش میں مبتلا فرمایا اور وہ تمام نعمتیں جو اس رب کائنات نے عطا فرمائی تھیں ان کو واپس لے لیا اس کا طریق کار رب کریم نے یہ اختیار فرمایا کہ جنگلی چوہوں کو اس بند پر مقرر کر دیا ان چوہوں نے بند میں سوراخ کر دیئے اور پانی کے بہاؤ کی وجہ سے ان سوراخوں نے کٹاؤ کی صورت اختیار کر لی پانی کے رسنے اور بہاؤ کی وجہ سے زمین کمزور (پولی) ہو گئی درخت گر گئے۔ مکانوں کی دیواریں گرنے لگیں چھتیں بیٹھ گئیں۔ قابل زراعت زمین ناقابل کاشت ہو گئی۔ آبادی نے بربادی کی شکل دیکھی جو زمین غلہ اور پھل اگاتی تھی اس میں خس و خاشاک نظر آنے لگا

اعجاز قرآنی

یہ اس سلسلہ کی کڑی ہے کہ رب کائنات نے اس واقعہ کی اطلاع دے دی تھی جس کا تذکرہ ماسبق میں گزرا ہے اور سورہ سبا آیت ۱۴ کی تفسیر و تشریح یا یوں کہیں کہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی دی ہوئی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے کہ یہاں قوم سبا آباد تھی اور رب کائنات نے **مسا کنھم** جمع کا صیغہ استعمال فرما کر پوری قوم کی حالت بیان فرمائی

سبا کا تعارف

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم میں نقل شدہ "سبا" کے واقعہ سے متعلق ایک حدیث میں فرمایا" "سبا" ایک شخص تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے دس بیٹے عطا فرمائے تھے ان میں سے چھ یمن میں مقیم تھے چار ملک شام میں ان میں سے ہر بیٹے کے ساتھ ایک قبیلہ منسوب ہے ان قبائل کے نام یہ ہیں (۱) کندہ (۲) اشعر (۳) ازد (۴) مذحج (۵) انمار (۶) حمیر۔ شام کے علاقہ میں یہ چار قبائل تھے (۱) عاملہ (۲) لخم (۳)

marfat.com

جذام (۴) منسان ●

رب تعالیٰ نے فرمایا ہم نے قوم سبا کو نشانیاں اور علامتیں عطا کی تھیں جن سے ہماری قدرت کاملہ کے
ذریعہ راہ حق نصیب ہوئی اور اس کے ساتھ ہی ہم نے انہیں آگاہ بھی کیا تھا کہ یہ نعمتیں اور رزق جن کو ملا
ہے ان سب کے عطا کرنے والے ہم ہیں (یعنی ذات باری) اور اس کی شہادت میں قرآن کی یہ آیت ہے
بے شک شہر سبا والوں کے لئے ان کے وطن میں نشانی موجود تھی دو باغ دائیں اور بائیں سمت (لہٰذا) اپنے
رب کا عطا کردہ رزق کھاؤ اور اس کا شکر بجالاؤ (یہ) شہر بہت پاکیزہ ہے اور رب تعالیٰ بہت مغفرت فرمانے
والا ہے (سورہ سبا آیت ۱۰)

مصنف ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اس شہر میں دو بستیں تھیں جو دو حصوں میں دائیں اور بائیں مقیم تھیں
اور آیت کریمہ میں **کلوا من رزق ربکم وا شکر و اللہ** میں اس جانب اشارہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام
اور علماء امت اس قوم کو یہ بتاتے رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ روزی اور اس کا عطا کردہ رزق کھاؤ
اور اس بات پر اس کا شکر ادا کرو کہ اس رب کائنات نے نہ صرف تمہیں رزق عطا فرمایا بلکہ اس نے اچھا
شہر بھی بسنے کے لئے دیا ہے

مفسرین فرماتے ہیں کہ اس شہر کی زمین میں زرخیز سطح مرتفع تھی یہاں عمدہ پھل پیدا ہوتے تھے یہاں کی
آب و ہوا نہایت عمدہ اور لطیف تھی۔ اور اس لطافت کی وجہ سے کوئی جانور جو نقصان دہ یعنی ڈسنے والا یا
پھاڑ کھانے والا ہو اس علاقہ میں ٹھہر نہیں سکتا تھا اور اگر عرب کے ان قافلوں میں جو یہاں قیام کرتے ان
میں اگر کوئی ایسا جانور ہوتا تو وہ یہاں آکر گرتا اور مرجاتا تھا۔

مقاتل لکھتے ہیں کہ "رب غفور" کا مفہوم یہ ہے کہ اگر "قوم سبا" شکر نعمت الٰہی کرتی سرکشی اور نافرمانی
نہ کرتی اور ان نعمتوں کی قدر کو پہچانتی تو حق تعالیٰ ان پر پھر رحمت فرماتا اور ان کی خطاؤں سے درگزر فرماتا
اس سورہ کی اگلی آیت میں رب کریم نے ان کی حالت کی منظر کشی کرتے ہوئے فرمایا "**فاعرضوا فارسلنا
علیھم سیل العرم و بدلنا ھم بجنبتھم جنتین**" اس قوم سبا نے ہمارے انعام کی قدر نہ کی اور ان
نعمتوں کو ہمارا عطیہ خیال نہ کیا تو ہم نے اس بند پر اپنا عذاب مسلط کر دیا اور ان دو باغوں میں جہاں سیب
اور انار پیدا ہوتے تھے بدل ڈالا اور اب فواکہات کی بجائے کڑوے اور بدمزہ پھل پیدا ہونے لگے اور سرسبز
و شاداب درختوں کی بجائے جھاؤ اور بیری کے چند درخت رہ گئے

"عرم" کا لفظ آیت میں استعمال ہوا ہے یہ عرمہ کی جمع ہے عرمہ اس بند کو کہتے ہیں جہاں پانی ذخیرہ کیا

marfat.com

جاتا ہے۔ عرب کے ایک شاعر "اعشیٰ" نے اپنے شعر میں اس علاقہ کی منظر کشی کی ہے

و فی ذاک للمؤتسی اسوۃ :: و مارب علی علیہما العرم

اور امیر بن صلت نے اپنے جذبات کا اظہار مطلع میں کیا ہے

من سباء الحاضرین مارب اذ :: یبنون من دون سیلہ العرما

جناب قتادہ و مقاتل نے "عرم" کے بارے میں کہا ہے کہ وادی سبا کا نام عرم تھا لیکن ابن عربی نے کہا کہ "عرم" اس سیلاب کے ریلے کو کہتے ہیں جو روکے نہ رک سکے "ذلک جزینھم بما کفر و اھل نجاذی الا الکفور" ہم نے انہیں ناشکری کا یہ بدلہ دیا اور ہم ایسی سزا نہیں دیتے مگر بڑے ناشکرے کو"

عمرو بن عامر کی یمن سے رحلت کا سبب

عمرو بن عامر بادشاہ یمن کا گزر اس بند کی جانب ہوا تو اس نے ایک جنگلی چوہے کو دیکھا جو بند کو نقصان پہنچا رہا ہے اور اس کی تباہی کا انتظام کر رہا ہے عمرو نہایت عقلمند اور زیرک شخص تھا اس نے یہ دیکھ کر اندازہ لگالیا کہ یہ بند اب زیادہ عرصہ باقی نہ رہے گا "سد مارب" ٹوٹے گا اور قوم سبا ہلاک ہو جائے گی اس لئے اس نے یہ تہیہ کیا کہ اپنے خاندان کو یہاں سے لے کر کہیں اور جا کر بس جائے اس نے اس بات کا ذکر کسی سے نہیں کیا اپنا مال و اسباب سمیٹا جو سامان انہیں فروخت کر سکتا تھا اسے فروخت کیا اور اپنے خاندان کے ساتھ یمن سے کوچ کر گیا اس کے جانے کے کچھ عرصہ کے بعد بند ٹوٹ گیا اور ساری قوم ہلاک ہو گئی مگر وہ مع خاندان والوں کے محفوظ رہا۔ ایک رات کے بعد اس کی نسل میں سے ایک شخص ربیعہ بن نصر نے یمن واپس آ کر حکومت پر قبضہ کر لیا اور ایک مدت تک حکومت کرتا رہا۔

ربیعہ کا خواب

ربیعہ نے اپنے اقتدار کے دوران ایک خواب دیکھا جس سے اس پر خوف طاری ہوا اور درباری اس خواب کی تعبیر نہ بتا سکے چنانچہ سطیح اور شق کو بلایا گیا تو ان دونوں نے اس کے خواب کی تعبیر بتائی اور اس کے متعلقات سے آگاہ کیا انہوں نے ربیعہ کے خواب کی تعبیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت آپ کی بعثت اور جائے قیام کی تفصیلات سے آگاہ کیا۔ یہ واقعہ آئندہ صفحات پر تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔

سطیح اور شق کا تعارف:

marfat.com

اس دور میں سطیح و شق دو ایسے افراد تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے فہم و فراست سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا اور اصابت رائے میں منفرد شمار ہوتے تھے مستقبل کے حالات اور غیب کی باتیں بتاتے تھے بلکہ اس دور میں "علم کہانت" فہم و فراست میں ان کا جواب نہ تھا ان کے ذکر کردہ احوال اور ان کی باتیں آگے چل کر آپ کے مطالعہ میں آئیں گی۔

ربیعہ، سطیح اور شق کا قصہ

مصنف کتاب ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عمرو بن عامر کے بیٹوں میں ایک ربیعہ بن نصر بھی تھا جیسا کہ ماسبق میں گزرا کہ یمن کی حکومت اصل میں قوم "تبع" کے پاس تھی لیکن حکومت ان کے ہاتھوں سے نکل گئی اور انتقال اقتدار ہوتا رہا یہاں تک کہ پھر اقتدار "تبع" کے پاس آگیا اس انتقال اقتدار کا واقعہ بعد میں بیان کیا جائے گا۔

جب ربیعہ بن نصر یمن کا بادشاہ بنا تو اس نے نظام حکومت بہت عمدہ طریقہ پر چلایا اتفاق کی بات ہے۔ اس نے ایک خواب دیکھا تو اس سے بہت خائف ہوا اور دوسرے دن اس نے اپنی حکومت کے کاہنوں منجموں جادوگروں اور علم تعبیر سے واقف لوگوں کو جمع کیا اور اس نے کہا کہ میں نے رات کو ایک خواب دیکھا ہے اور اس سے بہت خائف ہوں مناسب یہ ہو گا کہ تم اس کی تعبیر اور اس خواب سے پیدا ہونے والے تمام واقعات کے بارے میں ٹھیک ٹھیک بتاؤ اور کوئی بات چھپانے کی کوشش نہ کرو۔ بادشاہ کی بات سن کر ان سب نے کہا کہ جب تک بادشاہ اپنے خواب کو بیان نہ کرے ہمارے لئے یہ ناممکن ہے کہ اس کے بارے میں کوئی حتمی بات کہہ سکیں۔

بادشاہ نے ان کی بات سن کر کہا کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص میرے خواب کی تفصیلات خواب کو سنائے بغیر بیاں کر سکے؟ یہ بات سن کر سب کے سب ششدر رہ گئے اور کہنے لگے بادشاہ سلامت ہمارے لئے یہ ناممکن ہے کہ کسی ان دیکھے اور بے سنے ہوئے واقعہ کو بیاں کر سکیں۔ یہ بات ناممکنات سے ہے۔ کیونکہ یہ بات تو غیوب میں سے ہے یہ بات سن کر بادشاہ نے کہا کہ میں نے تم کو اس لئے جمع کیا تھا اور ایسے ہی موقع کے لئے میں تمہاری سرپرستی کرتا رہا تھا لہٰذا اب تم سب کو سزا دی جائے گی۔ میں نے تمہاری سرپرستی اس لئے کی تھی کہ مصیبت اور پریشانی کے موقع پر میری مدد کرو اب جب وقت پڑا ہے تو تم سب پہلو تہی کر رہے ہو اور مجھے جواب نہیں دے رہے ہو۔

marfat.com

اس موقع پر ایک شخص نے اٹھ کر کہا کہ آپ انہیں مہلت دیں میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ایسے لوگ موجود ہیں جو آپ کی مرضی کے مطابق آپ کے خواب کے بارے میں بتائیں گے بادشاہ نے کہا بتاؤ وہ کون لوگ ہیں تو اس نے کہا کہ "سطیح اور شق" نامی دو شخص جو فہم و فراست میں اپنی نظیر نہیں رکھتے وہ فلاں جگہ رہتے ہیں آپ انہیں بلائیں وہ آپ کی مدد کر سکیں گے اور آپ کے خدشات دور ہو جائیں گے۔

بادشاہ نے معلوم کیا کہ ان دونوں میں سے کون بہتر ہو گا تو اس نے "سطیح" کا نام لیا چنانچہ بادشاہ نے ایک قاصد کو بھیج کر سطیح کو بلایا جب سطیح بادشاہ کے دربار میں آیا تو بادشاہ نے اس سے کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور اس سے بہت خوفزدہ ہوں میں نے اپنی حکومت میں بسنے والے تعبیر کا علم رکھنے والے منجموں کو بلایا تاکہ وہ میرے خواب کے بارے میں بتائیں لیکن وہ سب اس خواب کے بارے میں تفصیلات بتانے سے عاجز ہیں۔ کسی نے یہ بتایا ہے کہ تم اس سلسلہ میں میری مدد کر سکتے ہو۔ یہ بات سن کر "سطیح" نے کہا کوئی مشکل بات نہیں بہت آسان بات ہے (سطیح کا شجرہ نسب مورخوں نے اس طرح بیان کیا ہے۔ سطیح ربیع بن ربیعہ بن مسعود بن مازن بن ذئب بن عدی) پھر "سطیح" نے بادشاہ سے کہا اگر آپ چاہیں تو میں خواب کی تعبیر بتاؤں لیکن بادشاہ نے کہا قبل اس کے کہ میں اپنے خواب کے بارے میں بتاؤں میں یہ چاہتا ہوں کہ پہلے تو تم اس خواب کے بارے میں بتاؤ چنانچہ سطیح نے نہایت سمجھ اور منطقی انداز میں بادشاہ کے جواب کی تفصیلات سے آگاہ کیا ان تفصیلات کو سن کر بادشاہ نے کہا درست ہے میں نے یہی خواب دیکھا تھا نہ تو کسی لفظ کا اضافہ ہوا ہے اور نہ کوئی لفظ کم ہوا ہے۔ سطیح نے جن الفاظ میں بادشاہ کا خواب سنایا تھا وہ تاریخ میں اس طرح منقول ہے۔

رایت جمجمة خرجت من ظلمة فوقعت بارض تهمة فاكلت منها كل ذات جمجمة "اے بادشاہ تو نے خواب میں دیکھا کہ آگ کا ایک شعلہ اندھیروں سے نکلا اور وہ شعلہ تہامہ کی سرزمین پر گرا یعنی یمن کے علاقہ پر اور اس شعلہ سے علاقہ کے تمام انسان اور دوسری چیزیں خاکستر ہو گئیں"۔ یہ سن کر شاہ یمن ربیعہ نے کہا تو نے صحیح ترجمانی کی ہے اب اس کی تعبیر بھی بیان کرو تو سطیح نے کہا **احلف بما بين الحرتين من حنش لتهبطن ارضكم الحبش فليملكن ما بين ابين والى جرش** سطیح نے کہا میں حرم مدینہ اور جو کچھ اس میں ہے میں ان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حبش کا لشکر خروج کر کے سرزمین یمن پر آئے گا اور ابین اور جرش کو فتح کر لے گا۔ (ابین اور جرش دو شہر تھے جو یمن کی سرحد پر آباد تھے)"

"سطیح" کی بات سن کر بادشاہ نے کہا کہ تیری بات سن کر میں مزید خوفزدہ ہو گیا ہوں اب یہ بھی بتا کہ یہ

marfat.com

لشکر میرے دور اقتدار میں حملہ آور ہو گا یا بعد میں؟ سطیح نے کہا تمہارے دور اقتدار کے ستر سال بعد۔ یہ سن کر بادشاہ کو کچھ اطمینان ہوا تو اس نے کہا اب یہ بھی بتا دے کہ یمن پر حبش والوں کا اقتدار کتنے سال رہے گا تو سطیح نے کہا کہ حبشیوں کا اقتدار بھی ستر سال کے قریب رہے گا اس کے بعد ان حبشیوں میں کچھ کو قتل کیا جائے گا اور کچھ کو ملک بدر کر دیا جائے گا۔ بادشاہ نے ایک سوال اور کیا کہ یہ کس طرح ممکن ہو گا کہ برسر اقتدار حبشیوں کو قتل اور ملک بدر کیا جائے تو سطیح نے کہا کہ سرزمین عدن سے ایک شخص "سیف ذی یزن" اٹھے گا اور وہ حبشیوں سے اقتدار چھین کر انہیں قتل کرے گا اور بقیہ کو ملک بدر کر دے گا یہ سن کر بادشاہ نے معلوم کیا کہ "سیف ذی یزن" کی فتح کے بعد یہ ملک اس کے اور اس کی قوم کے پاس باقی رہے گا؟

بعثت نبوی کی پیشگوئی

تو سطیح نے کہا پیغمبر آخرالزماں جن کا نام نامی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہو گا کی بعثت کے بعد یہ ملک سیف کے ہاتھوں سے نکل جائے گا اور قیام قیامت تک مسلمانوں کے پاس رہے گا یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ ربیعہ بن نصر بادشاہ یمن بت پرست تھا اور قیامت پر اس کا عقیدہ نہ تھا اس نے جب یہ سنا کہ ملک یمن پر قیامت تک مسلمانوں کا اقتدار رہے گا تو اس کو تعجب ہوا کہنے لگا سطیح قیامت آئے گی؟ سطیح نے جواب دیا ہاں یقیناً" آئے گی اور قیامت کا دن وہ ہو گا کہ ابتدا سے انتہا تک کی مخلوق جمع ہو گی اور میدان محشر میں حساب و کتاب کے لئے لائی جائے گی اور اس موقع پر نیکو کار نجات حاصل کر کے جنت اور آرام و آسائش کے حق دار ہوں گے جب کہ بدکار دوزخ اور سزا کے مستحق قرار پائے جائیں گے

ان باتوں کو سن کر ربیعہ بن نصر کو تعجب ہوتا رہا اور جب ضبط نہ ہو سکا تو سطیح کو قسم دے کر پوچھا کہ یہ باتیں ٹھیک اور صحیح ہیں جو تو نے کہی ہیں کہ قیامت آئے گی اور حساب و کتاب کے بعد اس سے گزرنا ہو گا

"سطیح نے کہا" شام کی سرخی۔ اول شب کی سیاہی اور آخر شب کی سفیدی کی قسم کے ساتھ کہتا ہوں کہ قیامت آئے گی اور جنت و دوزخ کا عقیدہ درست اور حق ہے۔

شاہی دربار میں شق کی طلبی:

سطیح نے جب بادشاہ ربیعہ کے خواب کو بیان کیا اس کی تعبیر بتائی اور بادشاہ کے سوالات کے جواب

marfat.com

دیئے تو ربیعہ بن نصر شاہ یمن نے قاصد بھیج کر شق کو بھی بلا لیا اور اس سے معلومات حاصل کیں تو شق نے بھی وہی بتایا جو سطیح بتا چکا تھا نہ اس کے الفاظ میں کوئی کمی تھی نہ اضافہ۔ پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور روز قیامت کے علاوہ جنت و دوزخ کا بھی تذکرہ کیا جن کے بارے میں بادشاہ کو پہلے ہی معلومات ہو چکی تھیں۔ بادشاہ اور شق کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ درج ذیل ہے ربیعہ بن نصر۔ یہ جس پیغمبر کی بعثت کے بارے میں بیان کیا جا رہا وہ کس قوم سے ہوں گے۔؟

(۱) ان کا ملک اور ان کی قوم کب تک باقی رہے گی؟

(۲) اور جس قیامت کے بارے میں تم کہتے ہو کس دن ہو گی؟

بادشاہ یمن ربیعہ بن نصر کے سوالات کے جواب میں شق نے کہا

(۱) یہ پیغمبر (محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) قوم قریش سے ہوں گے نضر بن کنانہ کی اولاد سے

(۲) اور یہ ملک ان کے بعد ان کے متبعین کے زیر نگیں قیامت تک رہے گا۔

(۳) اور قیامت کا دن وہ ہو گا جب کہ تمام بادشاہوں کو میدان محشر میں اعمال کی جواب دہی کے لئے لایا جائے گا اور موازنہ اعمال کے لئے میزان عدل نصب کی جائے گی تاکہ بادشاہوں کے اچھے اور برے کاموں کا وزن کیا جائے یہ اعمال ترازو کے پلوں میں رکھے جائیں گے اگر عدل اور اچھے اعمال کا پلہ برے اعمال اور ظلم و ستم کے پلے سے بھاری رہا اور نیکیاں برائیوں سے بڑھ گئیں تو نجات اور خلاصی ملے گی اور اچھے بدلے ملیں گے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اقتدار سے نوازا تھا اس طرح جنت میں بھی اقتدار نصیب ہو گا اور جنت کا اقتدار دنیاوی اقتدار سے لاکھوں درجہ برتر اور بہتر ہو گا۔ اور اگر برائیوں اور ظلم کا پلہ نیکیوں کے پلہ کے مقابلہ میں وزنی ہوا اور جھک گیا تو اس کو ملامت اور ذلت کی جگہ رکھا جائے گا اور سالہا سال مقام ابتلاء و آزمائش میں رکھا جائے گا اور اگر مظلوموں پر ظلم و ستم کا بدلہ لیا جائے گا۔

شق کی گفتگو سن کر بادشاہ اپنے اعمال پر شرمندہ ہوا اور روتے روتے بیہوش ہو گیا۔ جب ہوش آیا تو اپنے اعمال پر نادم ہوا اور بت پرستی چھوڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ظلم و ستم اور برے کاموں کو یکسر ترک کر دیا اچھے کام اور عدل و انصاف کو اختیار کیا اور خاص و عام عوام کے ساتھ شفقت سے پیش آنے لگا۔ اور برائیوں کے تمام ٹھکانوں کو بند کرا دیا

ان مراحل سے گزرنے کے بعد ربیعہ یہ سوچنے لگا کہ اپنی اولاد اور اہل خاندان کو عراق اور فارس (ایران) کی جانب روانہ کر دے تاکہ سطیح و شق کی پیشگوئی کے مطابق وہ حبش والوں کی لشکر کشی سے

marfat.com

محفوظ رہیں۔ اور اس فتنہ سے دور ہو جائیں چنانچہ اس خیال پر عملدر آمد کرتے ہوئے اپنے خاندان والوں کے لئے سامان سفر تیار کیا اور عراق و ایران کے بادشاہ کسریٰ کے نام خط دے کر روانہ کرایا جب ربیعہ کے اہل خاندان کسریٰ کے دربار میں پہنچے تو اس نے ان کی پذیرائی کی خوش آمدید کہا اور بہت سی مراعات سے نوازا۔ اور دریائے فرات کے کنارے حیرہ نامی شہر میں ان کے قیام کا انتظام کیا اور ان کی گزر و بسر کے لئے وہ علاقہ انہیں دے دیا۔ کہا جاتا ہے کہ نعمان بن منذر جو بعد میں بادشاہ ہوا وہ ربیعہ بن نصر کی اولاد سے تھا (واللہ اعلم) ربیعہ بن نصر کے مرنے کے بعد یمن کا اقتدار "تبع" کی اولاد کے پاس پھر آگیا۔

تبع اور غلاف کعبہ:

سب سے پہلے جس شخص نے خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا وہ "تبع" تھا۔ کہا جاتا ہے کہ تبع نامی دو شخص گزرے ہیں ایک تبع اول اور ایک تبع ثانی۔ جس تبع کے بارے میں کہا جا رہا ہے وہ تبع ثانی تھا اس کا نام تبان بن اسعد تھا اس کی کنیت ابو کرب تھی یہ عقیدتاً" آتش پرست تھا۔ لیکن بعد میں آتش پرستی ترک کر کے مشرف بہ اسلام ہو گیا تھا۔ قرآن کریم میں رب تعالیٰ نے چند مقامات پر اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے اس کا سلسلہ نسب اس طرح ہے ابو کرب تبان بن اسعد بن کلی کرب بن زید اس کا بقیہ سلسلہ نسب سیرت کی کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے اور بعض روایات میں ہے کہ یہ "زید" تبع اول تھا۔ اور تبع کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کا لشکر بہت تھا اس لئے تبع کہلایا اور یہ بھی کہا جاتا ہے "تابعین" کی کثرت کی وجہ سے تبع کہلایا جانے لگا۔

جب یہ کسی کو خط لکھتا تھا تو اس خط کا سرنامہ (ابتدائیہ) ان الفاظ میں ہوتا تھا۔" اس شخصیت کی طرف سے جس کے زیر اقتدار بحروبر اور مشرق و مغرب ہیں" کہا جاتا ہے کہ وہ ایک عظیم لشکر لے کر یمن سے مشرق کی جانب گیا اور ملک مشرق میں فتوحات کر کے اپنے اقتدار کا سکہ جمایا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شہر سمرقند کو سب سے پہلے اسی نے بسایا تھا۔

تبع کا سفر مشرق:

مصنف کتاب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب تبع اپنے لشکر کے ساتھ مشرق کی جانب مصروف تھا تو راستہ میں اس کا گزر مدینہ منورہ پر ہوا تو اپنی اولاد میں سے ایک لڑکے کو مدینہ میں چھوڑ دیا خود مشرق کی جانب روانہ ہو گیا وہاں فتوحات کے بعد جب واپس ہوا تو مدینہ آ کر رکا یہاں اس کی عدم موجودگی

marfat.com

میں مدینہ والوں نے اس کے بیٹے کو قتل کر دیا تھا جب اس کو بیٹے کے قتل کی اطلاع ملی تو اس نے مدینہ لو تاراج کرنے نخلستان کو ختم کرنے اور مدینہ کے لوگوں کے قتل کے بارے میں سوچ کر مدینہ کا محاصرہ کر لیا اور جنگ شروع کر دی اس زمانہ میں امیر مدینہ عمرو بن طلحہ تھا۔ مدینہ کے لوگ دن میں تبع سے لڑائی کرتے تھے شام کو لڑائی رک جاتی تو رات کو مدینہ والے مہماں نوازی کے اظہار کے طور اپنے دشمن تبع کے لشکر والوں کے کھانے پینے کا سامان بھیجتے۔ ان کے اس طرز عمل سے کہ دن میں لڑائی لڑتے اور شام کو مہمان نوازی کرتے ہیں تبع کو سخت تعجب ہوتا اور وہ یہ کہنے پر مجبور ہوتا کہ مدینہ والے بڑے مہمان نواز کریم النفس ہیں۔ اس انداز پر چند دن گزر گئے اور تبع یہ سوچنے لگا تھا کہ اس وقت تک محاصرہ ختم نہ کرے گا جب تک مدینہ کو تاراج نہ کر دے اور یہاں کے رہنے والوں کو ختم نہ کر دے۔

اس موقع پر یہود بنو قریظہ کے چند ذی علم افراد نے جو فہم و فراست فضل و علم میں یکتا تھے اور الہامی کتاب تورات کے بڑے عالم تھے اور مدینہ کے اطراف میں رہتے تھے تبع کے پاس گئے اور اس سے کہا اے بادشاہ ہم تجھے چند نصیحتیں کرنے آئے ہیں اگر تو ہماری نصیحتوں پر عمل کرے تو دین و دنیا کی فلاح پائے گا ورنہ ہم اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائیں گے کہ ہم نصیحت کی ذمہ داری کو پورا کر لیا اور اتمام حجت کر لیا تبع نے کہا "کہو تم کیا کہنے آئے ہو"۔

ان لوگوں نے کہا تم بڑے بادشاہ ہو لیکن مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ مدینہ والوں سے جنگ کرنا یہاں کے رہنے والوں پر عافیت تنگ کرنا اور اس شہر کو تاراج کرنا مناسب نہیں اگر تم کئی سال تک بھی اس شہر کا محاصرہ کئے رہو گے تب بھی تم اس شہر پر غلبہ حاصل نہ کر سکو گے۔

ان کی باتیں سن کر تبع کو غصہ آ گیا کہنے لگا کیا بحر و بر پر میرا اقتدار نہیں؟ کیا مشرق و مغرب میرے زیر نگیں نہیں ہیں؟ بادشاہ کی بات سن کر ان لوگوں نے کہا حقیقت وہی ہے جو تم نے بیان کی لیکن یہ آبادی دوسری آبادیوں کی طرح نہیں ہے اس آبادی پر کسی بیرونی شخص کا اقتدار نہیں رہا ہے تبع نے کہا یہ تم کس طرح کہتے ہو تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ شہر "نبی آخر الزماں" کا شہر ہے جن کا تعلق مکہ کے قبیلہ قریش سے ہو گا وہ ہجرت کر کے یہاں تشریف لائیں گے اور یہاں مقیم ہوں گے اس لئے تم یہاں کے علاقہ کو فتح نہ کر سکو گے اور یہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے کہ' یہ مبارک شہر ہر قسم کی آفات اور بربادی سے محفوظ رہے گا'۔ اس کے علاوہ اس وفد کے لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اور معجزات کا تذکرہ بھی کیا۔

marfat.com

وفد کے اراکین کی باتیں سن کر تبع نے اپنے ارادہ میں تبدیلی پیدا کی اور مدینہ کو تاراج کرنے اور یہاں کے لوگوں کے قتل سے باز آگیا اور ان کی نصیحت کو قبول کر کے آتش پرستی ترک کر دی اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا اور مدینہ سے محاصرہ اٹھا کر عازم یمن ہوا۔ اور اپنے بیٹے کے خون سے در گزر کر کے مدینہ والوں کو خوش کر دیا لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے ایک کام اور بھی کیا کہ اس وفد کے اراکین کی خوشامد کر کے انہیں اپنے ساتھ یمن لے گیا۔

قبیلۂ ہذیل کی ایک سازش

تبع شاہ یمن کا لشکر جب مکہ مکرمہ کے قریب پہنچا تو قوم ہذیل کے لوگوں نے بڑھ کر پیشوائی کی بادشاہ کے لئے تحفہ و تحائف لائے اور درخواست کی کہ ہم آپ کو ایسی جگہ کی نشاندھی کرنا چاہتے ہیں کہ جہاں زمین میں کئی دفینے موجود ہیں اور دوسرے بادشاہوں کو ابھی ان دفینوں کا علم نہیں ہوا ہے آپ حکم کریں تو یہ خزانے آپ کے لئے نکلوائے جائیں۔ تبع نے معلوم کیا کہ وہ خزانے کہاں مدفون ہیں تو اس کو بتایا گیا کہ اس مکان میں جس کی مکہ کے بسنے والے پرستش کرتے ہیں یعنی خانہ کعبہ!

قبیلہ ہذیل کے لوگوں کی کوشش یہ تھی کہ کسی طرح تبع کو ہلاک کیا جائے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جس نے غلط طریقہ اختیار کرتے ہوئے خانہ کعبہ پر حملہ کیا اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کر دے گا۔ پہلے تو تبع نے قبیلہ ہذیل کے لوگوں کی باتیں سن کر یہ چاہا کہ مکہ پر لشکر کشی کر کے خزانہ پر قبضہ کیا جائے لیکن بعد میں ان لوگوں سے کہا کہ میں عملی اقدام کرنے سے پہلے میں یہ مناسب خیال کرتا ہوں کہ اپنے ان مشیروں سے جنہیں میں مدینہ سے لایا ہوں مشورہ کر لوں اور دیکھوں کہ وہ اس معاملہ میں کیا رائے دیتے ہیں۔ پھر قاصد کو روانہ کر کے ان مشیروں کو بھی وہیں بلا لیا جہاں وہ قبیلہ ہذیل کے لوگوں سے مصروف گفتگو تھا۔ اس کے بعد انہیں اس تمام گفتگو کے بارے میں بتایا جو قبیلہ ھذیل کے لوگوں سے ہو چکی تھی

بادشاہ کی باتیں سن کر ان عقلمند مشیروں نے کہا کہ اپنی ہلاکت کے در پے نہ ہو اور ھذیل کے لوگوں کے مشورہ پر توجہ نہ دو کیونکہ یہ تمہارے ساتھ دشمنی کر رہے ہیں اور تمہیں ہلاک کرانا چاہتے ہیں بادشاہ نے دریافت کیا' کیا حقیقتاً" ایسا ہی ہے؟ تو ان مشیروں نے کہا بے شک! اور یہ جس مکان کا ذکر کر رہے ہیں اور جس کو تاراج کرانا چاہتے ہیں وہ حضرت ابراھیم خلیل علیہ السلام کے خدا کا ہے اور کسی اور جگہ خطہ زمین کو اس نے اپنی ذات سے منسوب نہیں کیا ہے سوائے حرم کعبہ کے اور جو کوئی غلط انداز میں اس

marfat.com

کا ارادہ کرتا ہے تو رب تعالیٰ اس کا مواخذہ فرمائے گا اور اس کو ہلاک کر دے گا ان کی یہ باتیں سن کر تبع نے اپنا ارادہ بدل دیا اور لشکر کو یمن روانہ کر دیا اس کے بعد اس نے قبیلہ ہذیل کے لوگوں کو بلا کر اس سازش پر سزا دی اور ان میں سے بہت سوں کو قتل بھی کرایا۔ اور کچھ لوگوں کے ہاتھ پیر کٹوا دیئے ●

تبع حرم کعبہ کی زیارت کے لئے

اب تبع کو خانہ کعبہ کی زیارت کا شوق ہوا تو اس نے ان مدنی دانشمندوں کو بلا کر معلوم کیا کہ اگر کسی کو خانہ کعبہ کی زیارت کا شوق ہو تو وہ کیا کرے؟ انہوں نے بتایا کہ حرم کی زیارت کا ارادہ کرنے والا جب حرم شریف کے قریب پہنچے تو اس کے احترام میں احرام باندھے انتہائی عاجزی و انکساری کا اظہار کرتے ہوئے مناسک ادا کرے مثلاً" بال منڈوائے اور قربانی کرے اور خانہ کعبہ کے احاطہ میں داخل ہو کر عقیدت کے ساتھ طواف کرے اور یہاں کے غریبوں کی مدد کرے ●

تبع نے جب یہ باتیں سنیں تو وہاں سے اٹھا اور تمام باتوں کو ذہن میں رکھا پہلے احرام باندھ کر خانہ کعبہ کی زیارت کا قصد کیا طواف کعبہ کے تمام مناسک کو ادا کیا اور اس سعادت کو حاصل کرنے کے بعد اس نے حکم دیا کہ اونٹ گائے بکریاں ذبح کی جائیں اور مکہ کے رہنے والوں کی دعوت کی جائے مکہ والوں کو کھانا کھلانے کے بعد مہمانوں کی خاطر تواضع شہد سے کی گئی جو حاضرین میں پیالوں میں پیش کیا گیا ●

خانہ کعبہ کی غلاف پوشی کی بشارت

دعوت سے فارغ ہو کر جب تبع رات کو سویا تو اس نے ایک خواب دیکھا کہ کوئی اس سے یہ کہہ رہا ہے کہ کل خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا جائے۔ چنانچہ صبح کو بیدار ہو کر بادشاہ نے حکم دیا کہ ٹاٹ کا غلاف تیار کر کے خانہ کعبہ پر چڑھایا جائے گا لہٰذا بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں اسی دن خانہ کعبہ پر ٹاٹ کا غلاف چڑھایا گیا۔ رات کو جب بادشاہ تبع سویا تو اس نے پھر خواب دیکھا کہ اس سے کہا جا رہا کہ ٹاٹ سے بہتر غلاف چڑھایا جا سکتا تھا چنانچہ دوسرے دن بیدار ہو کر تبع نے حکم دیا کہ عرب کے بنے ہوئے صاف کپڑے کا غلاف تیار کر کے خانہ کعبہ پر چڑھایا جائے چنانچہ اسی دن ریشمی غلاف چڑھا دیا گیا تیسری رات کو بادشاہ نے پھر خواب دیکھا کہ اس سے کہا جا رہا ہے کہ ریشم سے بھی بہتر کپڑے کا غلاف چڑھایا جا سکتا تھا تو بادشاہ نے صبح کو حکم دیا کہ ریشمی یمنی چادروں والے کپڑے کا غلاف تیار کیا جائے اور اس کو خانہ کعبہ پر چڑھایا جائے اب اس حکم کی تعمیل میں اس ریشمی کپڑے کا غلاف تیار ہوا جس سے یمنی چادریں تیار ہوتی تھیں اور اس کو خانہ کعبہ پر

marfat.com

چڑھایا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ خانہ کعبہ پر غلاف چڑھانے والوں میں تبع کو اولیت حاصل ہوئی۔ اور اس کے بعد سے یہ طریقہ رائج ہوا کہ بادشاہ اور خلفاء ہر سال خانہ کعبہ پر نیا غلاف چڑھاتے رہے اور اموی امیر حجاج بن یوسف کے دور سے خانہ کعبہ پر دیباج کا غلاف چڑھایا جانے لگا۔

"غلاف کعبہ" چڑھانے کے بعد تبع نے دوسرے امور سے فراغت کے بعد حکم دیا کہ خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کیا جائے اور یہ حکمنامہ جاری کیا کہ ماہواری کے دوران خواتین خانہ کعبہ میں حاضری نہ دیا کریں اور آئندہ سے خانہ کعبہ کی دیواروں پر چڑھاوے کے جانوروں کا خون نہ لتھیڑا جائے اور اس قدیم رسم کو ترک کیا جائے اس کے علاوہ اس نے عمارت کعبہ میں دروازہ لگانے کا حکم بھی دیا اور دروازہ لگائے جانے کے بعد اس میں تالہ لگوا کر اس کی چابیاں متولیان کعبہ (جن کا تعلق قبیلہ جریم سے تھا) کو دے دیں اس سلسلہ میں تفصیلات آئندہ صفحات میں بیان ہوں گی۔

تبع کی واپسی پر اہل یمن کا رد عمل

ان تمام مراحل سے گزرنے کے بعد تبع نے یمن کا رخ کیا اور اپنے دارالخلافہ لوٹ آیا۔ جن دانشوروں کو وہ مدینہ سے لایا تھا انہیں اپنا مصاحب بنا لیا اور انہیں اپنے پاس سے جدا نہیں کرتا تھا جب وہ یمن کی شہرپناہ پر آیا تھا تو یمنیوں کو استقبال کی بجائے مزاحمت پر آمادہ پایا تبع کی قوم کے وہ لوگ جو مزاحمت کے لئے آئے تھے وہ تمام زرتشتی اور آتش پرست تھے جب شہر اور ان کی برادری والوں کو پتہ چلا کہ تبع شہر پناہ تک آ گیا ہے تو انہوں نے بڑھ کر راستہ روک لیا اور شہرپناہ کے دروازے بند کر دئے اور اس کو شہر نہ آنے دیا۔ جب بادشاہ نے رعایا کی مزاحمت دیکھی تو بہت حیران ہوا اور شہر والوں کے پاس ایک قاصد روانہ کیا اور کہلوایا کہ "میں تمہارا بادشاہ ہوں اور تم میرے مطیع و فرمانبردار ہو تم نے میرے لئے شہر کے دراوزے کیوں بند کر دیئے ہیں"؟ اس کے جواب میں ان شہریوں نے جواب دیا بات وہی ہے جو تم نے کہلوائی ہے لیکن یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا ہے کہ ہمارے علم میں یہ آیا ہے کہ تم نے اپنے دین کو چھوڑ کر نیا دین اختیار کر لیا ہے اور یہ پابندی اس لئے لگائی گئی ہے تبع نے کہا کہ جو دین میں نے اختیار کیا ہے وہ اس دین سے بہتر ہے جس کو تم اپنائے ہوئے ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں راہ حق کی جانب متوجہ کروں۔ اور کفر و گمراہی سے نکالوں اگر تم میری دعوت حق کو قبول کر کے آتش پرستی ترک کر دو تو میں حکمراں کی حیثیت سے تمہاری حفاظت کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں تمہارے ساتھ پہلے کی طرح مہربانی سے پیش آؤں

marfat.com

گا اور سابقہ رعائتیں تمہارے ساتھ برقرار رہیں گی اگر تم نے میری بات نہ مانی اور مخالفت پر آمادہ رہے تو تم میری قوم سے نہ رہو گے میں تمہارا مخالف بن کر تم سب کو ہلاک کر دوں گا"

یمن کا آتش کدہ

کہا جاتا ہے کہ یمن میں ایک آتش کدہ ایسا تھا جس کی آگ کبھی نہ بجھتی اور یمن کے باشندوں نے اس آگ کو اپنا حاکم تصور کر رکھا تھا۔ جب ان پر کوئی مشکل وقت آتا آپس میں اختلاف واقع ہو جاتا تو فریقین آگ کے پاس جاتے اور اپنا مدعا بیاں کرتے اس وقت آتش کدہ سے ایک شعلہ بلند ہوتا جس سے ظالم جل جاتا اور مظلوم محفوظ رہتا تھا چنانچہ اس موقع پر بھی انہوں نے بادشاہ کو پیغام بھجوایا کہ ہم اس معاملہ کو بھی آتش کدہ میں پیش کریں گے اور اس سے فیصلہ کرائیں گے کہ ہم حق پر ہیں یا تو حق پر ہے۔ اور اس کام کے لئے انہوں نے ایک جماعت کو مقرر کیا تاکہ وہ آتش کدہ میں جاکر اس معاملہ کو طے کرائیں۔ انہوں نے تبع سے کہلوایا کہ ایسی ہی ایک جماعت تم بھی مقرر کر کے بھیج دو تاکہ وہ تمہارے موقف کی وکالت کرے۔ تبع نے جواب دیا مناسب ہے!

یمن والوں کی جماعت جو آتش پرست تھی لیکن اس کے باوجود وہ بتوں کو آراستہ و پیراستہ کر کے سینہ سے لگائے آتش کدہ میں آئے جب کہ تبع نے اپنے انہیں مشیروں کو جنہیں وہ مدینہ سے لایا تھا اس کام کے لئے منتخب کیا یہ لوگ توریت کو سینے سے لگائے آتش کدہ کی طرف آئے۔ پہلے یمن والے اپنے بتوں کو لئے آگ کے پاس آئے اور نہایت الحاح و زاری کے ساتھ آگ کے سامنے گویا ہوئے اے ہماری معبود آگ تو ہی عبادت کے لائق ہے تبع ہمارا بادشاہ تھا وہ پہلے تیری پرستش کرتا تھا اب اس نے کوئی دوسرا دین اختیار کیا ہے اس نے تجھے پوجنا چھوڑ دیا ہے وہ زبردستی کر کے ظلم سے ہم سے باپ دادا کا دین چھڑوانا چاہتا ہے اے ہماری معبود آگ! اب اس معاملہ کو ہم تیرے پاس لائے ہیں اور تجھ پر فیصلہ چھوڑ دیا ہے اگر ہم حق پر ہیں تو ہمیں اس کے ظلم سے محفوظ رکھ اور اگر وہ حق پر ہے تو ہم جاکر اس کے دین کو اختیار کر لیں جب وہ لوگ یہ باتیں کہہ چکے تو آتش کدہ سے ایک شعلہ نکلا اور اس نے تمام بتوں کو جو ان کے سینے سے لگائے ہوئے تھے جلا ڈالا۔ یمن کے باشندے جو اس موقع پر وہاں حقیقت معلوم کرنے آئے تھے یہ دیکھ کر بہت پریشان ہوئے

اس کے بعد تبع کے فرستادہ دانشور مشیر تورات کے نسخوں کو سینے سے لگائے اور اس کی تلاوت کرتے

marfat.com

آگے بڑھے جوں جوں کہ یہ لوگ آگے بڑھتے آگ کی تیزی کم ہوتی جاتی اور آتش کدہ کے کنارے سے دور ہوتی جاتی اور ایک مرحلہ ایسا آیا کہ آگ کناروں سے دور ہو کر سرد ہو گئی جب یمن کے لوگوں نے یہ حال دیکھا تو انہیں یقین آگیا کہ تبع حق پر ہے اور انہیں اس کا اتباع کرنا چاہئے لہٰذا وہ سب تبع کے پاس آئے اظہار اتباع کرتے ہوئے اس کے دین پر ایمان لے آئے اپنے عقائد باطل کو ترک کر کے یہودیت کو اپنا لیا اور یہودی دین کی حقانیت اس دن ظاہر ہوئی کہ اب یمن والوں نے اللہ کی وحدانیت اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کا اقرار کیا یمن میں مقیم لوگوں کا تعلق قوم حمیر سے تھا اور تبع کا تعلق بھی اسی قبیلہ سے تھا کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ ایمان لے آئے تھے اور دین حق کے تبع ہو گئے تھے

یمن کا فتنہ پرور مکان:

ماضی میں اس قبیلہ کے لوگوں کا ایک مکان تھا جس کا نام "دشام" تھا۔ یہ لوگ اس مکان کو نہایت ہی مقدس سمجھتے تھے اور اس کا ایسا ہی احترام کرتے تھے جس طرح کہ خانہ کعبہ کا احترام کیا جاتا ہے۔ اس مکان کی یہ پوجا کرتے اور اس کو نہایت متبرک خیال کرتے تھے اس مکان میں آکر وہ دیواروں کے سامنے اپنی حاجتیں بیان کرتے اور انہیں دیواروں سے جواب بھی ملتا تھا لیکن جواب دینے والا نظر نہ آتا تھا اسی وجہ سے "قوم حمیر" کے لوگ فتنہ میں مبتلا ہو کر اس کو محترم و مکرم خیال کرتے تھے۔ لیکن ایمان لانے کے بعد بھی اس مکان کا تقدس ان کے ذہنوں سے نہیں نکلا تھا۔ وہ اب بھی اس مکان میں جا کر دیواروں سے باتیں کرتے اور جواب سنتے تھے

جب تبع کے مدنی مشیروں نے ان کی ضعیف الاعتقادی دیکھی تو بادشاہ سے کہا تمہاری قوم اگرچہ ایمان لے آئی ہے لیکن اب تک اس فتنہ میں مبتلا ہے اور وہ آواز جو وہ سنتے ہیں ایک دیو کی ہے جو فریب دے کر ان سے باتیں کرتا ہے اور اس کا منشاء یہ ہے کہ یہ لوگ فتنہ میں مبتلا رہ کر دین حق سے برگشتہ ہو جائیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو ہم اس مکان میں جا کر اس دیو کو نکال لیں اور اس طلسم کو پاش پاش کر کے اس دیو کو قتل کر دیں تاکہ یہ فتنہ دب جائے اور تمہاری قوم راہ راست پر گامزن رہے تبع نے کہا یہ بات عین قرین مصلحت ہے چنانچہ ان مشیروں نے اس مکان میں جا کر ایک کالے کتے کی شکل میں دیو کو نکال کر اس کو لوگوں کے سامنے قتل کیا اور اس مکان کو مسمار کر دیا اور "قوم حمیر" کو بد اعتقادی سے محفوظ کر کے جادہ حق دکھایا کہا جاتا ہے کہ اس مکان کے آثار یمن میں اب تک (یعنی تصنیف کتاب تک) باقی تھے۔ تبع

marfat.com

کے بعد ملک یمن کا اقتدار اس کے بیٹے حسان بن تبع کے حصے میں آیا۔

حسان بن تبان (تبع) بن اسعد اور اصحاب الاخدود

تبع کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد جب مسند اقتدار اس کے بیٹے حسان کے حصہ میں آئی تو اس نے بھی باپ کے طریقہ پر یہ سوچا کہ آس پاس کے علاقوں پر قبضہ کر کے سلطنت کو وسیع کیا جائے لہٰذا اس نے ایک لشکر ترتیب دے کر بحرین کا محاصرہ کیا یہ محاصرہ طویل ہوا اور فتح حاصل نہ ہو سکی لشکر اکتا گیا حسان سوچنے لگا کہ کسی طرح محاصرہ اٹھایا جائے اور یمن واپسی ہو لیکن کسی میں جرات نہ تھی کہ وہ جا کر بادشاہ کو محاصرہ اٹھانے کا مشورہ دیں چنانچہ امراء لشکر نے آپس میں سازش کر کے بادشاہ کے بھائی عمرو بن (تبع) تبان بن اسعد کو ورغلایا۔ اقتدار کا لالچ دے کر اس کی بیعت کر لی تاکہ وہ اپنے بھائی حسان کو قتل کر کے بادشاہت کا اعلان کر دے ان باغی امراء کے مشورے کے مطابق عمرو بن تبان نے اپنے بھائی کو قتل کر کے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ بحرین سے محاصرہ اٹھا کر یمن واپس آ گیا اور حکومت پر قابض ہو گیا۔

تھوڑے عرصے کے بعد عمرو بن تبان بیمار ہوا اور اس کی نیند ختم ہو گئی نہ رات کو سو سکتا تھا نہ دن میں نیند آتی تھی جب سارے علاج بے فائدہ رہے اور سخت کمزور ہو گیا تو اس نے منجموں اور جادوگروں کی مدد حاصل کرنی چاہی لیکن ان کے ٹونے ٹوٹکے بھی بیکار گئے تو ایک دن بادشاہ کو غصہ آ گیا اور اس نے یہ چاہا کہ ان سب نجومیوں اور جادوگروں کو قتل کر ڈالے لہٰذا ان سب کو اپنے پاس بلا کر کہا تم لوگ کس کام کے ہو میں سخت اذیت کا شکار ہوں اور تم میری کوئی مدد نہیں کر سکے تو ان لوگوں نے کہا ہم تو اپنی جیسی تمام ترکیبیں کر چکے ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا سبب کیا ہے ان لوگوں میں ایک بزرگ و معمر شخص نے اٹھ کر بادشاہ سے کہا میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کو بلا کسی وجہ کے قتل کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں سے نیند چھین لیتا ہے اور بے خوابی اس پر مسلط فرما دیتا ہے اور اس تکلیف کو دور کرنے کے لئے کوئی عذر قبول نہیں کرتا بادشاہ نے اس کی بات سن کر سوچا یہ بات تو ٹھیک کہہ رہا ہے اس کی گفتگو کے بعد اس نے ان تمام سرداروں کو جو اس سازش میں شریک تھے اور جن کے ورغلانے پر اس نے بھائی کو قتل کیا تھا بلایا اور ان سب کو سزا کے طور پر قتل کرا دیا

ذو رعین کا واقعہ

اس سازشی ٹولہ میں ایک شخص "ذو رعین" بھی شامل تھا جب اس کی سزا کا نمبر آیا تو اس نے بادشاہ سے

marfat.com

کہا میں "ذورعین" ہوں میرے اور آپ کے درمیان ایک حجت (واقعہ) ہے اگر میرے قتل میں توقف کریں تو میں وہ واقعہ بیان کروں۔ بادشاہ نے اس کی بات سن کر کہا بتاؤ وہ کیا واقعہ ہے "ذورعین" نے کہا کہ واقعہ ایک کاغذ کے پرزے میں پوشیدہ ہے جو میں نے آپ کو بحرین میں دیا تھا اور اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب دوسرے امراء نے غداری کر کے عمر بن بتان سے رابطہ کر کے اس کو بادشاہ بنوایا اور اس کے بھائی کو قتل کرایا تھا تو اس موقعہ پر "ذورعین" چھپ کر عمرو کے پاس گیا تھا اور اس سے کہا کہ جناب یہ بات مناسب نہیں کہ بھائی کو بھائی سے قتل کرا دیا جائے اور یہ کہ آپ اپنے بھائی کو قتل کریں آپ کی قوم حمیر کے لوگ جو آپ سے رابطہ کئے ہوئے ہیں وہ آپ سے مخلص نہیں ہیں اور وہ اپنے مفاد میں آپ کو ورغلا رہے ہیں تاکہ کسی طرح یمن واپس چلے جائیں اور اپنے گھروں میں عیش و آرام کی زندگی گزاریں اور ان کے سروں سے جنگ کا خطرہ ٹل جائے آپ کی قیمت پر ان کا مشورہ نہ مانیں ورنہ آپ نقصان اٹھائیں گے اور ندامت سے ہمکنار ہوں گے اور اس قسم کی بہت سی نصیحتیں کی تھیں لیکن عمر کے دماغ میں تو بادشاہی کا سودا سمایا ہوا تھا کسی نصیحت کا اس پر اثر نہ ہوا اور وہ اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ ہو گیا اور "ذورعین" کے مشورہ پر کوئی توجہ نہ کی تو اس نے ایک پرچہ پر دو شعر لکھ کر عمرو کو دیئے تھے اور کہا تھا کہ اے عمرو اس بات کو تو میری جانب سے گرہ باندھ لے تاکہ میرے لئے ضرورت کے وقت مفید ہو چنانچہ عمرو نے وہ پرچہ لے کر قباء کی جیب میں رکھ لیا تھا اور وہ شعر جو سادہ کاغذ کے ٹکڑے پر لکھے ہوئے تھے یہ ہیں

الا من یشتری سہرا بنوم   سعید من یبیت قریر عین

فاما حمیر غدرت و خانت   فمعذرته الا لہ الذی رعین

ان اشعار کا مفہوم یہ ہے جو شخص میٹھی نیند کے بدلے بد خوابی کو خریدتا ہے یعنی ایسا کام کرتا ہے جس کے سبب سکون کی نیند لینا بھی ممکن نہیں رہتا تو وہ عقلندوں اور سعادت مندوں میں سے نہیں ہوتا۔ البتہ عاقل اور سعادت مند وہ ہوتا ہے جو ایسا کام کرتا ہے جس کے سبب آنکھوں کو نور اور دل کو سرور حاصل ہوتا ہے۔

قبیلہ حمیر نے اس سلسلہ میں عمرو کے ساتھ غداری کی ہے اور اس کو یہ سکھایا کہ تو اپنے بھائی کو قتل کر کے اقتدار پر قابض ہو جا لیکن میں "ذورعین" اس طریق کار سے خوش نہیں تھا ان کی ہمنوائی سے معذور تھا "ذورعین" نے یہ بات واضح کر دی تھی کہ میں اس انداز فکر اور اس باغیانہ روش سے مطمئن نہیں

marfat.com

ہوں اس لئے میں نے نہایت شفقت کے ساتھ حق نصیحت ادا کیا ہے تاکہ مستقبل میں جب بادشاہ کو کوئی مصیبت پیش آئے یا ندامت کا احساس ہو تو یہ بھی یاد آ جائے کہ میں نے اس موقع پر درست مشورہ دیا تھا جب بادشاہ عمرو نے اس سازشی ٹولہ کو کیفر کردار کو پہنچایا تھا اس وقت "ذورعین" نے بادشاہ سے تھوڑی مہلت طلب کی تھی اور مذکورہ بالا واقعہ سنا کر اس سے کہا تھا کہ وہ پرچہ تو تمہارے پاس محفوظ ہو گا جو تم نے قبا میں رکھا تھا چنانچہ بادشاہ نے قبا کی جیبیں دیکھیں تو وہ کاغذ کا ٹکڑا جس پر یہ اشعار لکھے تھے مل گیا اب جب بادشاہ نے اس کو پڑھا تو حقیقت منکشف ہوئی اور مکمل کر بات سامنے آئی کہ "ذورعین" نے جو کچھ اس وقت لکھا تھا وہ درست تھا اور اس نے اپنے فریضہ منصبی کو ادا کیا تھا۔ چنانچہ "ذورعین" کو معافی مل گئی اور اس کے اعزاز میں اضافہ بھی ہوا اس کو بادشاہ کے مشیر بننے کا اعزاز ملا اب بادشاہ کوئی کام اس کے مشورہ کے بغیر نہیں کرتا تھا۔ اور "ذورعین" کے مرنے کے بعد نظام مملکت میں ایسی افراتفری پھیلی کہ قبیلہ حمیر کے لوگ آپس ہی میں برسرپیکار نظر آنے لگے اور اس انتشار کے نتیجہ میں اقتدار ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔

لخنیعہ کا عبرت ناک انجام

اس تباہی و بربادی کے بعد جو شخص مسند اقتدار پر قابض ہوا اس کا نام لخنیعہ تھا گو اس کا تعلق شاہاں یمن کے خاندان سے نہ تھا لیکن معاشرہ میں اس کو ایک مقام حاصل تھا لہٰذا اس نے اقتدار پر قبضہ کر کے حمیر کے کچھ لوگوں کو قتل کرایا کچھ کو اور طریقوں سے خراب کیا اور اپنے اقتدار کو مستحکم کر لیا یہ بادشاہ لخنیعہ انتہائی بدکردار ملعون ہم جنس پرست تھا اور اس کی خباثت کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ وہ خصوصیت کے ساتھ اپنی بد اعمالیوں تختہ کا مشق اعلیٰ خاندان کے لڑکوں اور شریف زادوں کو بناتا عوام و خواص اس کی بد اعمالیوں سے تنگ آ چکے تھے لیکن ان کا کوئی بس نہ چلتا عالم اسباب میں بندے جب مایوس ہو جاتے ہیں تو مسبب الاسباب سے لو لگاتے ہیں چنانچہ یمن کے لوگ بھی بارگاہ الٰہی میں اس کی تباہی و بربادی اور اس کے ظلم سے محفوظ رہنے کی دعائیں کرتے تھے

لخنیعہ کا قتل

اللہ تعالیٰ مظلوم کی دعا کو رد نہیں فرماتا جب لخنیعہ کی بد اعمالیاں حد کو پہنچیں تو قدرت کاملہ نے اس کی برائیوں کے سدباب کا یہ اہتمام فرمایا۔ تبع کی اولاد میں حسان بن تباں (تبع) کا ایک کم عمر بھائی جس کا نام

marfat.com

"زرعہ ذونواس" تھا باقی بچا تھا اور یہ لخنیعہ کی دستبرد سے محفوظ رہا تھا کیونکہ اس کو اب تک اس بچے کی بابت معلوم ہی نہ تھا اس طرح پوشیدہ طور پر یہ بچہ پرورش پاتا رہا اور بڑا ہو گیا اور شاہ زادہ ہونے کے سبب انتہائی خوبصورت اور گبرو نوجوان نظر آتا تھا۔ اتفاق سے لخنیعہ کو اس کی موجودگی کی اطلاع مل گئی تو اس نے اس نوجوان کو خراب کرنے کے لئے اپنے پاس بلوایا جس طرح کہ دوسروں کے ساتھ کرتا رہا تھا۔ زرعہ ذونواس کو لخنیعہ کے بارے میں سب کچھ معلوم ہو چکا تھا اور اس کو یہ بھی اندازہ تھا کہ اس کی طلبی کی وجہ کیا ہے لہٰذا زرعہ نے تلوار لباس میں چھپائی اور لخنیعہ کے پاس پہنچ گیا۔

زرعہ بہت حسین و جمیل تھا اس کو حسن و جمال کے سبب اسے یوسف کے نام سے پکارا جاتا تھا جب لخنیعہ کے پاس پہنچا تو اس نے تخلیہ کرایا اور اس پر دست درازی کرنی چاہی اس وقت (نوجوان) زرعہ ذونواس نے تلوار نکال کر بادشاہ کی گردن تن سے جدا کر دی۔ اور تخلیہ سے باہر آکر اپنے کارنامے سے لوگوں کو آگاہ کیا تو ان میں مسرت کی لہر دوڑ گئی اب امراء درو ساء نے باہمی مشورہ سے تبع کے خاندان کے شہزادے زرعہ ذونواس کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ اور اس نے مدتوں اہل یمن پر حکومت کی اور یمن کے حکمرانوں میں خاندان تبع کا یہ آخری دور تھا

واقعہ اصحاب الاخدود

عبداللہ بن ثامر کا واقعہ

مصنف کتاب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ رقم طراز ہیں عرب میں سب سے ملکی سطح پر عیسائیت کا فروغ نجران میں ہوا نجران عرب میں مردم خیز خطہ رہا ہے یہاں کے بسنے والے ہنر مند تھے ان میں اکثریت عیسائیوں کی تھی البتہ مشرک اور بت پرست بھی اس شہر میں مقیم تھے یہاں کا رئیس عبداللہ بن ثامر بھی عیسائیت کا پیرو کار تھا۔ اس شہر میں عیسائیت کے فروغ کے سلسلہ میں دو باتیں کہی جاتی ہیں

ایک روایت یہ ہے کہ ایک شخص فیمیون نامی اپنے وقت کے اکابر صلحا میں سے تھے انہیں فیمیون عابد کہا جاتا تھا یہ علم و فضل ذہانت و تقویٰ میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے مستجاب الدعوات بزرگوں میں شمار ہوتے تھے۔ اکثر و بیشتر سیاحت میں رہتے ان کا ایک منفرد انداز یہ تھا کہ کسی جگہ دو ایک دن سے زیادہ قیام نہ کرتے تھے اور جس جگہ پہچان لئے جاتے تو فوراً" وہاں سے روانہ ہو جاتے تھے لوگوں سے ملنے جلنے سے

marfat.com

احتراز کرتے معماری کا کام جانتے تھے اور یہی ذریعہ معاش تھا۔ عیسائیوں کی طرح اتوار کے دن کو مقدس سمجھتے اس دن کوئی کام نہ کرتے اور صبح سے شام تک مصروف عبادت رہتے تھے

فیمیون کی صالح سے ملاقات

فیمیوں شام کے علاقہ میں ایک گاؤں پہنچے وہاں انہیں ایک شخص صالح دیکھا اور ان کے حالات سے واقفیت حاصل کی تو پتہ چلا کہ یہ شخص زمرہ اولیاء سے ہیں۔ اب صالح کی کوشش یہ تھی کہ کسی طرح سے فیمیوں سے رابطہ استوار کیا جائے اور ان کے فیض صحبت سے استفادہ کیا جائے اور ان کی خدمت گزاری کا شرف حاصل کیا جائے اتفاق کی بات یہ کہ اس گاؤں میں جہاں صالح رہتے تھے فیمیوں کا قیام چند دن زیادہ ہو گیا اب صالح کو یہ فکر ہوئی کہ کسی طرح سے ان کے معمولات سے آگاہی حاصل کرے اور ان کی خدمت میں حاضری دے لیکن ان کا رعب و دبدبہ اجازت نہ دیتا تھا اور یہ ہر اتوار کو جنگل چلے جاتے اور وہاں مصروف عبادت رہتے صالح ان کا تعاقب کرتے اور جنگل میں جہاں یہ مصروف عبادت ہوتے چھپ کر دیکھتے رہتے لیکن قریب جانے کی ہمت نہ ہوتی تھی دور سے بیٹھے انہیں نماز ادا کرتے دیکھتے رہتے تھے ایک اتوار کو جب صالح فیمیوں کا تعاقب کرتے ہوئے صحراء میں آئے تو ایک آڑ لے کر چھپ گئے اور فیمیوں نماز میں مشغول ہو گئے اس حالت میں صالح نے دیکھا کہ ایک اژدھا آیا اور وہ فیمیوں پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے تو اضطراری طور پر ان کی زبان سے نکلا۔ فیمیوں بچو اژدھا حملہ آور ہونے والا ہے۔ لیکن فیمیوں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور نماز میں مشغول رہے جب اژدھا قریب آیا تو اس نے جاء نماز کے گرد حلقہ بنا لیا۔ اور سو گیا اور ایسا سویا کہ ابدی نیند سو گیا جب فیمیوں نماز سے فارغ ہوئے تو صالح کو دیکھا تو اس سے معلوم کیا بندہ خدا تمہیں مجھے پکارنے اور متوجہ کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی؟ صالح نے کہا اے اللہ تعالے کے دوست اور اس کے مقدس بندے! میں نے جب یہ دیکھا کہ اژدھا تمہیں نقصان پہنچانے کے لئے آ رہا ہے تو مجھے خوف آیا اور میں نے جرات کر کے آپ کو متوجہ کیا۔

صالح کی یہ بات سن کر فیمیوں نے جواب دیا خدا کے بندے کیا تجھے یہ معلوم نہیں "کہ جو خدا سے ڈرتا ہے ساری خدائی (یعنی مخلوق خدا) اس سے ڈرتی ہے۔ اس گفتگو کے بعد جب صالح کی تھوڑی جھجک کم پائی تو وہ آگے بڑھتے ہوئے مصلے کے قریب آئے تو دیکھا کہ اژدھا مصلے کے گرد حلقہ بنائے ہوئے مردہ پڑا ہے یہ منظر دیکھتے ہی صالح کو گردن اٹھانے اور آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کرنے کی جرات نہ ہو سکی فوراً" جھکے

marfat.com

اور فیمیوں کی قدم بوسی کی اور عرض گزار ہوئے مجھے اپنے فیض صحبت سے استفادہ کا موقع دیں!

فیمیوں نے جواب دیا اللہ کے بندے کیا تم میرے ساتھ گزارا کر سکو گے ؟ میں تو جگہ جگہ گھومتا رہتا ہوں ایک جگہ قیام نہیں کرتا تم میرے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ صالح نے کہا میں تو آپ کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا اگر مجھے پتھر مار کر بھی بھگانا چاہیں گے تو میں پیچھا نہ چھوڑوں گا۔ جب فیمیوں نے یہ استقامت دیکھی تو صالح کو ساتھ رہنے کی اجازت دے دی لیکن یہ تاکید بھی کر دی کہ وہ ان کے بارے میں کسی کو کچھ نہ بتائے گا چنانچہ صالح نے اس کا وعدہ کر لیا۔ فیمیوں نے اس آبادی میں کچھ عرصہ قیام کیا۔ دوران قیام یہ جس مصیبت زدہ پریشاں حال یا بیمار معذور کو دیکھتے تو اس کے حق میں دعا کرتے اللہ تعالٰی اس کی مصیبت کو دور فرما دیتا۔ چونکہ فیمیوں کا پیشہ معماری کا تھا یہ مکانوں میں کام کرنے جاتے وہاں جن لوگوں کو مصروف اذیت پاتے تو ان کا دل بھر آتا اور ان کے حق میں دعائے خیر کیا کرتے اللہ تعالٰی عقدہ کشائی فرماتا تھا۔

فیمیون کی کرامت

لوگوں نے فیمیوں کی یہ زندہ کرامت دیکھی تھی اور ان کی صلاحیتوں کو پہچانا تھا اتفاق کی بات یہ کہ اس آبادی کے سردار کا لڑکا نابینا اور مفلوج تھا اس کو جب ان کی کرامت کا پتہ چلا تو اس نے چاہا کہ اس کو فیمیوں کے پاس پہنچائے اور اس سے اس کے حق میں دعا کرائے لوگوں نے کہا براہ راست ملاقات مناسب نہیں بہتر یہ ہے کہ انہیں کسی حیلہ سے گھر بلایا جائے اور اس موضوع پر مناسب انداز میں بات کی جائے ورنہ ممکن ہے کہ وہ اندازہ کر لیں کہ لوگ مجھے پہچان گئے ہیں اور یہاں سے چلے جائیں ●

رئیس نے لوگوں سے کہا کہ مجھے انہیں اپنے گھر بلانے کا کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے لوگوں نے کہا معماری کے ذریعہ چنانچہ وہ رئیس فیمیوں کے پاس گیا اور اس نے کہا کہ مجھے اپنے گھر میں کچھ تعمیری کام کرانا ہے اگر آپ تیار ہوں تو تکلیف کر کے اس کو دیکھ لیں۔ چنانچہ سردار فیمیوں کو لے کر گھر آیا لیکن پہلے سے یہ انتظام کر کے گیا کہ جو جگہ تعمیر کے لئے دکھانی ہے۔ وہاں اس معذور بچے کو پہلے سے لا کر لٹا دیا جائے اور اس پر چادر ڈال دی جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب سردار فیمیوں کو گھر کے اس حصہ میں لایا جو انہیں دکھانا مقصود تھا تو سردار نے آ کر بچے کے اوپر سے چادر اتار دی جب فیمیوں نے بچے کو دیکھا تو معلوم کیا کہ اس کا کیا حال ہے سردار نے کہا یہ معذور اور نابینا ہے ہر وقت بستر پر پڑا رہتا ہے فیمیوں کو اس بچے پر ترس آیا دست دعا اٹھایا بارگاہ الٰہی میں دعا کی اللہ تعالٰی نے کرم فرمایا بچہ ٹھیک ہو گیا۔

marfat.com

نیموں کو جب یہ احساس ہوا کہ اس گاؤں کے لوگوں کو میرے مستجاب الدعوات ہونے کا پتہ ہو گیا ہے تو وہاں سے روانہ ہو گئے صالح بھی ساتھ تھے اب انہوں نے جنگل کا رخ کیا ابھی تھوڑی دور گئے تھے کہ بہت بڑا درخت نظر آیا جب اس درخت کے قریب ہوئے تو ایک آواز آئی " اے نیموں آگے نہ جاؤ میرے پاس رکو تھوڑی دیر ٹھہرو اور مجھے دفن کر کے یہاں سے رخصت ہونا"

صالح نے نیموں سے کہا یہ کون ہیں؟ اور یہ کونسی جگہ ہے؟ اور ان صاحب کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ آپ ہی نیموں ہیں ؟ تو نیموں نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں میں سے ہیں اس کے دوست اور ولی ہیں ان کا وقت آخر ہے اور انہیں موت آنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہاں ان کی تدفین کے لیے بھیجا ہے جب یہ دونوں درخت کے قریب آئے تو دیکھا کہ وہ اللہ کے محبوب سر بسجود ہیں اور جان آفرین کے سپرد کر دی ہے (اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے محبوب بندوں کے زمرے میں شامل کر لے) البتہ ان دونوں حضرات نیموں اور صالح نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور انہیں سپرد خاک کیا وہاں سے فارغ ہونے کے بعد یہ دونوں وہاں سے روانہ ہوئے اور عرب کے علاقہ میں آگئے یہاں قبیلہ "طعاجہ" کے بردہ فروشوں کے چنگل میں پھنس گئے بہت دن ان کے ساتھ رہے پھر انہوں نے لا کر نجران میں فروخت کر دیا

نجران میں ایک کھجور کا درخت

اس دور میں نجران کی آبادی بت پرستی کا شکار تھی اس علاقہ میں خرما کا ایک درخت نہایت بلند پھیلاؤ والا اور انتہائی مضبوط تھا نجران کے رہنے والے اس درخت کی پرستش کرتے تھے اور ان کا معمول یہ تھا کہ ہر ہفتہ آبادی کے مرد و زن قیمتی کپڑے لے کر گھروں سے نکل کر اس کے درخت کے قریب جاتے اور وہ کپڑے اس درخت پر لپیٹتے اس کے علاوہ زر و جواہر بھی نثار کرتے تھے ایک شب و روز وہاں مصروف عبادت رہتے اور واپس ہوتے تھے۔

اس شہر کے ایک مشہور و معروف آدمی نے نیموں عابد شخص کو بردہ فروشوں سے خریدا تھا۔ غلامی کی زندگی میں نیموں دن میں اپنے آقا کی خدمت کرتے اور رات کو صبح تک ایک تنگ و تاریک کوٹھری میں مصروف عبادت رہتے کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ نیموں کی پوری رات عبادت میں گزرتی ہے۔

حسن اتفاق کہ نیموں کے آقا نے دیکھا کہ وہ تنگ و تاریک حجرہ بغیر کسی چراغ یا آگ جلائے روشن اور منور ہے اس کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا اور جب اس نے نیموں کو اس حجرہ میں مصروف عبادت دیکھا تو اس کی

marfat.com

حیرت کا ٹھکانہ نہ رہا اس نے آ کر فیموں سے دریافت کیا اے مرد خدا! یہ کیسی روشنی ہے؟ اور یہ کونسا دین ہے جس کو تم نے اپنایا ہے؟ فیموں نے جواب دیا یہ حقانیت کا نور ہے اور میں جس دین کا اتباع کرتا ہوں وہ دین ہے جس کی تعلیم پیغمبر خدا حضرت عیسیٰ علیہ اسلام نے دی تھی۔

لوگو یہ بات سمجھ لو کہ جس عقیدہ کو اہل نجران اپنائے ہوئے ہیں وہ باطل ہے اور جس درخت کی نجران والے پرستش کرتے ہیں وہ بھی غلط ہے کیونکہ اس درخت میں نہ تو فائدہ پہنچانے کی اہلیت ہے نہ نقصان پہنچانے کی صلاحیت۔ اس شخص کو یہ باتیں عجیب معلوم ہوئیں ہنسنے لگا ایسا کیونکر ممکن ہے کہ ہم گمراہ ہیں اور ہمارا دین باطل ہے فیموں نے کہا اگر تم چاہو تو میں یہ بات ثابت کر سکتا ہوں کہ تمہارا دین باطل ہے۔ اس سردار نے کہا تم کیا کرو گے فیموں نے کہا میں کل اس درخت کے پاس جا کر دعا کروں گا اور میرے ہاتھ لگائے بغیر وہ درخت جڑ سے اکھڑ جائے گا اس نے کہا اگر تم ایسا کر دکھاؤ گے تو ہم یقین کر لیں گے کہ ہمارا دین باطل ہے اور تمہارا دین حق ہے اس حقیقت کے اظہار پر نجران کے لوگ تمہارے دین کا اتباع کر لیں اور تمہارے دین پر ایمان لے آئیں گے

اتفاق کی بات کہ دوسرا دن وہ تھا جس دن نجران کے لوگ جمع ہو کر اس درخت کی پرستش کرتے تھے چنانچہ معمول کے مطابق شہر کے رہنے والے درخت کے گرد جمع ہوئے درخت کے گرد عمدہ غلاف چڑھاتے سنہری اور روپیلی زیوروں سے آراستہ کیا۔ فیموں بھی اپنے آقا کے ساتھ وہاں پہنچے تو فیموں کے آقا نے حاضرین کو تمام باتوں سے آگاہ کیا اور بتایا کہ فیموں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ جس درخت کو ہم نے اپنا معبود تصور کیا ہوا ہے اس کو وہ بغیر ہاتھ لگائے یا کسی لکڑی سے چھو کر صرف دعا کر کے گرا دے گا۔ یہ بات سن کر سب کے سب تعجب رہ گئے اور کہنے لگے ایسا ہونا ناممکن ہے۔ فیموں نے وہاں پہنچ کر دو رکعت نماز ادا کی اور دست دعا اٹھائے اور بارگاہ الٰہی میں عرض مدعا کیا جب یہ دعا سے فارغ ہوئے تو سب نے دیکھا کہ درخت جڑ سے اکھڑ گیا ہے فیموں کے آقا اور نجران کے لوگوں نے بت پرستی سے توبہ کی اور دین عیسوی اختیار کر لیا۔ اور ان کی تعلیمات کو اپنانے کا وعدہ کر کے اطاعت کا عہد کیا

نجران میں عیسائیت کے فروغ کی ایک اور روایت

نجران میں عیسائیت کے فروغ کی دوسری روایت محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے اس طرح بیان کی ہے کہ نجران کے مضافات کے گاؤں میں ایک جادوگر رہتا ہے نجران کے لوگ اس کے پاس اپنے بچوں کو جادو

marfat.com

سیکھنے کے لئے بھیجا کرتے تھے شہر نجران کا ایک معروف اور نامی گرامی شخص جس کا نام ثامر تھا اس کا بیٹا عبداللہ بھی نجران کے دوسرے لڑکوں کے ساتھ جادوگر کے پاس جادو سیکھنے کے لئے جاتا تھا اتفاق یہ ہوا کہ فیمیوں نامی عابد جن کا تذکرہ سابقہ صفحات میں گزرا نجران آئے اور وہاں سے روانہ ہو کر نجران اور جادوگر کے گاؤں کے درمیان میں خیمہ لگا کر مصروف عبادت ہو گئے۔ جب نجراں سے آنے والے لڑکے جادوگر کے گاؤں جاتے تو راستہ میں فیمیوں کے خیمہ سے گزرتے اور انہیں مصروف عبادت پاتے ثامر کا لڑکا عبداللہ اپنے دوسرے ساتھیوں کے مقابلہ میں زیادہ عقلمند تھا وہ دیکھتا کہ یہ فیمیوں قبلہ کو منہ کئے عبادت میں مشغول ہیں اس کو عبادت کا یہ انداز بہت بھلا معلوم ہوتا تھا۔ اور انہیں دیکھ کر مسرت کی لہر دوڑ جاتی چند دن اسی حالت میں گزرے تو وہ عبداللہ نامی لڑکا اپنے ساتھیوں سے جدا ہو کر تھوڑی دیر فیمیوں کے پاس بیٹھتا اگر موقع ملتا تو ان کی گفتگو سنتا اور اس کے بعد جادوگر کے پاس چلا جاتا جب جادوگر اس سے دیر میں آنے کی بابت معلوم کرتا تو عبداللہ کوئی عذر بیان کر دیتا۔ یہ سلسلہ عرصہ تک جاری رہا اور فیمیوں کی صحبت کا یہ اثر ہوا کہ عبداللہ نے عیسائی دین اختیار کر لیا۔ لیکن اپنے ایمان کو ماں باپ سے پوشیدہ رکھا یہ سلسلہ جاری رہا اور جادوگر کے یہاں جانے سے تھوڑی دیر کے لئے خیمہ میں رکتا اور دین عیسوی کی تعلیم حاصل کرتا رہا اور دین عیسوی کا فقیر بن گیا۔ اس کے بعد عبداللہ کو دوسرے علوم کے حصول کا شوق ہوا حالانکہ فیمیوں کے فیض صحبت سے وہ بہت کچھ حاصل کرتا رہتا تھا۔ اور بہت لائق و فائق ہو گیا تھا۔ اس کو یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ فیمیوں "اسم اعظم" جانتے ہیں اور اسم اعظم کی برکت سے جو چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے۔ اب عبداللہ کو اسم اعظم جاننے کا شوق ہوا بہت کوشش کی لیکن فیمیوں اس کو ٹال دیتے عبداللہ کی خوشامد اور شوق کا مثبت جواب نہ دیتے اور اس کو نہ سکھاتے ایک دن فیمیوں نے عبداللہ سے کہا کہ تجھے اس کے جاننے کی تاب نہیں اگر تجھے اس کا علم ہو جائے گا تو اپنی جان اور مخلوق کی ہلاکت کا سبب بنے گا فیمیوں کی یہ بات سن کر عبداللہ نے درخواست کی اگر اسم اعظم سیکھنے کی مجھ میں تاب نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کے دوسرے اسماء تو مجھے سکھا دیں چنانچہ انہوں نے رب تعالیٰ کے دوسرے اسمائے صفاتی سکھا دیئے

ان ناموں کو سیکھنے کے بعد عبداللہ نے ان تمام اسماء کو تختی کے ٹکڑوں پر لکھا اور ایک ایک ٹکڑا آگ میں ڈالتا گیا یہ ٹکڑے آگ میں جلتے گئے آخر میں ایک ٹکڑا رہ گیا تو اس کو بھی آگ میں ڈالا لیکن تختی کا یہ ٹکڑا جس پر نام الٰہی لکھا تھا نہ جلا تو عبداللہ نے سمجھ لیا کہ یہی "اسم اعظم" ہے۔ اس کے بعد اس نے اپنے استاد فیمیوں کے پاس جا کر کہا کہ مجھے "اسم اعظم" کا علم ہو گیا ہے انہوں نے کہا کہ تمہارا مقصد پورا

marfat.com

عبداللہ بن ثامر آزمائش میں

جب عبداللہ کو اسم اعظم معلوم ہو گیا تو وہ نجران کی سڑکوں پر گھومتا رہتا اور جس کسی کو بھی رنج و من تکلیف و اذیت کا شکار دیکھتا تو اس سے کہتا اگر بت پرستی چھوڑ کر میرا دین اختیار کر لو تو میں تمہارے حق میں دعا کروں گا اللہ تعالیٰ تمہاری تکلیف کو دور کر دے گا۔ وہ لوگ عبداللہ کی بات سن کر کہتے اگر بت پرستی ترک کرنے سے ہماری تکلیف دور ہو جائے گی تو ہم بت پرستی چھوڑنے کے لئے آمادہ ہیں اور تیرا دین قبول کرنے کو تیار ہیں۔ چنانچہ عبداللہ "اسم اعظم پڑھ" کر اس پر دم کرتا اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف کو دور فرما دیتا۔ اور وہ لوگ عبداللہ کے دین عیسوی کو اپنا لیتے شدہ شدہ یہ خبر بادشاہ کو پہنچی تو اس نے حکم دیا کہ ایک شخص اس طرح تبلیغ دین عیسوی کر رہا ہے اور بہت سے لوگ اس کے تابع ہو گئے ہیں اگر یہ سلسلہ چلتا رہا تو حکومت کے لئے خطرہ بن جائے گا لہٰذا اس کو میرے پاس لایا جائے چنانچہ عبداللہ کو بادشاہ کے پاس لایا گیا بادشاہ نے عبداللہ سے کہا یہ کیا ہے؟ میں نے سنا ہے کہ تو لوگوں کو بہکا کر دین حق سے ہٹا رہا ہے اور انہیں اپنا تابع بنا رہا ہے اگر تو اپنے طرز عمل سے توبہ کر لے تو ٹھیک ہے ورنہ میں تیرے بارے میں عبرت ناک سزا کا حکم دوں گا●

بادشاہ کی باتیں سن کر عبداللہ نے کہا بادشاہ سن لے! تو میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا یہ سن کر بادشاہ کو طیش آگیا اور اس نے حکم دیا کہ اس کو پکڑ کر پہاڑی کی چوٹی سے گرا دیا جائے چنانچہ جب عبداللہ کو پہاڑ کی چوٹی سے گرایا گیا تو اس کا کچھ بھی نہ بگڑا اور کوئی نقصان نہ ہوا وہ وہاں سے اٹھ کر نجران چلا آیا بادشاہ کے کارندوں نے آکر اطلاع دی کہ ہم نے حکم کی تعمیل میں عبداللہ کو چوٹی سے گرایا تھا لیکن اس کو کوئی نقصان نہ ہوا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو دریا کے وسط میں لے جا کر ڈبو دیا جائے اس حکم پر بھی عمل ہوا لیکن وہ دریا سے صحیح سلامت نکل آیا۔ اور نجران آگیا اس واقعہ کی اطلاع جب بادشاہ کو ہوئی تو وہ بہت جھنجلایا اور اس نے عبداللہ کو نقصان پہنچانے کی جتنی بھی کوششیں کیں وہ رائگاں گئیں البتہ نقصان یہ ہوا کہ ان واقعات سے عبداللہ کے معتقدین میں اضافہ ہوتا رہا اور لوگ بت پرستی ترک کر کے دین عیسوی اختیار کرتے رہے اب تو بادشاہ کا غصہ انتہا کو پہنچ گیا اور اس نے امکانی کوششیں کیں جب بھی بادشاہ کی طرف سے کوئی کوشش ہوتی عبداللہ اسم اعظم پڑھ کر اپنا دفاع کر لیتا اس طرح بادشاہ اور اس کے درباری عبداللہ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے ایک دن عبداللہ نے بادشاہ سے کہا تم اپنی کوششوں میں ناکام ہو گئے ہو۔ اگر تم مجھے ہلاک کرنا ہی چاہتے ہو تو اس کا طریقہ بھی مجھ ہی سے معلوم کر لو بادشاہ نے کہا

marfat.com

بتاؤ عبداللہ نے سا پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اس کے نبی و رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاؤ میرا دین اپناؤ اس کے بعد اگر تم مجھے ہلاک کرنا چاہو گے تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ بادشاہ جو عبداللہ سے خائف تھا۔ اور اس کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ اس کو جب یہ بات معلوم ہوئی۔ تو اسی وقت اس نے دین عیسوی اختیار کیا اللہ کی وحدانیت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا اقرار کر کے عبداللہ کو اپنے قریب بلایا اور اس کے ہاتھ میں جو لاٹھی تھی اس کو عبداللہ کے سر پر مارا اور اس کو ہلاک کر دیا اور دوبارہ شرک کا اعتراف کر کے مرتد ہو گیا۔

لوگوں کو جب عبداللہ کے مرنے کی اطلاع ملی تو اس کی لاش کو لائے اور انتہائی اعزاز و اکرام کے ساتھ اس کو دفن کیا اور وہ لوگ جو اب تک دین عیسوی کے تابع نہ ہوئے تھے انہوں نے بھی دین عیسوی اختیار کر لیا۔ ان تابعین نے بادشاہ کے احکام کی خلاف ورزی کی اس کو دوبارہ دین عیسوی اختیار کرنے کی تبلیغ کی۔ اس طرح اس علاقہ میں دین عیسوی نے نشوونما پائی اور نجران میں یہ دین پھیلا۔

نجران کے عیسائیوں پر افتاد

نجران میں مسیحیت پھیلنے کے دونوں واقعات کے بعد مصنف کتاب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ اصل موضوع کی جانب رجوع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "زرعہ ذونواس" جو یمن کا بادشاہ تھا جس کا تذکرہ ماسبق صفحات میں گزرا ہے اس کو جب نجران کے واقعات کا علم ہوا اور لوگوں کی بغاوت کا پتہ چلا تو اس کو حالات کا اندازہ ہوا کہ نجرانی اس کے زیر اقتدار تھے اب وہاں کی رعایا کے باغی ہونے کی وجہ سے نظام حکومت تباہ ہو جائے گا کیونکہ "تبع" کے دور سے یمن میں یہودیت کا دور دورہ تھا اور زرعہ اور یمن کی آبادی یہودی تھی چنانچہ وہ نجران پہنچا اور یمن کے لوگوں سے کہا میں دو باتیں بتانے آیا ہوں یا تو یہودیت اختیار کرو ورنہ مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اور عیسائی مذہب چھوڑ دو

نجران کے لوگوں نے کہا ہمارا دین وہی ہے جو عبداللہ ثامر کا تھا ہم تو اس دین کو چھوڑنے والے نہیں تیرا جو جی چاہے وہی کر یہ جواب سن کر زرعہ کو سخت غصہ آیا۔ اس نے حکم دیا کہ آتشیں گولے تیار کئے جائیں اور شہر کی آبادی کو ایک جگہ جمع کیا جائے چنانچہ شہر کے لوگ جب ایک جگہ جمع ہوئے تو ان میں سے کچھ کو تلوار سے قتل کیا گیا اور کچھ کو آتشیں گولے پھینک کر ہلاک کیا گیا۔ اس طرح ایک دن میں تقریباً بیس ہزار افراد کو ختم کر دیا گیا۔ اس کی تائید قرآن کی اس آیت سے ہوتی ہے۔

marfat.com

قتل اصحاب الا خلود ، النار ذات الوقود، اذھم علیھا قعود، وھم علی ما یفعلون با لمومنین شھود، وما نقموا منھم الا ان یومنوا باللہ العزیز الحمید ○

ترجمہ مارے گئے کھائی کھودنے والے جس میں آگ تھی زبردست ایندھن والی جب اس کے کنارے بیٹھے تھے اور اہل ایمان کے ساتھ ہونے والے سلوک کو دیکھ رہے تھے اور انہیں ان کا اسلام پسند نہ آیا تھا کہ وہ سب پر غالب اور سب خوبیوں والے اللہ پر ایمان لائے تھے ●

"اخدود" ان گڑھوں کو کہتے ہیں جو زمین میں کھودے جاتے ہیں اور ان میں خندق کی طرح آگ جلا دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے زرعہ ذونواس کے اس طریق کار کی جو اس نے اہل نجران کے ساتھ کیا تھا منظر کشی کی ہے کیونکہ نجران والوں نے بت پرستی ترک کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی پر ایمان کا اظہار کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ہم ان کے عمل سے غافل نہیں جس طرح انہوں نے نجران والوں کو جلایا ہے کل قیامت کے دن انہیں آگ کا عذاب دیں گے اور عذاب آخرت دنیا کی اذیت سے بہت زیادہ سخت ہے۔

"سورہ بروج" کی دسویں آیت میں فرمایا گیا ہے

ان الذین فتنوا المومنین والمومنات ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق ○

ترجمہ بے شک جن لوگوں نے مسلمان مرد اور عورتوں کو ایذا دی اور اس کے بعد توبہ بھی نہ کی تو ان کے لئے جہنم کا عذاب اور جلائے جانے کی سزا ہے۔

خلافت فاروقی کا ایک حیرت انگیز واقعہ

کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں نجران کے علاقہ کے ایک ویرانہ میں کنواں کھودا جا رہا تھا کھدائی کے دوران ایک قبر نکل آئی تو دیکھا کہ قبر کا مدفون شخص سر پر ہاتھ رکھے بیٹھا ہے کھدائی کرنے والا شخص آبادی میں گیا اور لوگوں کو سارا واقعہ بتایا آبادی کے لوگ یہ منظر دیکھنے کے لئے آئے تو پتہ چلا عبداللہ بن ثامر قبر میں سر پر ہاتھ رکھے بیٹھا ہے اور ہاتھ اس زخم پر ہے جو بادشاہ یمن کے ہاتھوں لگا تھا جس کی وجہ سے عبداللہ کی موت واقع ہوتی تھی۔ یہ واقعہ ' سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے لوگوں نے اس کے ہاتھ کو سر سے ہٹا دیا تو زخم سے خون بہنے لگا لہٰذا ہاتھ کو وہیں رکھ دیا گیا تو خون رک گیا۔ عبداللہ کے ہاتھ میں جو انگشتری تھی اس پر "ربی اللہ" کندہ تھا یعنی میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے

یہ واقعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھا گیا تو دربار خلافت سے ہدایات موصول ہوئیں کہ اس

marfat.com

قبر کو بند کر دیا جائے اور اس کو بالکل نہ چھیڑا جائے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو اسی حالت میں اٹھائے گا اور اس کا بدلہ لے گا۔

محمد بن اسحاق فرماتے ہیں اس ضمنی واقعہ کے بعد ہم "زرعہ ذونواس" اہل نجران اور دوس ذی ثعلبان جو زرعہ اور اس کے لشکر سے بچ کر قیصر روم کے پاس بھاگ آیا تھا اس نے ایک لشکر ترتیب دے کر زرعہ سے جنگ کی تھی اس واقعہ کی جانب قلم اٹھاتے ہیں۔

دوس ذی ثعلبان کا زرعہ کے مقابلہ کے لئے لشکر کشی

زرعہ ذونواس جس زمانہ میں اہل نجران پر ظلم و ستم ڈھا رہا تھا اور انہیں ختم کر رہا تھا ان دنوں دوس ذی ثعلبان نامی ایک شخص حالات کا جائزہ لے کر اپنے تیز رفتار گھوڑے پر نجران سے بھاگ گیا ذونواس کے لشکر والوں کو جب اس کے بھاگنے کی اطلاع ملی تو انہوں نے اس کا تعاقب کیا لیکن اس کو نہ پکڑ سکے اور وہ بھاگ کر قیصر روم کے پاس پہنچا اس کو نجران کے حالات بتائے اور مدد کی درخواست کی تاکہ زرعہ ذونواس سے بدلہ لیا جائے

قیصر نے دوس سے کہا تمہارا ملک بہت دور ہے رومی لشکر کو اتنی دور جانے کی رغبت نہ ہوگی میں اپنے ہم مسلک اور ماتحت ملک حبشہ کے بادشاہ کو خط لکھ دیتا ہوں وہ تمہارے ساتھ لشکر بھیجے گا اور زرعہ اور اس کے ساتھیوں سے بدلہ لے گا چنانچہ قیصر روم نے نجاشی شاہ حبشہ کے نام خط لکھ کر دوس کو دیا کہ یہ صاحب تمہارے پاس خط لے کر آ رہے ہیں ان کی خاطر مدارات اور ان کی مدد کے لئے لشکر بھیجو۔ چنانچہ جب دوس قیصر کا خط لے کر نجاشی کے پاس پہنچا اور اس کو تمام حالات سے باخبر کیا تو اس نے ستر ہزار فوجیوں پر مشتمل لشکر دوس کے ساتھ روانہ کیا اس لشکر کا سردار امیر ریاط تھا۔ یہ لشکر بحری راستہ سے جہازوں میں سوار ہو کر جب ساحل پر آیا تو دوس نے ایک شخص کو نجران روانہ کیا تاکہ اپنے ہم نوا لشکر کو جمع کر کے ساحل پر لے آئے۔

جب زرعہ ذونواس کو حبشہ کے لشکر کی آمد کی اطلاع ملی تو اس نے اپنا لشکر ترتیب دیا اور مقابلہ کے لئے نکلا جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو زرعہ کو احساس ہوا کہ اس کا لشکر مخالف حبشیوں کے لشکر سے مقابلہ نہیں کر سکتا تاہم مقابلہ کے بعد زرعہ کو شکست ہوئی حبشیوں نے بھگوڑوں کا پیچھا کر کے انہیں تہ تیغ کیا زرعہ نے کہا کہ دشمن کے ہاتھوں مرنے سے بہتر ہے کہ خود کشی کر لی جائے اور ان کے ہاتھوں ہلاک

marfat.com

ہونے کی بجائے خود ہلاک ہو جائے چنانچہ اس نے گھوڑے کو پانی میں ڈالا اور غرق ہو گیا زرعہ کی ہلاکت اور اس کی فوج کی شکست کے بارے میں بہت سے شاعروں نے بہت کچھ لکھا ہے جو سیرت کی کتابوں میں منقول ہے

سطیح اور شق کی پیشگوئیوں کی صداقت

یمن کے لشکر کی شکست اور زرعہ کے غرق ہونے کے بعد اور فوجیوں کے قتل کے بعد ارباط نے اپنی فوج کے ساتھ یمن آ کر اقتدار پر قبضہ کیا اس طرح سطیح اور شق کی پیشگوئیاں درست ثابت ہوئیں جو انہوں نے حبشیوں کے یمن پر قبضہ کے بارے میں کی تھیں ●

ابرہہ اشرم اور ارباط کی مخالفت

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ مصنف کتاب کہتے ہیں کہ چند سال ارباط نے حبشہ پر حکومت کی اس کے بعد ابرہہ اس کی مخالفت میں نکل آیا اس طرح لشکر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا کچھ نے ارباط کا ساتھ دیا تو کچھ ابرہہ کے ساتھ ہو گئے۔ جب ان دونوں کے لشکر ایک دوسرے کے مقابلہ پر آئے تو ابرہہ نے ارباط کو پیغام بھیجا اگر لشکروں کے ساتھ جنگ ہوتی ہے تو فریقین کے لشکر نقصان اٹھائیں گے اور حبش والوں کے لشکر کو تباہی کا ہر حال میں سامنا کرنا پڑے گا لہٰذا بہتر یہ ہو گا کہ ہم دونوں آپس میں مقابلہ کر لیں اور اس طرح جنگ کا فیصلہ فاتح کے حق میں ہو جائے گا۔ ابرہہ کی تجویز کو ارباط نے خوشی کے ساتھ منظور کیا کہنے لگا معلوم ہوتا ہے کہ ابرہہ اپنی جان سے عاجز آ گیا ہے جو کمزور و ناتواں ہونے کے باوجود مجھ جیسے تن و توش والے سے مقابلہ کرنا چاہتا ہے

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ مصنف کتاب مزید کہتے ہیں ابرہہ کمزور ناتواں ہونے کے ساتھ اچھی شکل و صورت کا مالک نہ تھا جب کہ ارباط تن و توش قد آور ہونے کے ساتھ ساتھ خوبصورت بھی تھا لیکن ایک وصف جو ابرہہ میں تھا ارباط میں نہ تھا ابرہہ نہایت عیار و چالاک تھا۔ اس نے ارباط کو انفرادی جنگ کا پیغام روانہ کر کے اپنے غلام "عتودہ" سے کہا جب میں اور ارباط مقابلہ کر رہے ہوں اس وقت تو آ کر ارباط پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دینا یہ بات ان دونوں میں طے ہو گئی۔

marfat.com

ابرہہ کی عیاری

چنانچہ جب ارياط زرہ پہن کر میدان میں آیا تو فریقین کے لشکر اس جنگ کو دیکھنے کے لئے موجود تھے ابرہہ بھی تیاری کے ساتھ میدان میں آگیا اور دونوں میں مقابلہ شروع ہوا تو ابتدا ارياط نے کی اور نیزہ سے ابرہہ پر حملہ کیا ابرہہ نے گردن نیچی کر کے اس کا وار ٹال دینے کی کوشش کی وار کاری تھا ابرہہ کا سر تو بچ گیا لیکن یہ نیزہ چھٹا ہوا ابرہہ کی ناک اور ہونٹوں پر لگا اور وہاں کا گوشت اڑ گیا اسی وجہ سے ابرہہ کو "اشرم" کہا جانے لگا عرب کے معاشرے میں "اشرم" اس شخص کو کہتے ہیں جس کے لب کا گوشت اور ناک نہ ہوں۔ معاہدہ کے مطابق اس وقت عتودہ آگے بڑھا اور اس نے جچا تلا ہاتھ مار کر ارياط کو قتل کر دیا۔ اس مرحلہ پر حبشہ والوں کے لشکر میں ابتری پھیل گئی اور ابرہہ کو برتری حاصل ہوئی حبشیوں کے لشکر نے ابرہہ کی اطاعت قبول کر لی اور حکومت ابرہہ کو مل گئی ●

نجاشی کا عتاب اور ابرہہ کی چالاکی

جب نجاشی شاہ حبشہ کو ارياط کے قتل اور ابرہہ کی تخت نشینی کی اطلاع ملی تو اس کو سخت غصہ آیا اور اس نے کہا کہ ابرہہ کو یہ جرات کس طرح ہوئی کہ بغیر میری اجازت کے اس نے حکومت پر قبضہ کیا ہے چنانچہ اس نے قسم کھائی کہ وہ خود یمن جا کر ابرہہ کے سر اور داڑھی کے بال مونڈے گا۔ اور اس کو کسی طرح بھی یمن میں حکومت کی اجازت نہ دے گا نہ اس کی جان بخشی کرے گا ●

ابرہہ کو جب یہ اطلاع ہوئی کہ نجاشی اس سے سخت ناراض ہے اور اس نے ابرہہ کے بارے میں قسم کھائی ہے تو اس نے تحائف بادشاہ حبشہ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے تیار کئے اور ان کے ساتھ اپنے سر اور ڈاڑھی کے چند بال یمن کی مٹی سے آلودہ کر کے قاصد کے ہمراہ حبشہ روانہ کئے اور قاصد کو ہدایت کی کہ وہ ابرہہ کی جانب سے بادشاہ سے عرض کرلے کہ ارياط آپ کا ماتحت اور خدمت گزار تھا اور میں بھی آپ کا ماتحت اور خدمت گزار ہوں ارياط کو قتل کرنے کی وجہ میری ذاتی نہیں بلکہ اس میں آپ کی خدمت گزاری کا جذبہ شامل تھا کیونکہ ارياط اچھا منتظم نہ تھا سارا لشکر اس سے شاکی تھا مجھے یہ خدشہ لاحق ہوا کہ حبشہ کے لشکر میں بے اطمینان کی وجہ سے ممکن ہے کہ کوئی دشمن فائدہ نہ اٹھالے اور یمن کی حکومت پر قابض ہو جائے اس لئے میں نے یہ جرات کی تھی تاکہ یمن پر آپ کا اقتدار باقی رہے میں تو آپ کا خادم ہوں۔ علاوہ ازیں میں نے سنا ہے کہ آپ نے غصہ میں قسم کھائی ہے کہ میرے سر اور داڑھی کے بال مونڈیں گے میں نے اپنے سر اور داڑھی کے بال یمن کی خاک سے آلود کر کے ایک تھیلی میں

marfat.com

آپ کی خدمت میں روانہ کر دیئے ہیں تاکہ آپ اس خاک کو پھینک کر استرے سے ان بالوں کو کاٹ دیں تاکہ آپ اپنی قسم سے بری ہو جائیں اور آپ کو میری وجہ سے یمن آنے کی زحمت بھی نہ کرنی پڑے

چنانچہ جب قاصد نے ابرہہ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے وہ تھیلی اور تحائف نجاشی کو پیش کیے تو نجاشی کو ابرہہ کی عقلمندی اور ذہانت کا احساس ہوا اس طریقہ کار سے خوش ہو کر اس نے ابرہہ کے قاصد کی خاطر مدارت کی اور یمن پر ابرہہ کی حکومت کو تسلیم کر لیا۔

کلیسا کی تعمیر

نجاشی کے طرز عمل سے ابرہہ کو اطمینان حاصل ہوا اس نے اپنے اقتدار کو مستحکم کر لیا تو اب اس کو شہرت و اقتدار کی ہوس بڑھ گئی اور اس کے حکم سے یمن کے علاقہ صنعاء میں ایک کلیسا تعمیر کیا گیا جس کا نام "قلیس" رکھا گیا یہ عمارت ایسی عمدہ تھی کہ روئے زمین پر کسی بادشاہ نے ایسی عمارت تعمیر نہیں کی تھی اس عمارت کی تکمیل کے بعد اس نے نجاشی کو کہا کہ صنعاء یمن میں ایسی عمارت تعمیر کرائی ہے جس کی نظیر شاہی عمارتوں میں نہیں ہے اور میری خواہش یہ ہے کہ عرب کے تمام زاہرین حج کے لئے مکہ مکرمہ جانے کی بجائے صنعاء یمن آیا کریں۔

ابرہہ نے اس عمارت کی دیکھ بھال کے لئے خدام کو مقرر کیا دیواروں اور دروازوں پر عمدہ قسم کے پردے لٹکوائے اور لوگوں کو حکم دیا جس طرح خانہ کعبہ کے گرد طواف کیا جاتا ہے اسی طرح یہاں بھی طواف کیا جائے اور جو اعزاز و اکرام خانہ کعبہ کا ہوتا ہے اسی طرح اس عمارت کا اعزاز و اکرام کیا جائے

قلیس کی تعمیر پر عربوں کا رد عمل

عرب کے لوگوں کو جب ابرہہ کی اس سازش کا علم ہوا کہ اس نے ایک مکان تعمیر کرایا ہے اور وہ حج کو کعبہ سے یمن منتقل کرانا چاہتا ہے تو انہیں سخت طیش آیا غیرت بیدار ہوئی اب انہوں نے سوچا کہ کوئی ایسا طریقہ کار اختیار کیا جائے جس سے اس مکان کی قدر و منزلت کو دھچکا لگے اور تمام دنیا میں یہ مکان ذلیل و خوار ہو جائے چنانچہ اس کام کے لئے "قبیلہ کنانہ" کی شاخ بنی تمیمہ کے ایک شخص نے اپنی خدمات پیش کیں کہ میں اس کارنامہ کو انجام دوں گا اور اس عمارت کو غلاظت آلود کر دوں گا جس کو قیامت تک یاد رکھا جائے گا۔ لوگوں نے اس اعلان پر اظہار مسرت کیا●

قصہ مختصر وہ شخص راہبوں کے لباس میں صنعاء پہنچا اور یہ ظاہر کیا کہ وہ دور دراز سے سفر کر کے آیا

marfat.com

ہے اور مقصد صرف قلیس کی زیارت ہے چنانچہ وہ عمارت میں داخل ہوا اور عبادت میں مصروف ہو گیا یہاں تک کہ رات کا وقت ہو گیا تو خادموں نے اس سے کہا اب باہر جاؤ کیونکہ رات کے وقت اس عمارت میں کسی کو رہنے کی اجازت نہیں ہے یہ بات سن کر اس نے کہا میں تو اس عمارت کی زیارت اور اس میں ایک شب عبادت کے لئے اتنی دور سے سفر کر کے آیا ہوں اور تم میری محنت کو ضائع کرنا چاہتے ہو میری تمنا اور آرزو کو پورا ہونے نہیں دینا چاہتے۔ چنانچہ اس نے بہت آہ و زاری کی تو خادموں کو اس پر رحم آ گیا اور انہوں نے سوچا کہ یہ اتنی محنت و مشقت برداشت کر کے آیا ہے اس کے ساتھ رعایت برتی جائے لہٰذا اس کو قلیس میں چھوڑ کر بیرونی دروازے بند کر کے چلے گئے اس عرب نے جب میدان خالی پایا تو اپنا کام شروع کیا اور اس عبادت گاہ کے گوشوں کو نجاست اور غلاظت سے آلود کیا اس کے بعد محراب عبادت کو بھی غلاظت لگائی غرضیکہ وہ جو کچھ کر سکتا تھا اس نے کیا اور ایک کونے میں جا کر چھپ گیا تاکہ آئندہ دن پیش آنے والے واقعات سے باخبر رہے۔ دوسرے دن جب خادم آئے اور انہوں نے چاروں طرف نجاست دیکھی تو بہت پریشان ہوئے اسی اثناء میں یہ خادموں کی نظروں سے بچتا بچاتا عمارت سے نکلا اور اس علاقہ سے بھاگ گیا۔ اب خادموں کو خیال ہوا کہ جب ابرہہ کو اس واقعہ کا علم ہو گا تو وہ عبرت ناک سزا دے گا۔ لیکن اس خبر کو چھپانا بھی ان کے لئے ممکن نہ تھا لہٰذا ابرہہ کو اطلاع دے دی گئی کہ کل ایک عرب آیا تھا اور اس نے قلیس میں یہ حرکت کی ہے اور عبادت خانہ و محراب عبادت کو نجاست آلود کیا ہے اور اس کی وجہ یہ معلوم ہوئی کہ تم نے یہ عمارت تعمیر کی اور حج کو یہاں منتقل کرنا چاہا ہے یہ اس کے رد عمل میں ہے۔ یہ بات سن کر ابرہہ کو یقین نہ آیا وہ خود اٹھا اور قلیس آ کر اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھا تو اس کے غصہ کی انتہا نہ رہی قسم اٹھائی کہ اس وقت گھر نہ جائے گا جب تک کہ خانہ کعبہ کو منہدم کر کے عمارت کے پتھروں کو اٹھا کر یمن نہ لے آئے ●

ابرہہ نے خادموں کو حکم دیا کہ عبادت گاہ اور محراب کو گلاب سے دھویا جائے اور مشک وغیرہ لایا جائے چنانچہ ایسا کیا گیا اس کے بعد ایک لاکھ چھوٹی طلائی انگیٹھیوں میں عود جلا کر دھونی دی گئی اس کے بعد اس نے لشکر جمع کیا اور ہاتھیوں کے دستہ کو خصوصیت کے ساتھ لے کر لشکر میں شامل کیا اور ممکنہ ساز و سامان خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کے لئے عازم مکہ ہوا۔

ابرہہ کی مکہ کی جانب روانگی

عرب کے لوگوں کو جب ابرہہ کی مکہ مکرمہ کی جانب روانگی کی اطلاع ہوئی تو اپنے اختلافات کو بھلا کر

marfat.com

اس کے مقابلہ کی تیاریاں کرنے لگے سب سے پہلے حبشیوں کے لشکر کا جس سے مقابلہ ہوا وہ "ذونفر" تھا۔ یہ یمن کے سربراہ اور ان لوگوں میں سے تھا اور عرب کے چند قبائل اس کے زیر اثر تھے چنانچہ اس نے اپنے ہم خیال لوگوں کو جمع کیا اور جتنی نفری وہ جمع کر سکتا تھا ساتھ لے کر ابرہہ کے مقابلہ کے لئے نکلا ابرہہ کا لشکر بہت تھا جب کہ "ذونفر" کے ساتھیوں کی تعداد کم تھی مقابلہ میں "ذونفر" کو شکست ہوئی جب اس کو پکڑ کر ابرہہ کے سامنے لایا گیا تو ابرہہ نے اس کے قتل کا حکم دیا تو "ذونفر" نے کہا بادشاہ میری زندگی تیرے لئے مجھ کو قتل کرانے سے بہتر ہے کہا جاتا ہے کہ ابرہہ تمام باتوں کے علاوہ حلیم اور بردبار بھی تھا۔ لہٰذا اس نے "ذونفر" کے قتل سے درگزر کرتے ہوئے اس کو قید کرنے کا حکم دے دیا۔

"ذونفر" کی طرح عربوں کا ایک اور لشکر ابرہہ کے مقابلہ پر آیا اس کا سردار نفیل بن حبیب تھا اس لشکر کو بھی شکست کا سامنا کرنا پڑا اور نفیل کو بھی گرفتار کر کے ابرہہ کے سامنے لایا گیا۔ تو اس کے قتل کا بھی حکم کیا لیکن نفیل نے کہا بادشاہ میری جاں بخشی کر تا کہ میں تیرے ساتھ رہوں اور عرب کی مہموں میں تیری مدد کروں چنانچہ ابرہہ نے اس کی بھی جاں بخشی کی اور وہ ابرہہ کے ساتھ رہا اور اس کی رہنمائی میں ابرہہ کا لشکر طائف پہنچا●

اہل طائف کا اظہار اطاعت

طائف کے لوگوں کو جب ابرہہ کے لشکر کی آمد کی اطلاع ہوئی اور قبائل ثقیف نے یہ یقین کر لیا کہ ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو انہوں نے اطاعت قبول کر لی اور ابرہہ کے پاس تحائف بھجوا کر کہلوایا کہ ہم تو تمہارے تابع و فرمانبردار ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ تم طائف کو تباہ کرنے نہیں آئے ہو ہماری درخواست یہ ہے کہ ہم پر مہربانی کرو اور درگزر کرتے ہوئے ہمارے معبودلات کے معبد کو نقصان نہ پہنچاؤ ہم اپنے کسی آدمی کو بطور رہبر تمہارے ساتھ کر دیں گے جو تمہیں مکہ پہنچا دے گا چنانچہ طائف والوں کی عرضداشت قبول کرتے ہوئے ابرہہ طائف سے روانہ ہوا طائف والوں کا راہبر "ابورغال" نامی ابرہہ کے لشکر کے آگے آگے تھا۔ جب لشکر مکہ مکرمہ سے ایک منزل دور تھا تو "مغمس" نامی جگہ پر پڑاؤ کیا تو یہاں آکر ابورغال مر گیا اور اس کو وہیں دفن کر دیا گیا۔

مصنف کتاب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ کچھ عرصہ بعد عرب کے لوگوں نے ابورغال کی قبر کو سنگسار کیا کیونکہ اس نے ابرہہ کے لشکر کی رہبری کی تھی اور عرب والوں کا یہ وطیرہ بن گیا ہے کہ جب

marfat.com

کوئی اس کی قبر پر سے گزرتا ہے تو نفریں کرتے ہوئے اس کی قبر پر جب ابرہہ "مغمس" میں مقیم ہوا تو اس نے ایک امیر کے ساتھ ایک دستہ روانہ کیا تاکہ وہ مکہ والوں کے اونٹوں کو گھیر لائے چنانچہ یہ لوگ مکہ والوں کے اونٹوں کو ہنکا کر ابرہہ کے لشکر میں لے آئے ان اونٹوں میں جناب عبدالمطلب کے دو سو اونٹ بھی شامل تھے جناب عبدالمطلب کی حیثیت اس دوران اہل مکہ کے پیشوا کی سی تھی۔ اس واقعہ پر قبیلہ ہذیل و کنانہ کے لوگ جو اطراف مکہ میں مقیم تھے وہ بھی جمع ہو کر مکہ آئے تاکہ اجتماعی طور پر اس فتنہ کا مقابلہ کیا جائے۔ لیکن مقابلہ سے پہلے یہ مناسب سمجھا گیا کہ احتیاط کے نکتہ نظر سے پہلے ابرہہ کے لشکر کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں اس کے بعد مقابلہ کے بارے میں طریقہ کار وضع کیا جائے۔ چنانچہ ابرہہ کے لشکر کا جائزہ لینے کے لئے لوگوں کو روانہ کیا گیا اور انہوں نے آکر جو اطلاعات بہم پہنچائیں اس سے اندازہ ہوا کہ ابرہہ کے لشکر سے مقابلہ کھلی شکست کو دعوت دینا ہے لہٰذا خاموش ہو گئے ●

ابرہہ کا سفیر مکہ میں

دوران قیام مغمس ابرہہ نے اپنا سفیر مکہ بھیجا جس کا نام "حناطہ حمیر" تھا اس سے کہا کہ تم مکہ جا کر سردار مکہ سے کہو کہ ہم تم سے جنگ کرنے نہیں آئے ہیں نہ ہمیں تمہارے مال و اسباب سے غرض ہے ہمارا مقصد تو خانہ کعبہ کو منہدم کرنا ہے اس کے بعد ہم یمن واپس چلے جائیں گے اگر تم اس کام میں مزاحمت نہ کرو تو تمہیں کوئی پریشانی نہ ہو گی اور تم سے کوئی تعرض نہ کرے گا اور اگر تم نے مزاحمت کی تو تمہیں نقصان اٹھانا پڑے گا۔

جناب عبدالمطلب سے ابرہہ کے قاصد کی گفتگو

چنانچہ حناطہ حمیر مکہ آیا اور معلوم کیا کہ سردار مکہ کون صاحب ہیں؟ اس کو بتایا گیا کہ جناب عبدالمطلب! چنانچہ وہ جناب عبدالمطلب کے پاس آیا اور انہیں ابرہہ کا پیغام دیا۔ جناب عبدالمطلب نے فرمایا تم جا کر اسے بتا دو کہ ہم اس کے مقابلہ کی تاب نہیں رکھتے ہمیں معلوم ہے کہ ہم اس سے مقابلہ کر کے فتح نہیں حاصل کر سکتے جہاں تک خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کی بات ہے تو اس کو اور تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ خانہ کعبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے دوست ابراہیم خلیل علیہ السلام کا گھر ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ اپنے گھر کی حفاظت خود فرمائے گا اور اگر نہ چاہے تو ہم کچھ نہیں کر سکتے۔

یہ باتیں سن کر حناطہ نے کہا کہ ابرہہ نے آپ کو بلایا ہے اس کے پاس چلیں جناب عبدالمطلب نے فرمایا

marfat.com

چلو مناسب ہے! چنانچہ عبدالمطلب اپنے بیٹوں اور قریش کی ایک جماعت کے ساتھ ابرہہ کے پاس گئے۔
جب ابرہہ کے لشکر میں پہنچے تو اپنی دیرینہ شناسائی کے سبب "ذونفر" سے ملاقات کرنی چاہی (یہ ذونفر وہی شخص ہے جس کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں گزرا ہے) ابرہہ کے مقابلہ کے لئے سب سے پہلے یہی نکلا تھا اور شکست سے دو چار ہوا تھا جب جناب عبدالمطلب کو ذونفر کا ٹھکانا بتا دیا گیا تو عبدالمطلب ذونفر کے پاس گئے اور اس سے بات چیت کر کے اس کی رائے معلوم کی تو ذونفر نے کہا جو شخص کسی بادشاہ کی قید میں ہو اور سزا کے فیصلہ کا منتظر ہو وہ کیا مشورہ دے سکتا ہے۔

عبدالمطلب! ایک بات ہمارے لئے فائدہ مند ہو سکتی ہے کہ بادشاہ ابرہہ کا فیلبان انیس نامی میرا دوست ہے اسے بادشاہ کی قربت حاصل ہے اور بادشاہ سے بے تکلف بھی ہے میں اس سے کہہ دوں گا وہ تمہارے ساتھ ہمدردی کرے گا اور تمہارا تعارف بادشاہ سے بہت اچھے انداز میں کرا دے گا عبدالمطلب نے کہا میرے لئے یہ کافی ہے چنانچہ ذونفر نے انیس کو بلا کر اس سے کہا یہ عبدالمطلب مکہ کے سردار ہیں ہر روز دو وقت ان کے دستر خوان سے بہت سے لوگ کھانا کھاتے ہیں۔ وحوش و طیور کے لئے کھانا پہاڑ پر رکھواتے ہیں یہ بادشاہ کی دعوت پر اس سے ملنے آئے ہیں تم انہیں بادشاہ کے پاس لے جاؤ اور مناسب الفاظ میں ان کا تعارف کراؤ انیس نے کہا جو کچھ بھی مجھ سے ممکن ہو گا میں کروں گا۔ چنانچہ انیس نے جا کر بادشاہ سے کہا کہ مکہ کے سردار آپ سے ملاقات کے لئے آئے ہیں وہ بہت مہربان شخصیتوں میں سے ہیں غربا و مساکین روزانہ ان کے دستر خوان پر کھانا کھاتے ہیں ان کی داد و دہش سے وحوش و طیور بھی محروم نہیں رہتے انہیں بھی پہاڑ پر غذا فراہم کی جاتی ہے۔ یہ کلمات سن کر ابرہہ نے کہا انہیں بلایا جائے

جناب عبدالمطلب وجیہ۔ خوبصورت اور پر ہیبت شخصیت کے مالک تھے جب وہ ابرہہ کے سامنے گئے تو وہ ان کی شخصیت سے مرعوب ہو کر تخت سے اتر آیا اور نہایت اعزاز و اکرام سے ملا وہ چاہتا تھا کہ عبدالمطلب کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھائے لیکن اپنے لشکر والوں کی وجہ سے ایسا نہ کر سکا اس کے برخلاف بعض تاریخوں میں یہ ہے کہ جناب عبدالمطلب اونٹوں کے بارے میں خود ابرہہ کے پاس گئے تھے۔ اور نیچے ہی فرش پر بیٹھ کر عبدالمطلب کو اپنے قریب بٹھایا اور ترجمان کو بلا کر اس سے کہا اس سے معلوم کرو یہ کس لئے آئے ہیں۔؟ ترجمان نے عبدالمطلب سے معلوم کیا تو انہوں نے کہا میری آمد کی غرض یہ ہے کہ بادشاہ کے لشکری میرے دو سو اونٹ پکڑ لائے ہیں۔ ان کی بازیابی مقصود ہے ترجمان نے عبدالمطلب کی بات بادشاہ سے کہی تو اس کو غصہ آ گیا اور کہنے لگا انہوں نے اونٹوں کی بازیابی کی بات کی اور خانہ کعبہ کے بارے میں

marfat.com

کچھ نہیں کہا اس نے ترجمان سے کہا انہیں بتاؤ کہ جب میں نے انہیں دیکھا تو ان کے دبدبہ اور وقار سے میں بہت متاثر ہوا تھا اگر یہ مجھ سے حکومت و اقتدار چھوڑنے کے لئے بھی کہتے تو میں اقتدار و حکومت چھوڑ دیتا لیکن انہوں نے مجھ سے چھوٹی سی بات کہہ کر اپنی قدر و منزلت کم کر دی انہوں نے اونٹوں کی بات کی اور خانہ کعبہ کے بارے میں کچھ نہیں کہا حالانکہ انہیں معلوم ہے کہ میں اس کو تباہ کرنے آیا ہوں۔ ترجمان نے بادشاہ کے جذبات سے عبدالمطلب کو آگاہ کیا تو عبدالمطلب نے کہا بادشاہ سے کہہ دو میں اونٹوں کا مالک ہوں اس لئے ان کی بازیابی کے لئے کہا ہے رہا معاملہ خانہ کعبہ کا تو اس گھر کی مالک وہ ذات ہے جو مجھ سے بہتر اس کی حفاظت کرنے والا ہے۔ اگر وہ چاہے گا تو اس کی حفاظت فرمائے گا ورنہ اس کی مرضی میرا اس کی حفاظت سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ ترجمان نے عبدالمطلب کے جواب سے بادشاہ کو آگاہ کیا تو ابرہہ نے اونٹوں کو چھوڑے جانے کا حکم کر دیا عبدالمطلب اونٹ لے کر واپس آ گئے قریش اور مکہ والوں کو ابرہہ سے ہونے والی گفتگو سے آگاہ کیا اس کے بعد سب لوگوں کے باہمی مشورے سے یہ طے پایا کہ سازو سامان میں جو لے جانا ممکن ہو اس کو ساتھ لے کر سب لوگ اہل و عیال کے ساتھ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے جائیں چنانچہ جب سب لوگ روانہ ہوئے تو عبدالمطلب نے کہا میں جا کر خانہ کعبہ سے دو باتیں کرلوں حرم کعبہ مقدسہ کا کنڈا پکڑ کر الحاح و زاری میں مشغول ہوئے اور یہ کلمات کہے

اللہم ان العبد یمنع رحلہ فامنع حلالک

لا یغلبن صلیبھم و محالھم عدوا محالک

ان کنت تارکھم و قبلتنا فامروا بدالک!

ترجمہ: خداوندا! تیرے بندے نے اپنا سازوسامان محفوظ کر لیا اور دشمن کے ہاتھیوں لڑنے سے روکنے کی کوشش کی ہے اب تو اپنے دشمنوں کے ہاتھیوں کو اپنے گھر سے روک دے تاکہ وہ اس کی بے حرمتی نہ کر سکیں۔ اور ان کے رعب و دبدبہ سے مقدس گھر کی شوکت و حشمت ضائع نہ ہو۔ اگر تو نے انہیں چھوٹ دے دی تو تیرے گھر کو خراب کریں گے تو ہمیں بتا! کہ اس کی تاراجی کے بعد ہم تیری عبادت کس طرح کریں گے؟

یہ کلمات کہہ کر عبدالمطلب نے حلقہ خانہ کعبہ کو چھوڑا اور وہاں سے روانہ ہو کر پہاڑی پر آ کر بیٹھ گئے اور یہ دیکھنے لگے کہ اب حبشہ والوں کا لشکر کیا کرتا ہے۔

ابرہہ کی خانہ کعبہ کی جانب پیش قدمی

جب جناب عبدالمطلب ابرہہ کے پاس سے اٹھ کر آئے تو ابرہہ کو ان کے طرز گفتگو اور خانہ کعبہ کے

marfat.com

بارے میں اس انداز سے باتیں کرنے اور یہ ظاہر کرنے کہ وہ تو محفوظ ہے اور اس کے لئے کچھ نہیں کرتا ہے سخت ناگوار گزرا اور اس کے غصہ میں مزید اضافہ ہوا اس نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ وہ کوچ کی تیاری کریں اور ہتھیار بند ہو کر روانہ ہوں اس نے ہاتھیوں کے دستہ کی تیاری کا بھی حکم دیا اور مکمل تیاری کے بعد مکہ کی جانب روانہ ہوا۔ اس موقعہ پر نفیل بن حبیب خثعمی (جس کو ابرہہ نے قید کر کے اپنے ساتھ رکھا تھا جن کا تذکرہ' ماسبق صفحات میں گزر چکا ہے) آگے بڑھا اور ہاتھیوں کے دستے کی قیادت کرنے والے ہاتھی "محمود" کے کان میں کہا

"اے ہاتھی تیرا نام محمود ہے اگر تو واقعی محمود ہے تو اپنے گھٹنے ٹیک دے اور قدم آگے نہ بڑھا" کیونکہ تو سرزمین حرم اور خداوند کریم کے شہر کی جانب جا رہا ہے اگر تو نے غلط طریقہ پر اس طرف قدم اٹھایا تو ہلاک ہو جائے گا" (اس جملہ سے واضح ہوتا ہے کہ جناب عبدالمطلب کو بلایا نہیں گیا تھا بلکہ خود گئے تھے مترجم)

محمود نامی ہاتھی کا رد عمل

نفیل ہاتھی کے کان میں یہ الفاظ کہہ کر کسی طریقہ سے حبشیوں کے لشکر سے بھاگا اور کسی پہاڑ پر جا کر پناہ گزین ہوا نفیل نے جب ہاتھی کے کان میں یہ کلمات جو اوپر کی سطور میں گزرے ہیں کہے تو ہاتھی خود آ کر رک گیا وہ بیٹھ گیا مہاوت (ہاتھی بان) نے اس کو بہت آنکس مارے لیکن ہاتھی ٹس سے مس نہ ہوا۔ تو سارے لشکر کی پیش قدمی رک گئی لشکریوں نے ہاتھی کو اٹھانے کی بہت کوشش کی لیکن ہاتھی نہ اٹھا عاجز آ کر مہاوت سے کہا گیا اگر یہ مکہ کی جانب نہیں چلتا تو اس کو یمن کی جانب موڑا جائے اور دیکھا جائے کہ اٹھتا ہے یا نہیں چنانچہ جب ایسا کیا گیا تو ہاتھی فوراً" اٹھ کھڑا ہوا اور یمن کی جانب دوڑنے لگا۔ لیکن جب اس کا رخ مکہ کی جانب کیا گیا تو اس نے گھٹنے ٹیک دیئے اور آگے بڑھنے سے رک گیا اب لشکریوں نے کہا کہ اس کا رخ پھر تبدیل کیا جائے جب اس کا رخ جانب یمن کیا گیا تو اٹھ کھڑا ہوا ایسا کئی مرتبہ کیا گیا لیکن مکہ کی جانب پیش قدمی نہ کی تو لشکر والوں کو یہ یقین ہو گیا کہ یہ مکہ کی جانب نہ جائے گا۔ یہ دیکھ کر حبشہ کا لشکر عاجز و متحیر ہوا اسی اثناء میں رب کریم نے ابابیل کا ایک لشکر بھیجا جن کے پنجے اور چونچ میں چنے کی برابر پتھر تھے انہوں نے ابرہہ کے لشکر پر ان پتھروں کو پھینکا جس پر بھی یہ پتھر گرتا وہ اس کو اندر تک چیرتا ہوا آر پار ہو جاتا اگر کسی کے سر پر گرا تو پورے جسم سے گزرتا ہوا نیچے سے نکلا اور کسی طرف گرا تو

marfat.com

دوسری جانب سے نکلا۔ یہ پتھر آتشیں تھے جہاں گرتے آبلہ پڑ جاتا اور وہ عضو ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ اس اثناء سے حبشہ کے لشکر میں افراتفری مچ گئی جدھر بھی بھاگتے وہ پرند پیچھا کرتے اور ان پر پتھر گراتے حبشہ کے لشکری آہ و فغاں کرتے ہوئے بھاگ نکلے

جب اس عظیم لشکر کو ہزیمت ہوئی تو نفیل کی تلاش ہوئی کہ وہ ان بھگوڑوں کو یمن پہنچائے لیکن نفیل ان کے ہاتھ نہ آیا وہ تو پہاڑی سے ان کی آوازیں سن رہا تھا اور ان کی پسپائی کا تماشا دیکھ رہا تھا لیکن جواب نہ دیتا تھا اس وقت اس کی زبان پر یہ شعر جاری تھا

اين المفر والا له الطالب والا شرم المغلوب ليس الغالب

حبشہ کے لشکر والو کہاں بھاگو گے اللہ تعالیٰ کی مصیبت تمہیں ہلاک کرنے کے اے ابرہہ کے لشکر والو کہاں بھاگو گے اللہ تعالیٰ کی مشیت تمہیں ہلاک کرنے کے لئے بلا رہی ہے اب ابرہہ اشرم تمہاری کس طرح مدد کرے گا اس کی وجہ سے تو تم پر مصیبت نازل ہوئی ہے۔ اور وہ بھی تمہاری طرح مغلوب و مقہور ہے۔ اس کے بعد اس نے یہ دو شعر بھی پڑھے تھے

حمدت الله اذا بصرت طيرا وخلت حجارة تلقى علينا

وكل القوم يسل عن نفيل كان على للحبشان دينا

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے جس نے اپنے دشمنوں پر مصیبت نازل فرمائی اور پرندوں کو بھیج کر ان پر پتھر برسوائے اور ان کو ہلاک کرایا ان دشمنان خدا نے اس بلا کو دیکھا اور آہ و فغاں کی انہوں نے نفیل کو بلایا تاکہ وہ انہیں راستہ دکھائے اور رہبری کرے گویا کہ ان کا نفیل پر کوئی قرض تھا جس کو رہبری کر کے وہ چکاتا تھا

لشکر کا بیشتر حصہ وہیں تباہ ہو گیا بچے کھچے یمن کے شہر صنعاء کی جانب بھاگے ان میں سے کچھ پتھر ابرہہ کے بھی لگے اور وہ بھی اس ضرب کی تاب نہ لاکر مر گیا اس کی لاش کو صنعاء میں لے جایا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ جب کسی کے وہ پتھر لگتے تو اس کے اعضاء جسم سے جدا ہو جاتے اور کھال الگ ہو جاتی تھی جس طرح کہ مرغ کو ذبح کر کے اس کے اعضاء الگ کر دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس رسوائی سے محفوظ فرمائے

چیچک اور میعادی بخار کی بیماریاں

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس علاقہ میں چیچک اور میعادی بخار (ٹائیفائڈ) کی بیماریاں پہلے

marfat.com

نہ تھیں لیکن اس واقعہ کے بعد شروع ہو گئیں اسی طرح حنظل حرمل اراک اور کرہ کے درخت بھی اس علاقہ میں نہیں تھے لیکن اس واقعہ کے بعد اگ آئے اللہ تعالیٰ نے اصحاب فیل اور حبشیوں کے لشکر کے بارے میں (جنہوں نے کہ خانہ کعبہ کو بے حرمت اور منہدم کرنے کا ارادہ کیا تھا) اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا اور دو سورتیں "فیل" اور "قریش" نازل فرمائیں
قرآن سے سورہ فیل و قریش نقل کی جائیں

ان دونوں سورتوں کا ترجمہ

اللہ تعالیٰ کے نام شروع جو رحمٰن و رحیم ہے۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا ان کے فریب کو اس نے باطل نہیں کرایا اور ان پر (چاروں طرف سے) پرندوں کے غول کے غول بھیج دیئے جو کنکر کے ٹکڑے ان پر پھینکتے تھے تو انہیں کھائے ہوئے بھوسہ کی طرح کر دیا۔

(سورہ قریش) اللہ رب العالمین کے نام جو رحمٰن و رحیم ہے چونکہ ہم نے قریش کو تجارت کی رغبت دلائی اور انہیں سرد و گرم موسم میں سفر سے مانوس کیا تو انہیں چاہئے کہ شکر الٰہی بجالاتے ہوئے اس کے گھر کی زیارت کریں جس نے انہیں بھوک میں غذا عطا فرمائی اور خوف سے نجات دلائی ان سورتوں کے ترجمہ کے بعد ہم اپنے موضوع کی جانب رجوع کرتے ہیں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ابرہہ کے لشکر کے ہاتھیوں کے دستہ کے قائد اور سب سے آگے رہنے والے ہاتھی کے مہاوت کو ہم نے نابینا اور اپاہج حالت میں دیکھا تھا وہ ہاتھ بڑھا بڑھا کر گھروں سے روٹی مانگ کر کھاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کے لشکر پر مصائب و آلام کو نازل کر کے مقہور و مخذول کر دیا تو قریش اور خانہ کعبہ کی عظمت میں اضافہ ہو گیا عرب کے لوگ قریش کی عظمت اور احترام زیادہ کرنے لگے اور ان کا عقیدہ یہ ہو گیا کہ قریش کے لوگ خاصان خدا میں سے ہیں ان کی برابری کوئی نہیں کر سکتا اور جو کوئی ان کے ساتھ خیانت کرے گا یا ان سے دشمنی رکھے گا وہ مصائب کا شکار ہو گا جن سے ابرہہ اور اس کا لشکر دو چار ہوا تھا۔

"اصحاب فیل" کے واقعہ کے سلسلہ میں بہت سے شعراء نے اپنے اشعار میں بہت کچھ لکھا ہے یہ اشعار

marfat.com

سیرت کی کتابوں میں منقول ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بھی اسی سال ہوئی اور اصحاب فیل کی تباہی بھی اسی سال ہوئی یہ واقعہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان معجزات میں سے ہے جو آپ کی ولادت باسعادت سے پہلے ظاہر ہوئے

سیف ذی یزن کا واقعہ

مصنف کتاب محمد بن اسحاق لکھتے ہیں ابرہہ کے مرنے کے بعد حکومت یمن اس کے بیٹے یکسوم کے قبضہ میں آئی اور اس کے مرنے کے بعد ابرہہ کے دوسرے بیٹے مسروق نے حکومت سنبھال لی اس دوران حبش کے سپاہیوں کا ظلم و ستم اہل یمن پر بڑھتا گیا وہ بلا امتیاز مالدار و غریب بڑے اور چھوٹے مقیم و مسافر سب کو ستانے لگے تو یمن کے باشندوں کو غیر ملکیوں کے ہاتھوں مصائب و آلام برداشت کرنے کا احساس ہوا تو انہوں نے در پردہ مزاحمت کی تیاری کی اور اللہ تعالیٰ سے بھی ان حبشیوں کی تباہی کی دعائیں کرنے لگے۔ اس دوران یمن کے اصل حاکموں سے قبیلہ بنو حمیر کا ایک شخص جس کا نام سیف ذی یزن تھا اپنی قوم کے لئے نجات دھندہ کی حیثیت سے اٹھا اس نے قیصر روم کے پاس جا کر حبشیوں کے ظلم و ستم کی داستان سنا کر مدد کی درخواست کرتے ہوئے قیصر روم سے کہا

"اے بادشاہ میرے ساتھ ایک لشکر بھیج تاکہ میں یمن میں تمہارا اقتدار قائم کر کے حبشیوں کو یمن سے نکال دوں قیصر نے کہا یمن کا علاقہ یہاں سے بہت دور ہے میرا لشکر اتنی دور جانا نہیں چاہے گا قیصر روم کی یہ بات سن کر سیف مایوس ہو گیا تو وہاں سے روانہ ہو کر کوفہ کی جانب آیا (یہ علاقہ نہر فرات کی ایک جانب ہے) یہاں کسریٰ کی جانب سے نعمان بن منذر حاکم تھا اس سے سیف نے گفتگو کی اور تمام حالات سے آگاہ کیا تو نعمان نے کہا اگر تو کچھ دن انتظار کر لے تو مناسب ہو گا میں جب کسریٰ کے پاس جاؤں گا تو اس سے بات کروں گا اور کوشش کر کے لشکر تیرے ساتھ بھجوانے کی رضامندی حاصل کروں گا اس طرح تیرا مقصود حاصل ہو گا۔ چنانچہ سیف ذی یزن کوفہ میں ٹھہرا رہا اور جب نعمان کسریٰ کے پاس جانے لگا تو سیف کو اپنے ساتھ لے گیا

کسریٰ کے درباری ٹھاٹھ باٹھ

کسریٰ کی عجیب و غریب عادتیں اور انوکھے شوق تھے اس نے ہاتھی دانت کا تخت بنوایا تھا جو اس کے

marfat.com

دربار میں بچھا ہوا تھا اس کے علاوہ کسریٰ کے لئے ایک تاج جواہرو یاقوت سے مرصع بنایا گیا تھا کہا جاتا ہے کہ روئے زمین کے بادشاہوں کے پاس ایسا تاج نہ تھا اس تاج کو تخت میں اس طرح نصب کیا گیا کہ اس کو چاروں طرف چاندی کی زنجیروں سے باندھا گیا تھا اور تخت کے وسط میں چاندی کا ایک طاقچہ بنایا گیا تھا جس سے وہ تاج ملحق تھا جب کسریٰ تخت پر بیٹھتا تو وہ تاج کے نیچے بیٹھتا تو وہ تاج اس کو سر پر ہوتا تھا اور یہ ضرورت نہ ہوتی کہ اس کے سر پر تاج رکھا جائے۔ جب کوئی فریادی یا معزز شخصیت کسریٰ سے ملنے آتی تو بادشاہ تخت پر آ کر بیٹھ جاتا اس حالت میں بادشاہ کو دیکھ کر آنے والا مبہوت ہو جاتا تاج کی چمک دیکھ کر آنے والے کی آنکھیں خیرہ ہو جاتیں فرط دہشت و ہیبت سے بادشاہ کے سامنے گر جاتا۔

سیف ذی یزن کسریٰ کے دربار میں

نعمان بن منذر جب کسریٰ کے پاس گیا تو اس نے سیف یزن کے بارے میں بادشاہ سے بات کی تو کسریٰ نے حکم دیا کہ سیف کو دربار میں حاضر کیا جائے چنانچہ جب سیف ذی یزن بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا بادشاہ زادہ ہونے کے سبب وہ شاہی دربار کے آداب سے واقف تھا اس نے گردن اونچی رکھی اس طرح اس کی آنکھیں تاج کی چمک دمک سے خیرہ نہیں ہوئیں اس نے بادشاہ کے سامنے پہنچ کر شاہی آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے تحفے پیش کئے اس کے بعد مطلب کی بات کرتے ہوئے بادشاہ سے کہا اگر آپ لشکر تیار کر کے میرے ساتھ کر دیں تو میں یمن سے حبشیوں کا اقتدار ختم کرا دوں گا اور یمن میں آپ کی حکومت مسلم کرا دوں گا۔ کسریٰ نے کہا یمن کی کیا حیثیت ہے یمن اتنی دور ہے فوج روانہ کر کے فوجیوں کو تکلیف دوں۔ چنانچہ کسریٰ نے حکم دیا کہ سیف ذی یزن کو خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا جائے اور دس ہزار درہم دیئے جائیں بادشاہ کسریٰ کے حکم کے مطابق سیف ذی یزن نے خلعت پہن کر درہموں کی تھیلیاں سنبھالیں اور دربار سے باہر آ گیا ایوان کسریٰ سے باہر آتے آتے راستہ ہی میں درہموں کو لٹاتا ہوا محل سے باہر نکلا

یہ واقعہ کسریٰ کے علم میں لایا گیا کہ اس نے آپ کی عطا کردہ رقم لوگوں میں لٹا دی ہے اس کے علاوہ جب وہ آپ کے سامنے حاضر ہوا تھا تو اونچی گردن کئے ہوئے تھا اور اس نے ایوان کے آداب کو ملحوظ نہ رکھا تھا۔ یہ سن کر کسریٰ کو غصہ آیا اور اس نے سیف کو دوبارہ حاضری کا حکم دیا جب سیف بادشاہ کی طلبی پر دوبارہ دربار میں حاضر ہوا تو بادشاہ نے اس سے معلوم کیا کہ تم نے یہ کیا حرکت کی؟ سیف نے دریافت کیا مجھ سے کیا غلطی ہوئی؟ بادشاہ نے کہا تم جب دربار میں داخل ہوئے تھے تو تم نے گردن اکڑائی اور

marfat.com

دوسری حرکت یہ کی کہ میرے عطیہ کو محفوظ نہ رکھا اور میرا عطیہ میرے ہی محل میں لٹاتے اور میرے خدام کو دیتے ہوئے محل سے باہر چلے گئے۔ سیف نے کہا بادشاہ میں نے تمہارے دربار میں اپنے سر کو اس لئے اونچا رکھا کہ میری ہمت بلند ہے اور تمام دنیا کے مقابلہ میں پست نہیں ہوں اور جتنا کہ تمہارا دربار بلند رتبت ہے میری ہمت اس سے بھی بلند ہے اس لئے میں نے اپنی گردن کو ایسا رکھا تھا۔ رہا معاملہ تیرے عطیہ کو لٹانے کا تو یہ عمل بے ادبی کے سبب نہ تھا اور میں نے تیرے عطیہ کو حقیر نہیں سمجھا تھا بلکہ اس کا سبب یہ تھا کہ میرا علاقہ سیم و زر سے بھرا ہوا ہے۔ اور ایسے علاقہ میں جہاں چاندی اور سونے کی کانیں ہوں ان دراہم کا لے جانا عبث تھا اس کے علاوہ میں تمہارے دربار میں دراہم کے لالچ میں نہیں آیا تھا بلکہ میری غرض تو فوجی مدد حاصل کرنا تھا۔ تاکہ ظالم سے مظلوم کا بدلہ لے سکوں اور زیادہ مشقت کے بغیر ایک علاقہ پر کسریٰ کی حکومت قائم کر کے اس کی خدمت بجالاؤں سیف نے یہ سب باتیں اس لئے کیں تاکہ بادشاہ کو یمن کی حیثیت و اہمیت کا احساس ہو جائے اور وہ لشکر بھیجنے کی بابت غور کرے (حالانکہ بادشاہ اس سے پہلی ملاقات میں کہہ چکا تھا کہ یمن کا علاقہ اس لائق نہیں کہ وہاں فوج کشی کی زحمت برداشت کی جائے)

کسریٰ نے جب سیف ذی یزن کی باتیں سنیں تو اس کو اہمیت کا احساس ہوا اور اس نے اپنے مشیروں سے معلوم کیا کہ اس معاملہ میں کیا کریں؟ یہ فوجی مدد کے لئے آیا ہے حالانکہ ہم نے اسے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ ملک یمن فوجی مدد کے لئے مناسب نہیں ہے لیکن اب اس کی گفتگو سے پتہ چل رہا ہے کہ یہ علاقہ سونے چاندی سے بھرا ہوا ہے اب مجھے اس کی درخواست پر دوبارہ غور کرنا ہے اور یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں اس کی درخواست منظور کر لوں۔ بادشاہ کی بات سن کر مشیروں نے مشورے دیئے بعض نے بادشاہ کی رائے سے اتفاق کیا کہ اس کے ساتھ فوج بھیجی جائے بعض نے مخالفت کی۔

ایک عجیب مشورہ

بادشاہ کے مشیروں میں سے ایک معمر ترین مشیر نے بادشاہ سے کہا ان دنوں جیل خانہ میں قیدیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ان میں اکثریت ایسے قیدیوں کی ہے جو عمر قید بھگت رہے ہیں۔ اس لئے ان قیدیوں پر مشتمل فوج روانہ کر دی جائے اس سے ہمارے دونوں مقصد حاصل ہو جائیں گے اگر فتح حاصل ہو گئی تو ملک یمن پر ہمارا قبضہ ہو جائے گا اور اگر شکست ہوئی تو ہم ان قیدیوں سے نجات حاصل کر لیں گے۔ کسریٰ

marfat.com

کو اس کی یہ بات پسند آئی اور اس نے قیدیوں کو جیل خانہ سے بلایا اور ان میں اچھے اچھے تندرست و توانا قیدی منتخب کئے اور یہ تجویز ان کے سامنے رکھی کہ تمہاری آزادی اس بات پر منحصر ہے کہ تم اس لشکر میں شامل ہو کر حبشیوں کا مقابلہ کرو ان قیدیوں نے آمادگی کا اظہار کیا اس طرح آٹھ سو قیدیوں پر مشتمل لشکر آٹھ سو کشتیوں میں سوار کر کے یمن کی جانب روانہ کیا گیا اور ان کا سردار و ہرز فارس جو ایک عقلمند اور ہوشیار آدمی تھا مقرر کر دیا۔ اس لشکر کے ساتھ سیف ذی یزن بھی یمن روانہ ہوا یہ کشتیاں عدن کی جانب روانہ ہوئیں۔ عدن کے ساحل تک پہنچتے ہوئے دو کشتیاں سمندر میں غرق ہو گئیں۔ عدن کے ساحل پر پہنچ کر سیف کشتی سے اترا اور عرب کے قبائل سے اپنے ہمدردوں کو لے کر آ گیا۔

کسریٰ اور سیف کے لشکر کا حبشی لشکر سے مقابلہ

اس دور میں ابرہہ کا بیٹا مسروق یمن کا بادشاہ تھا جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ کسریٰ کا لشکر سمندر کے کنارے آ گیا ہے تو اس نے بھی اپنا لشکر مرتب کیا اور مقابلہ کے لئے آ گیا جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے اور صفیں مرتب ہوئیں تو وبزر فارسی نے ایک تیر مسروق کی پیشانی پر چلا کر اس کو قتل کر دیا۔ یمنی لشکر اپنے بادشاہ کے مارے جانے پر بدحواس ہو کر بھاگ کھڑا ہوا۔ وبرز اور سیف نے ان کا تعاقب کر کے بہت سوں کو قتل کیا اور بہت سوں کو قیدی بنایا بہت سے حبشہ بھاگ گئے ان کے تعاقب سے فارغ ہو کر سیف اور وبزر صنعاء آئے جو یمن کا دارالخلافہ تھا جب صنعا کے دروازہ پر پہنچے تو ایک مرحلہ اور پیش آیا اس فوج کا پرچم بلند تھا اور صنعاء کا دروازہ چھوٹا اس لئے پرچم کو جھکا کر دروازہ سے گزارنا چاہا تو اس وقت وبزر نے کہا کہ ہمارا پرچم سرنگوں نہ ہو گا لہٰذا دروازہ کی محراب کو توڑا گیا اور علم کو گزارا گیا۔ یہاں آ کر لشکر حکومت کی باگ ڈور وبزر نے سنبھال لی

سطیح اور شق کی پیشگوئی کی دوسری مرتبہ توثیق

اس طرح سطیح اور شق کی پیشگوئیاں ایک بار پھر درست ثابت ہوئیں جو انہوں نے ربیعہ بن نصر کے خواب کی تعبیر میں کی تھیں کہ یمن کی حکومت حبشیوں سے سیف ذی یزن کے پاس آ جائے گی۔ سیف ذی اور دوسرے شاعروں نے اس جشن فتح کے موقع پر قصائد کہے جو سیرت کی دوسری کتابوں میں منقول ہیں۔

وبرز اور کسریٰ کے لشکر نے صنعا میں ڈیرے ڈال دیئے حکومت و اقتدار پر قبضہ جمایا انہوں نے یہاں

marfat.com

شادیاں کیں اور اولادیں ہوئیں اور خاندان بن گئے۔ ان کے خاندان کے لوگ اب بھی یمن میں پائے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ "طاؤس یمان" بھی اسی نسل سے تھا۔ کسریٰ نے یمن کی حکومت وہرز کی سپرد کر دی اس کے بعد اس کی اولاد حکومت پر قابض رہی

مصنف کتاب محمد بن اسحاق لکھتے ہیں حبشیوں کا یمن پر بہتر سال اقتدار رہا اور وہ حکومت کرتے رہے اس بہتر سالہ دور میں چار سال ارباط نے حکومت کی جب کہ بقیہ ارسٹھ سال ابرہہ اور اس کی اولاد حکومت کرتی رہی۔ اس مدت کے گزرنے کے بعد کسریٰ کی جانب سے وہرز نے حکومت کی وہرز کے بعد اس کا بیٹا مرزبان بادشاہ بنا اس کے بعد تینجان بن مرزبان نے اقتدار سنبھالا۔

بعد میں کسریٰ نے وہرز کے خاندان کو معزول کر کے ایک اور فارسی کو حاکم مقرر کیا جس کا نام باذان تھا۔ یہ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تک برسر اقتدار تھے کہ جب نبوت اور تعلیمات نبوی سے آگاہی ہوئی تو مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

باذان کا اسلام

باذان کا اسلام لانے کا واقعہ اس طرح منقول ہے کہ جب نبی صلی اللہ علی وسلم نے اعلان نبوت فرمایا اور دعوت اسلام دی تو لوگ آپ کے گرویدہ ہو کر مشرف بہ اسلام ہونے لگے جب کسریٰ کے علم میں آیا کہ مکہ مکرمہ میں ایک شخصیت نے اعلان نبوت فرمایا ہے وہ کسی کی اطاعت اور کسی کا اتباع نہیں کرتے۔ وہ صرف اپنے دین کی تبلیغ کرتے ہیں لوگ گرویدہ ہو کر ایمان لے آتے ہیں ان حالات نے کسریٰ کو غصہ دلایا اور اس نے باذان کو یمن خط لکھا کہ حدود مکہ میں ایک شخصیت ظاہر ہوئی ہے۔ جو ہماری اطاعت نہیں کرتی وہ لوگوں کو اپنے دین کے اتباع کا درس دیتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے مبعوث شدہ نبی ہوں۔ ان پر لشکر کشی کرو اگر وہ ہماری اطاعت قبول کریں اور ہمارا اتباع منظور کر لیں تو فبہا ورنہ ان کا سر اتار کر میرے پاس روانہ کرو

باذان عقلمند اور زیرک شخص تھا جب اس نے کسریٰ کا خط دیکھا تو اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مکتوب بھیجا اور کسریٰ کا خط اس کے ساتھ ملفوف کر دیا۔ جب بارگاہ نبوی میں باذان اور کسریٰ کے خطوط سنائے گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باذان کو جواب لکھوایا "اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ فلاں دن موجودہ کسریٰ کا بیٹا اپنے باپ کو قتل کر دے گا" جب یہ نامہ

marfat.com

مبارک باذان کو ملا تو اس نے اس مکتوب رسول کو اپنے پاس محفوظ کر لیا اور دن گننے لگا کہ کب وہ دن آتا ہے جس کی بابت مخبر صادق علیہ الصلوۃ والسلام نے تحریر فرمایا ہے اگر یہ بات درست ثابت ہوئی تو میں ان پر ایمان لے آؤں گا اور اگر خلاف ہوا تو لشکر کشی کر کے ان کو قتل کر دوں گا خلاف واقعہ پیش آنا شان پیغمبرانہ کے خلاف ہو گا۔ چنانچہ وہ دن گنتا رہا آخر ایک دن اطلاع ملی کہ کسریٰ کے بیٹے شیرویہ نے اپنے باپ خسرو پرویز کو قتل کر دیا ہے۔ ایک شاعر نے کسریٰ کے قتل ہونے پر ایک مرثیہ لکھا تھا جو سیرت کی بعض کتابوں میں منقول ہے اس کے دو شعر ہدیہ ناظرین ہیں

و کسری اذ تقسمہ بنو باسیاف کما اقتسم اللحام

تمخضت المنون لہ بیوم انی و لکل حاملۃ تمام

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق جس دن باذان کو کسریٰ کے قتل ہونے کی خبر ملی وہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی ایرانی لشکر کے بہت سے امراء نے بھی اپنے حاکم کے اتباع میں اسلام قبول کر لیا۔ اس موقع پر باذان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عریضہ روانہ کیا جس میں اپنے اور اپنے ساتھیوں کے اسلام لانے کی خبر دی تھی اس اطلاع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ مسرت کا اظہار فرمایا باذاں کا خط لانے والے قاصدوں کی خوب خاطر و مدارات کی۔ اور ان قاصدوں سے فرمایا **انتم منا و الینا اهل البیت** تمہارا اعزاز و اکرام ہمارے اہل بیت کے اعزاز و کرام کی طرح ہے اور یہ فرمانے کی وجہ یہ تھی کہ باذان کے قاصد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا یا رسول اللہ اب ہمارا شمار کن لوگوں میں ہو گا تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا تمہارا شمار ہمارے اہل بیت میں ہو گا اور یہی وجہ ہے کہ جب جناب سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تھے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں بھی فرمایا تھا **سلمان منا اهل البیت** سلمان فارسی کا اعزاز ہمارے لئے اہل بیت کے اعزاز کی طرح ہے (یہ واقعہ غزوہ خندق کے موقع پر پیش آیا تھا)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باذان کے خط کا جواب لکھوایا اور اس کو یمن کا حکمراں برقرار رکھا باذان کے مرنے کے بعد اسلامی لشکر نے یمن جا کر انتظام حکومت سنبھالا۔ اس طرح ربیعہ بن نصر کے خواب کی تعبیر میں سطیح اور شق نے جو پیشگوئیاں کی تھیں وہ درست ثابت ہوئیں ان واقعات کے بعد سیف ذی یزن کے یمن میں اقتدار کو نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی رکھا بلکہ دور خلافت میں بھی اس کا

marfat.com

اقتدار باقی رہا۔

(ان کلمات سے ان نو مسلمانوں کی حوصلہ افزائی اور دلجوئی کی جا رہی ہے کہ اسلام طبقاتی تقسیم کا خوگر نہیں اسلام لانے کے بعد ہر شخص اسلامی معاشرہ کا ایسا فرد بن جاتا ہے جس طرح کہ ایک خاندان اور گھر کے افراد یہ لوگ چونکہ ایرانی تھے اس لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اب غیر نہیں رہے بلکہ ہمارے گھر کے فرد کی طرح ہو پھر ایک اور حدیث میں فرمایا گیا ہر مومن متقی میری اولاد ہے اسی سبب سے ازواج مطہرات کو امہات المومنین کہا جاتا ہے اگر یہ مائیں نہ ہوتیں تو مسلماں اولاد اور اہل بیت کی طرح نہ ہوتے اگلے صفحات میں مصنف نے اہل بیت کی تصریح اس طرح کی ہے شاہ بہ قربت و نزدیکی پیش من چوں اہل بیت من اید یہ قربت و نزدیکی جن جن حضرات کو نصیب ہوئی تھی وہ سب ہی "اہل بیت" میں شامل ہوئے۔ مترجم

یمن کا ایک پتھر

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ مصنف کتاب لکھتے ہیں کہ یمن میں ایک پتھر ملا تھا اس پر سریانی زبان میں چند سطریں لکھی ہوئی تھیں جو زبور سے ماخوذ تھیں یہ پتھر حضرت داؤد علیہ اسلام کے زمانہ میں کندہ کیا گیا تھا اس سریانی عبارت کا عربی ترجمہ یہ ہے

لمن ملک ذمار۔ لحمیر الاخیار۔ لمن ملک ذمار۔ للجشتہ الاشرار لمن ملک ذمار الفارس الاحرار لمن ملک ذمار؟ لقریش التجار

زمار نے ملک یمن کو قوت بازو سے حاصل کیا تھا

حضرت داؤد کی دعا اور قبیلہ حمیرہ کے لیے اعزاز پر مصنف لکھتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا "خداوندا یمن کی حکومت ابتداء سے کس کے ہاتھ رہے گی؟ رب تعالیٰ نے جواب دیا تھا حمیر کے اچھے لوگوں کے ہاتھ میں۔ ان حمیریوں کو رب تعالیٰ نے اخیار (اچھے لوگوں) کے لقب سے کیوں خطاب فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حمیریوں نے صرف ایک معجزہ دیکھا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کئے بغیر ایمان لے آئے تھے (اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے) اور بت پرستی ترک کر دی تھی اس بارے میں ماسبق میں لکھا جا چکا ہے

marfat.com

بادشاہ یمن کا کردار

یمن کے لوگوں کا بادشاہ تبع بن کلی کرب وہ شخصیت تھی جس نے اعمال خیر اختیار کرنے اور برائیوں کو ترک کرنے میں روئے زمین کے دوسرے بادشاہوں پر سبقت کی تھی اور یہی وہ پہلا بادشاہ ہے جس نے علماء کی صحبت اختیار کی اور ان کی نصیحتیں قبول کر کے اپنے تشدد کے انداز کو ترک کیا اور مدینہ کے لوگوں کے سابقہ جرائم کو معاف کیا۔ وہ پہلا شخص تھا جس نے خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا اور اپنی قوم کو بت پرستی سے باز رکھا۔ اس طرح اس نے ان نیک کاموں میں دوسرے بادشاہوں پر فوقیت حاصل کی اور اس کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے اچھائیوں کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں اخیار فرمایا۔ **و انهم عندنا من المطفين الاخيار** حضرت داؤد علیہ السلام نے رب کریم کی بارگاہ میں عرض کیا کہ حمیر کے بعد یہ ملک کس کا ہو گا؟ تو رب کریم نے فرمایا تھا شریر حبشیوں کا یہاں رب کریم نے حبشیوں کو شریر فرمایا ہے اشرار کہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ واقف ہے لیکن ظاہر سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے خانہ کعبہ پر حملہ کیا تھا اور ابابیل کے جھنڈ کی سنگ باری سے ہلاک ہوئے تھے۔ یہ واقعہ بھی ماسبق میں گزر چکا ہے

تیسری بات جو حضرت داؤد علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے معلوم کی کہ شریر حبشیوں کے بعد اس ملک پر کس کا اقتدار ہو گا تو رب تعالیٰ نے فرمایا آزاد فارسیوں (ایرانیوں کا یہاں اللہ تعالیٰ نے اہل فارس کے لئے (احرار) آزاد کا لفظ استعمال فرمایا ہے اصل حقیقت سے تو اللہ تعالیٰ واقف ہے لیکن ظاہری وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ یمن کا بادشاہ جو ایرانی تھا اس نے سب سے پہلے اطاعت نبوی کا اظہار کیا تھا اور اسی کے لشکر نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور اظہار اطاعت کے ساتھ ساتھ آزادی رائے کا اظہار کیا تھا اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی تھی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں احرار فرمایا اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے اہل بیت میں شامل فرمانے کا اعزاز بھی عطا فرمایا تھا۔ اور یہ فرمایا تھا کہ تم لوگ میری ذات کے قریب اور نزدیکی میں اسی طرح ہو جس طرح کہ میرے اہل بیت (اس کے بارے میں گزشتہ صفحہ پر ذکر ہوا ہے مترجم)

حضرت داؤد علیہ السلام نے رب کریم سے ایک اور سوال کیا کہ اہل فارس کے بعد یمن کا اقتدار کس کے قبضہ میں جائے گا تو رب تعالیٰ نے فرمایا قریش تجار کے پاس جائے گا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کے پاس جن کا تعلق قبیلہ قریش سے ہو گا اور قریش کے لئے "لفظ تجار" اس لئے استعمال ہوا کہ وہ ان کا ذریعہ معاش تجارت تھا

marfat.com

یمن کے بادشاہوں اور ان سے متعلق واقعات یہاں مکمل ہوئے اب آئندہ صفحات میں کسریٰ شاپور ذوالاکتاف کے واقعات بیاں ہوں گے۔

کسریٰ۔ شاپور و ذوالاکتاف

کسریٰ شاپور کے دور اقتدار میں ایک بادشاہ "ذوالاکتاف" جس کا نام "ساطروں" تھا اس کی حدود سلطنت دریائے فرات کے کناروں کا علاقہ تھا اپنے علاقہ میں اس نے مضبوط قلعے تعمیر کرا رکھے تھے وہ کسریٰ کے احکام کی پابندی نہیں کرتا تھا۔ وہ خود مختار تھا کسریٰ نے اس کی نافرمانیوں سے تنگ آکر عراقی و ایرانی سپاہ کو جمع کر کے ساطروں کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا یہ محاصرہ بہت عرصہ تک جاری رہا حالانکہ اس سے پہلے بھی کسریٰ نے قلعہ کا محاصرہ کیا تھا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا۔ اس مرتبہ بھی محاصرہ طویل ہوتا گیا اور کوئی نتیجہ نکلتا نظر نہیں آرہا تھا کہ ایک دن کسریٰ اٹھ کر قلعہ کی فصیل تک آیا اور جب خندق کے قریب ہوا تو ساطروں کی بیٹی کسریٰ کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو گئی اور اس نے اپنے باپ کو اطلاع کئے بغیر کسریٰ کے پاس اپنا قاصد بھیجا اور اس سے کہلوایا اگر تم مجھ سے شادی کر لو تو میں قلعہ کی چابیاں تمہارے حوالے کر دوں گی ●

کسریٰ نے جواب میں کہلوایا اگر تو ایسا کرے گی میں تو شادی کر کے تمہیں ایران و عراق لے جاؤں گا چنانچہ اس لڑکی نے رات کو ساطروں کے سوتے میں اس کے سرہانے سے قلعہ کی چابیاں اٹھالیں۔ کہا جاتا ہے کہ ساطروں رات کو بدمست ہو کر سوتا تھا اس لئے سوائے اپنی بیٹی کے کسی پر اعتماد نہ کرتا تھا اور کوئی اس کے خاص کمرہ میں داخل نہ ہو سکتا تھا۔ یہ چابیاں اس نے کسریٰ کو بھجوا دیں کسریٰ اسی رات قلعہ پر حملہ کر کے دروازے کھول دئے اس کی فوج قلعہ میں داخل ہو گئی ساطروں کو قتل کر دیا گیا کسریٰ نے اس لڑکی سے شادی کر لی۔ اور ایک مدت تک اس کے ساتھ رہا

بے وفائی کا صلہ اور غداری کی سزا

کسریٰ نے ایک رات دیکھا کہ ساطروں کی بیٹی کو رات نیند نہیں آرہی اور وہ کمرے میں اپنے بستر کے اطراف بے چینی سے ٹہل رہی ہے بادشاہ نے اس سے معلوم کیا کہ آج کیوں پریشاں ہو نہ سوتی ہو نہ ایک جگہ بیٹھتی ہو کہنے لگی میرے بستر پر کچھ ہے چنانچہ تیز روشنی کی گئی اور بستر کو جھاڑا گیا تو بستر پر پھول کا ایک پتہ ملا۔

کسریٰ کو اس کے اس مضطربانہ انداز سے تعجب ہوا اور پریشانی بھی۔ سوچنے لگا کہ عجب نازک مزاج لڑکی

marfat.com

ہے کہ بستر پر پھول کی ایک پتی برداشت نہیں کر سکتی اور اس پریشانی سے مضطرب ہو جاتی ہے اگر یہ کسی دن مجھ سے ناراض ہو گئی تو میرے ساتھ ایسے ہی غداری کرے گی جس طرح کہ اس نے اپنے باپ کے ساتھ کی تھی چنانچہ کسریٰ نے اس سے معلوم کیا کہ تیرا باپ تجھے کس طرح رکھتا تھا؟ کہنے لگی نہایت عیش و آرام کے ساتھ وہ میرا لباس فلاں قسم کے دیباج سے تیار کراتا تھا۔ کھانے میں جو سالن ہوتا وہ بکری کا بھیجا (نغر) ہوتا میرے پینے کے پانی میں مشک آمیز عرق گلاب شامل ہوتا تھا اور مجھے اتنی محبت کرتا تھا کہ ایک منٹ کو اپنے سے جدا نہ کرتا تھا۔ یہ باتیں سن کر کسریٰ نے کہا تیرے باپ نے تجھے پیدا کیا تیرے اوپر انعام و اکرام کی بارشیں کی پھر بھی تو نے اس کی قدر نہ کی اور اس کے ساتھ غداری کی ایک دن ایسا بھی آ سکتا ہے کہ تو میرے ساتھ غداری کرے گی لیکن میں احتیاط کے طور پر تیرے ساتھ وہ کچھ کرنا چاہتا ہوں جس سے ساری دنیا سبق حاصل کرے چنانچہ اس نے حکم دیا کہ ایک گھوڑا لایا جائے اور اس عورت کے سر کے بالوں کو گھوڑے کی دم سے باندھ دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور گھوڑے کو تازیانے (کوڑے) مار کر بھگا کر جنگل کی طرف ہانک دیا گیا یہ عورت گھسٹتی ہوئی گھوڑے سے بندھی رہی یہاں تک کہ اس کے جسم کے چیتھڑے بکھر گئے اس کی موت پر بہت سے شاعروں نے لکھا ہے وہ اشعار کتابوں میں موجود ہیں

اس واقعہ کے بعد مصنف رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اب ہم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کے بارے میں رجوع کرتے ہیں گزشتہ صفحات میں یہ لکھا گیا تھا کہ عدنان کے چار بیٹے تھے قضاعہ۔ قنص۔ ایارہ و نزار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب معد سے نزار کو منتقل ہوتا ہے۔

چوتھی فصل

نزار بن معد

نزار بن معد کے تین بیٹے تھے۔ مضر۔ ربیعہ۔ انمار۔ ربیعہ و انمار ایک ماں سے تھے جب کہ مضر نزار کی دوسری بیوی سے تھے انمار کا قیام یمن میں تھا قبائل بجلیہ و خثعم انہیں کی اولاد سے وجود میں آئے مضر نزار کے بعد سلسلہ نسب نبوی مضر سے ملتا ہے مضر کے بھی دو بیٹے تھے الیاس و عیلان اور ان کی ماں کا تعلق قوم جرہم سے تھا۔ مضر کے بعد سلسلہ نسب نبوی میں الیاس بن مضر کا نام آتا ہے۔

پانچویں فصل

عمرو بن لحی جس نے عرب میں سب سے پہلے بت پرستی کو رواج دیا تھا اس کا قصہ اسی فصل میں بیان کیا

marfat.com

جائے گا اسی طرح ان بغاوت کا تذکرہ بھی ہو گا جو بتوں کا احترام و عبادت کعبہ کی طرح کرتے تھے

مصنف کتاب محمد بن اسحاق لکھتے ہیں کہ الیاس کے تین بیٹے تھے۔ مدرکہ۔ طانجہ اور قمعہ الیاس کے بعد سلسلہ نسب نبوی مدرکہ سے ملتا ہے ان کی والدہ کا نام اور شجرہ نسب یہ ہے خندف بن عمران بن الحاف بن قضاعہ۔

مدرکہ کا اصل نام عامر تھا اور طانجہ کا عمر دونوں کے اصل ناموں کی بجائے مدرکہ اور طانجہ سے مشہور ہونے کا واقعہ یہ ہے کہ ایک دن یہ دونوں بھائی جنگل میں اونٹ چرا رہے تھے اسی دوران ایک جانور کا شکار کیا ادھر یہ شکار میں مشغول تھے ادھر اونٹ بھاگ گئے ان کے پکڑنے کے لئے ایک کو تو جانا ہی تھا چنانچہ عامر نے عمرو سے کہا اگر تم اونٹوں کو گھیرنے کے لئے جاتے ہو تو اتنی دیر میں شکار کو بھوننے کی ذمہ داری میں لیتا ہوں اور اگر تم نہیں جاتے تو تم شکار کو بھونو میں اونٹ پکڑنے جا رہا ہوں عمرو نے کہا تم اونٹوں کی طرف جاؤ میں شکار کو بھونتا ہوں چنانچہ عامر اونٹوں کی طرف چلے گئے اور انہیں گھیر لائے ادھر عمرو نے شکار کو بھون لیا تھا رات کو گھر آکر دونوں بھائیوں نے سارا واقعہ الیاس کو بتایا تو انہوں نے عامر سے کہا تم مدرکہ ہو اور عمرو طانجہ چنانچہ یہ دونوں انہیں عرفوں کے ساتھ مشہور ہوئے

مصنف جناب محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں قمعہ بن الیاس کی نسل سے عمرو بن لحی ہوا اور قبیلہ خزاعہ عمرو بن لحی کی اولاد سے ہے ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ سرزمین عرب میں بت پرستی کو رواج دینے والا یہی شخص ہے اور اسی کے بارے میں مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں عمرو بن لحی کے بارے میں دیکھا کہ (رائیت عمرو بن لحی یجر قصبہ فی النار) میں نے عمرو بن لحی کو دیکھا کہ وہ خود کو دوزخ کی آگ میں دھکیل رہا ہے جس وقت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت قبیلہ خزاعہ کا ایک فرد مجلس نبوی میں بیٹھا ہوا تھا اس سے مخاطب ہو کر نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا عمرو بن لحی تیرے لیے ٹھیک ہو سکتا ہے یہ کلمات سن کر وہ شخص دل تنگ ہوا اور پوچھا کہ عمرو بن لحی کی مناسبت میرے لئے نقصان کا سبب ہو گی نبی کریم صلی اللہ وسلم نے فرمایا تیرے لئے نقصان کا سبب نہ ہو گی کیونکہ تو مسلمان اور وہ کافر یہ بات سن کر وہ مسلمان خوش ہو گیا اس کے بعد نبی علیہ الصلوۃ و السلام نے عمرو بن لحی کے بارے میں فرمایا۔ عمرو بن لحی وہ شخص ہے جس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین میں تغیر و تبدیل کیا تھا اس نے بتوں کو نصب کیا۔ بحیرہ۔ سائبہ۔ وصیلہ۔ حامی جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے

marfat.com

قرآن مجید میں فرمایا ہے ان کو روشناس کرایا۔ اور ان بدعتوں کو ایجاد کیا اور بت پرستی کے ساتھ ساتھ ان چاروں سے متعلق بری رسوم کو پھیلایا اور اس کا تذکرہ قرآن مجید میں اس آیت میں ہوا ہے "نہیں مقرر کیا اللہ تعالیٰ نے بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ نہ حام کو لیکن جنہوں نے کفر کیا" (مائدہ آیت ۱۰۳)

قبل اس کے کہ واقعہ کے بارے میں کچھ کہا جاتا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان الفاظ کے معانی کا جائزہ لیں جن کا تذکرہ آیت قرآنی میں کیا گیا ہے●

بحیرہ

اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو پانچ بچے جن لیتی تھی پانچواں بچہ پیدا ہونے کے بعد اس اونٹنی کے کانوں میں چیرا لگا کر اس کو جنگل میں آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا اب اس پیر سواری بار برداری اور اس کا ذبیحہ حرام قرار دے دیا جاتا تھا۔

سائبہ

وہ اونٹ یا اونٹنی کہلاتی جس کے بارے میں نذر مانی جاتی تھی کہ اگر کوئی شخص مرض سے صحت پا جائے گا تو اس اونٹ کو وقف کر دیں گے اب نہ اس جانور کو ذبح کیا جائے گا نہ اس سے بار برداری کا کام لیا جائے گا۔ یا اس جانور کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیا جائے گا

وصیلہ

بکری اگر نر بچہ جنتی تو اس کو بتوں کے نام کر دیا جاتا اور اگر بچہ مادہ ہوتا تو خود رکھ لیتے تھے اور اگر بکری نے دو بچے جنے ہوتے تو ایک نر اور مادہ ہوتا تو کہتے بھائی بہن کے ساتھ آگیا ہے لہٰذا برابری کا حصہ تقسیم کیا جائے نر بچہ بتوں کے لئے ہوتا تھا

حامی

اگر اونٹنی کسی نر اونٹ کو جنتی سے دس بچے ہو جاتے تو اس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ اس نے اپنے فرض کو پورا کر لیا ہے لہٰذا اس کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیا جاتا اب نہ کوئی اس کو ذبح کرتا نہ بار برداری یا سواری کر سکتا تھا

marfat.com

ھبل کہاں سے آیا؟

عرب کی بت پرستی کا پس منظر یہ ہے کہ عمرو بن لحی تجارت کے لئے ملک شام جا رہا تھا راستہ میں اس کا "سرزمین بلقاء" پر گزر ہوا یہاں قوم "عمالقہ" آباد تھی جو نہایت جنگجو اور طاقت ور تھی یہ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی اولاد میں سے تھے اور بت پرستی اختیار کئے ہوئے تھے۔ عمر بن لحی نے انہیں بت پرستی کرتے دیکھا تو معلوم کیا کہ یہ تم کیا کرتے ہو تو انہوں نے جواب دیا ہم ان بتوں کو پوجتے ہیں۔ عمرو نے کہا کہ ان بتوں کو پوجنے کا کیا فائدہ تو ان لوگوں نے کہا جب بارش نہیں ہوتی قحط سالی کا شکار ہوتے ہیں تو ہم ان سے بارش طلب کرتے ہیں تو بارش ہوتی ہے جب دشمن سے مقابلہ کا موقع آتا ہے تو ہم ان سے مدد طلب کرتے ہیں ہمیں فتح حاصل ہوتی ہے۔ عمرو بن لحی کو ان کی باتوں کا یقین آ گیا تو اس نے کہا کیا ایک بت مجھے نہ دو گے تاکہ میں اس کو عرب لے جاؤں مجھے یقین ہے کہ عرب اس کی پرستش کرنے لگیں گے۔ چنانچہ "عمالقہ" نے بت عمرو کو دیا وہ "ھبل" تھا عمرو نے اس کو لا کر خانہ کعبہ میں رکھ دیا اور اس کی پوجا کرنے لگا اس کی دیکھا دیکھی دوسرے عرب بھی "ھبل" کو پوجنے لگے اور اس کی تعظیم کرنے لگے۔ اس طرح عرب میں بت پرستی کا چرچا ہوا اور اس کے بعد تو یہ حال ہوا جو پتھر بھی ہاتھ لگتا اس کی پوجا کرنے لگتے تھے۔

عرب میں بت پرستی کی ابتدا کی ایک اور روائیت

کہا جاتا ہے کہ اولاد اسماعیل علیہ السلام کے لئے جب سرزمین مکہ تنگ ہونے لگی آبادی کی کثرت کی وجہ سے آسائیاں ختم ہونے لگیں تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل کے لوگ یہاں سے اطراف و اکناف کی طرف جانے لگے ان میں سے جو خاندان بھی جاتا وہ برکت کے لئے حرم شریف سے ایک پتھر لے جاتا اور سرزمین حرم کی نسبت سے اس پتھر کا اعزاز و اکرام کرتا خانہ کعبہ کی نسبت سے اس کا طواف کرتا اس طرح لوگ اس کو گھروں میں رکھ کر پوجنے بھی لگتے۔ جب مکہ سے آنے والی نسل ختم ہو گئی تو نئی نسل بت پرستی میں اپنے بڑوں سے بھی آگے بڑھ گئی یہ پرانے تو انہیں پتھروں کو پوجتے تھے جو یہ سرزمین حرم مکہ سے لائے تھے لیکن نئی نسل نے تو یہ کمال کیا کہ جو پتھر بھی پسند آ جاتا اس کو اٹھا لیتے اور اپنی پسند کے مطابق اس کو تراش خراش لیتے اور اس کی پوجا کرتے اور بعد میں تو ان کے انداز ہی بدل گئے اور انہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین کی تعلیمات کو یکسر فراموش کر دیا بت پرستی اور دوسری برائیوں کو اپنا

marfat.com

لیا اور پوری طرح کفر و گمراہی میں مبتلا ہو گئے اس کے بعد ان چند بتوں کے ساتھ جن کا تذکرہ قرآن مجید میں آیا ہے جن کی عبادت قوم نوح (علیہ السلام) کے لوگ بھی کرتے تھے یہ عرب والے عقیدت کا اظہار کرنے لگے۔

قوم کے رئیسوں نے لوگوں سے کہا تم لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے کہنے پر اپنے خداؤں اور خصوصیت کے ساتھ ۔ ود۔ سواع ۔ یغوث و یعوق اور نسر کو نہ چھوڑنا۔ ان لوگوں نے اپنے نام بتوں کی نسبت سے رکھنے شروع کر دیئے تھے اور ہر قبیلہ و خاندان نے اپنے لئے علیحدہ بت تراشا قبیلہ "ہذیل" کے لوگ "سواع" کی پرستش کرتے تھے قضاعہ کے لوگ "ود" کو قوم طی "یغوث" کو قوم "خیوان" یعوق کی اور قوم "ذوالکلاع" نسر کی پوجا کرتے تھے۔ قوم "خولان" نے جس بت کو اپنا معبود تصور کیا تھا اس کا نام "عمیانس" تھا۔ اور اس عمیانس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید (سورہ انعام ۱۳۷) میں فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی کھیتی اور چوپایوں سے حاصل ہونے والی چیزوں کو دو حصے کرتے ایک حصہ خدائے بزرگ و برتر (اللہ تعالیٰ) کے لئے اور دوسرا چھوٹے خدا یعنی عمیانس کے لئے رکھتے تھے۔ اگر یہ اللہ تعالیٰ کے نام کا حصہ تباہ ہو جاتا یا مل جاتا تو علیحدہ نہ کرتے اور یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے حصہ کو اس عمیانس کے نام کر دیا گیا ہے۔ عمیانس کے نام کے حصہ کو اس کی زیب و زینت و آرائش کے کام میں لاتے تھے۔ ان کے بارے میں رب تعالیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے برا طریقہ اختیار کیا تھا اللہ تعالیٰ کے نام کے حصہ کو تو بت کو چڑھا دیتے لیکن بت کے نام کے چڑھاوے کو اللہ تعالیٰ کے لئے جائز نہ رکھتے تھے

قریش کے لوگ "ھبل" کی پرستش کرتے تھے جس کو انہوں نے خانہ کعبہ کے وسط میں نصب کر رکھا تھا۔ اور اسکے قدموں میں چڑھاوے کو محفوظ کرنے کے لئے ایک کنواں بنا لیا تھا اب "ھبل" پر جو چڑھاوے آتے وہ اس کنویں میں محفوظ رکھے جاتے تھے

اساف اور نائلہ کی حقیقت

اس کے علاوہ "چاہ زمزم" پر بھی دو بت رکھے گئے تھے ان کے نام اساف اور نائلہ تھے تمام قربانیاں انہیں دونوں بتوں پر چڑھائی جاتی تھیں کہا جاتا کہ اساف ایک مرد اور نائلہ ایک عورت تھی جنہوں نے خانہ کعبہ کے اندر ناشائستہ عمل کیا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کی صورت مسخ فرما کر انہیں پتھر میں تبدیل کر دیا تھا۔ اس لئے قریش ان کی پوجا کرتے تھے۔

marfat.com

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں زمانہ قبل از اسلام سے ہم سنتے چلے آئے ہیں کہ اساف اور نائلہ انسان تھے ان میں اساف مرد اور نائلہ عورت تھی ان دونوں نے خانہ کعبہ میں ناشائستہ عمل کیا جس کی پاداش میں یہ دونوں پتھر میں تبدیل کر دیئے گئے تھے

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت توحید

جن بتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے یہ تو بڑے بڑے بت تھے ان کے علاوہ امراء عرب نے اپنے لئے خصوصی بت متعین کر لیے تھے جن کی وہ پرستش کیا کرتے عام لوگوں نے بھی اپنے لئے علیحدہ بت تراشے تھے پرستش کے لئے اپنے گھروں میں ایک ایک بت رکھا تھا لیکن جب وہ سفر کے لئے جاتے تو ان بتوں سے لپٹتے ان کے سامنے سفر سے بخیریت واپسی کی دعائیں کر کے گھر سے نکلتے اور جب سفر سے واپس آتے تو گھر میں داخل ہونے پر پہلے انہیں سجدہ کرتے تھے

جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بت پرستوں کو دعوت توحید دی تو اس دعوت کو سن کر اہل عرب کہتے یہ کیا بات ہے جو آپ کہتے ہیں ہمارے تو اتنے معبود (بت) ہیں ہم ان کو چھوڑ کر کس طرح ایک ذات واحد کی عبادت کر سکتے ہیں۔ اس عقیدہ باطلہ کی منظر کشی قرآن مجید میں اس طرح فرمائی گئی ہے **"اجعل الا لهتہ الٰها واحد ان هذا لشئ عجاب"** محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم معبوداں باطل کی بجائے ایک اللہ واحد کی عبادت کی جانب توجہ دلاتے ہیں یہ کیسے تعجب کی بات ہے۔

عرب کے لوگ باوجودیکہ بت پرستی کرتے اور انہوں نے خانہ کعبہ میں عبادت کے لئے بت بھی رکھ لئے تھے اور ان بتوں کی نگہداشت نگرانی اور ان کی خدمت کے لئے خدمت گزار مقرر کر لئے تھے لیکن ان تمام طاغوتی حرکتوں کے باوجود خانہ کعبہ کی عزت و عظمت کے معترف تھے اور یہ جانتے تھے کہ یہ مقدس خانہ خدا حضرت ابراھیم علیہ السلام کا تعمیر کردہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پرورش گاہ ہے وہ ہر سال حج کے لئے آتے اور مقررہ طریقہ پر مناسک حج ادا کرتے مگر کعبہ میں توحید کا اقرار نہ کرتے بلکہ مشرکانہ کلمات کا اضافہ کرتے اور کلمات تلبیہ تبدیل کر کے اس طرح پڑھتے تھے . **لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک الا شریک ھولک تملکہ وما ملک ٥**

قوم کنانہ نے نخلہ میں اپنے لئے ایک معبود (باطل) مقرر کر لیا تھا جس کا نام انہوں نے "عزیٰ" رکھا تھا مدینہ منورہ میں "اوس" و "خزرج" قبائل نے بھی پرستش کے لئے جس بت کو تراشا تھا اس کا نام

marfat.com

انہوں نے "منات" رکھا تھا۔ طائف میں قبیلہ ثقیف نے اپنے معبود باطل کے نام "لات" رکھا تھا جب کہ حجاز کے علاقہ میں قبائل دوس و خثعم نے اپنے لئے جو بت مقرر کیا تھا انہوں نے اس کا نام "ذوالخلا" رکھا تھا۔ اطراف یمن میں قبیلہ "طے" نے اپنے بت کا نام "فلس" رکھا تھا قوم حمیر نے یمن کے دارالخلافہ صنعاء میں اپنے بت کو "رئام" کہنا شروع کیا تھا۔ بنو ربیعہ کے بت کا نام "رضاء" تھا۔ قبائل بنی بکرو تغلب نے اپنے بت کا نام "ذوا لکعبات" رکھا تھا اور یہ ذوا لکعبات وہ بت ہے جس کا تذکرہ عرب کے مشہور شاعر اعشیٰ نے اپنے قصیدہ میں کیا ہے اس قصیدہ کا ایک شعر یہ ہے

بین الخورنق والسدیر و بارق والبیت ذی الکعبات من سنداد

تبلیغ اسلام کے دوران سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن علاقوں میں مبلغیں کو بھیجا انہوں نے ان بتوں کو برباد کیا حضرت علی کرم اللہ وجہ نے فلس کی مٹی خراب کی اس مہم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دو تلواریں لگیں جن میں ایک کا نام "رسوب" اور دوسری کا "مخدام" تھا۔ جناب علی نے ان دونوں تلواروں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا۔ یہ دونوں تلواریں اتنی قیمتی تھیں کہ ان کی قیمت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا (اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے) ان دونوں تلواروں کو نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت علی کو عطا فرمایا دیا تھا۔

"منات" کی تباہی کا اعزاز جناب ابوسفیان کے حصہ میں آیا جب کہ "ذوالحلمہ" کو جناب جریر بن عبداللہ بجلی نے کیفر کردار کو پہنچایا اور دوسرے بتوں کو تباہ کرنے کا اعزاز دوسرے صحابہ کو نصیب ہوا۔

چھٹی فصل

مدرکہ کون تھے؟

مصنف کتاب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ نسب نبوی میں الیاس کے بعد "مدرکہ" نام آتا ہے ان کے دو بیٹے تھے انہیں کے ایک کا نام "ہذیل" تھا اور قبیلہ "ہذیل" انہیں سے منسوب ہے دوسرے بیٹے کا نام خزیمہ تھا۔ مدرکہ کے نسب نامہ میں خزیمہ کا نام آتا ہے ان خزیمہ کے چار بیٹے تھے۔ اس۔ اسدہ۔ ھون اور چوتھے بیٹے کنانہ تھے سلسلہ نسب نبوی میں خزیمہ کے بعد کنانہ آتے ہیں۔ کنانہ کے بھی چار بیٹے تھے مالک بن کنانہ۔ عبدمنات بن کنانہ علکان بن کنانہ اور نضر بن کنانہ نسبی اعتبار سے کنانہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء میں سے ہیں ●

marfat.com

قریش کی وجہ تسمیہ

کہا جاتا ہے کہ قریش نضر بن کنانہ سے متعلق ہیں اور جو قریش کہلاتا ہے وہ نضر بن کنانہ کی اولاد سے ہے ان کی اولاد کے علاوہ اور کوئی قریشی نہیں ہے قریشی کے دو ماخذ بتائے جاتے ہیں ●

(ا) یہ لفظ قریش سے مشتق ہے اس کے معنی تجارت اور کسب کے آتے ہیں چونکہ قریش کا ذریعہ معاش تجارت تھا اس لئے قریشی کہلائے ●

(۲) اس لفظ کے ایک معنی اجتماع کے آتے ہیں یہ لوگ ابتدا میں منتشر تھے بعد میں مجتمع ہوئے اس لئے قریش مشہور ہوئے نضر بن کنانہ کے بعد ان کے دو بھائی اور بھی ہوئے ان میں ایک کا نام مالک تھا دوسرے کا نام نخلہ تھا سلسلہ نسب نبوی میں نضر بن کنانہ کے بعد مالک بن نضر کا نام آتا ہے اور مالک کا نام آتا ہے بعض لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ فہر بن مالک کی اولاد قریش ہے اور جو ان کی نسل سے نہیں وہ قریشی نہیں ●

فہر بن مالک کے چار بیٹے ہوئے غالب بن فہر۔ حارث بن فہر۔ اسد بن فہر۔ محارب بن فہر لیکن سلسلہ نسب نبوی میں غالب بن فہر کا نام آتا ہے۔

غالب بن فہر کے دو بیٹے ہوئے ایک لوی بن غالب اور تیم بن غالب تھے لیکن سلسلہ نسب میں غالب کے بیٹے لوی کا نام شامل ہے لوی بن غالب کے بھی چار بیٹے ہوئے کعب بن لوی۔ عامر بن لوی۔ سامہ بن لوی۔ عوف بن لوی لیکن سلسلہ نبوی میں کعب بن لوی کا نام آتا ہے

کعب کے تین بیٹے تھے مرہ بن کعب۔ عدی بن کعب۔ مصیص بن کعب ان تینوں میں "مرہ بن کعب" کا نام سلسلہ نسب نبوی میں آتا ہے مرہ بن کعب کو بھی تین بیٹوں کا باپ بننے کا اعزاز ملا ان کے نام "کلاب بن مرہ" جن کا نام سلسلہ نسب نبوی میں آتا ہے دوسرے بیٹے کا تیم بن مرہ اور تیسرے کا یقظہ بن مرہ تھا

کلاب کے دو بیٹے ہوئے ایک قصی بن کلاب جو نسب نبوی میں آتے ہیں دوسرے بیٹے کا نام زھر بن کلاب تھا۔ "قصی بن کلاب" کے چار بیٹے ہوئے "عبد مناف بن قصی" یہی نام سلسلہ نسب میں آتا ہے بقیہ کے نام عبدالدار بن قصی۔ عبداللہ العزی بن قصی اور عبد قصی بن قصی تھے

عبد مناف بھی چار بیٹوں کے باپ تھے "ھاشم بن عبد مناف" جو سلسلہ نسب نبوی میں آتے ہیں بقیہ عبد شمس۔ مطلب اور نوفل تھے ہاشم کے چار بیٹے ہوئے جناب "عبدالمطلب بن ہاشم" سید عالم علیہ السلام کے دادا تھے دوسرے بیٹوں کے نام اسد بن ہاشم ابو سیفی اور نضلہ تھے۔

marfat.com

ساتویں فصل

اولاد جناب عبدالمطلب

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسب کے سلسلہ میں یہ آخری فصل ہے مصنف کتاب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جناب عبدالمطلب دس بیٹوں اور چھ بیٹیوں کے والد تھے ان میں جناب عبداللہ (سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد) بقیہ کے نام یہ ہیں۔ جناب عباس۔ حمزہ۔ حارث۔ ابو طالب۔ زبیر۔ مجل۔ مقوم۔ زراعہ۔ ابو لہب۔ بیٹیوں کے نام یہ ہیں سیدہ صفیہ۔ ام حکیم بیضاء۔ عاتکہ۔ امیمہ۔ اروئ۔ برئ

مخلوق الہی کی افضل ترین ذات اقدس سید المرسلین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جناب عبداللہ کی اولاد ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا سلسلہ نسب یہ ہے

سیدہ آمنہ بنت وھب بن عبد مناف بن زھرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر سیدہ آمنہ کی والدہ کا سلسلہ نسب یہ ہے برہ بن عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی نانی کا سلسلہ نسب

ام حبیب بنت اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر سیدہ آمنہ کی پرنانی کا سلسلہ نسب برہ بنت عوف بن عبید بن عریج بن عدی بن کعب لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر سلسلہ نسب نبوی کی ابتدا سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سلسلہ پدری و مادری ان حضرات پر مشتمل ہے جو اولاد آدم علیہ السلام میں سے معزز و محترم ترین افراد میں سے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبی کریم پر لاکھوں درود سلام نازل فرمائے آمین

(۳)

خانہ کعبہ کے متولی حضرت اسماعیل علیہ السلام سے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت تک

marfat.com

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد خانہ کعبہ کی تولیت ان کے بڑے بیٹے نابت کے حصہ میں آئی۔ جب تک وہ زندہ رہے تو خدمت کعبہ ان کے پاس رہی لیکن نابت کے انتقال کے بعد چونکہ ان کی نرینہ اولاد کم عمر تھی اس لئے تولیت نابت کے سسر مضاض بن عمرو جرہمی کے حصہ میں آگئی مکہ میں اس وقت دو قبائل آباد تھے ایک قبیلہ جرہم جس کی قیادت مضاض بن عمرو بن جرہمی کے پاس تھی دوسرا قبیلہ قطورا تھا اس قبیلہ کا سردار سمیدع تھا یہ دونوں قبائل چونکہ یمن کے علاقہ سے تعلق رکھتے اور وہیں سے آ کر یہاں آباد ہوئے تھے اس لئے باہم اتحاد و اتفاق سے رہتے تھے قبیلہ جرہم مکہ کے بلائی حصہ میں رہتا تھا جب کہ شہر کے زیریں حصہ میں قبیلہ قطورا کا قیام تھا۔ بلائی حصہ میں مضاض کا حکم چلتا تھا جب کہ شہر کے زیریں حصہ پر سمیدع کا راج تھا۔ ایک مدت تک یہ سلسلہ چلتا رہا لیکن بعد میں مضاض اور سمیدع میں آپس میں اختلافات پیدا ہوئے مضاض نے سمیدع کو قتل کر دیا۔ اس طرح پورے مکہ پر مضاض کا اقتدار قائم ہو گیا۔ اس طرح خانہ کعبہ کی تولیت ایک مرتبہ پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے خاندان میں واپس آگئی اس موقع پر مضاض نے بے شمار اونٹ گائے بکریاں ذبح کرا کر اہل مکہ کی دعوت کی ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سرزمین مکہ پر سب سے پہلا متولی سمیدع تھا اور مکہ کی سرزمین پر سب سے پہلا قاتل مضاض تھا واللہ اعلم۔

مضاض بن عمرو کے مرنے کے بعد خانہ کعبہ کی تولیت قبیلہ جرہم ہی کے پاس رہی کیونکہ سرزمین مکہ پر ان کی اکثریت تھی دوسرے مادری رشتہ سے یہ لوگ حضرت اسماعیل کی اولاد کے رشتہ دار تھے حضرت اسماعیل کی اولاد سے اس وقت کبھی ان کے تعلقات اچھے تھے جب کہ تولیت کعبہ بھی ان کے پاس تھی۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد (نسل) پھیلنے لگی اور مکہ مکرمہ میں ان کی آباد کاری مشکل ہوئی تو ان میں سے بہت سے اطراف و اکناف میں جا کر آباد ہو گئے تھے

قبیلہ جرہم کا اقتدار مکہ پر مستحکم ہو گیا اور اس کو کچھ عرصہ گزرا تو انہوں نے کل پرزے نکالنے شروع کئے مکہ کے اصل باشندوں اور بعد میں آنے والوں پر ظلم و ستم شروع کر دیئے اور کعبہ مقدسہ کے احوال میں خیانت شروع کر دی جو چڑھاوے خانہ کعبہ کے لیے آتے تھے ان پر قبضہ کر کے اپنے ذاتی خرچ میں لے آتے تھے علاوہ ازیں خانہ کعبہ کا ادب و احترام اس کی شان کے لائق نہیں کرتے تھے اطراف و اکناف کے جو لوگ زیارت کعبہ کے لئے آتے وہ شکایت کرتے ہوئے جاتے کہ مکہ پر ایسے لوگوں کا اقتدار باقی نہیں رہنا چاہیے۔ ماضی میں یہ طریقہ کار رہا تھا کہ مکہ مکرمہ کے متولیوں میں اگر کوئی ظلم و ستم کا ارتکاب

marfat.com

کرتا تو اس کو یا تو قتل کر دیا جاتا یا اس کو مکہ بدر کر دیا جاتا تھا۔

مکہ کی وجہ تسمیہ

مکہ مکرمہ کا نام مکہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں متکبراور جباروں کی گردنیں جھکائی جاتی تھیں ظالم اور ستمگر یہاں من مانی کرنے کے لئے آزاد نہیں چھوڑے جاتے تھے۔ جب قبیلہ جرہم نے وہ حرکتیں شروع کیں جن کا تذکرہ اوپر کی سطور میں ہوا تو حضرت اسماعیل کی اولاد نے قبیلہ خزاعہ کی شاخ بنو بکر بن عبد مناف سے معاہدہ کیا اور بنو جرہم کو کہلوایا کہ خانہ کعبہ کی تولیت ہمارا حق ہے لیکن قرابت کے حق کی وجہ سے ہم نے اب تک خاموشی اختیار کر رکھی تھی اب تمہارے بڑھتے ہوئے ظلم و ستم پر خانہ کعبہ کے احوال میں خیانت شروع ہو گئی ہے۔ یہاں کے اصل رہنے والوں اور یہاں آ کر بسنے والوں کی حق تلفی ہو رہی ہے اور خانہ کعبہ کی عظمت کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا یہ ایسے اسباب ہیں جن کے بارے میں تم لوگوں کو اب مزید چھوٹ نہیں دی جا سکتی یا تو تم لوگ مکہ چھوڑ دو ورنہ مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ ورنہ ہمارے تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔

قبیلہ جرہم کے لوگوں نے اپنی افرادی قوت کے زعم میں آل اسماعیل علیہ السلام کے پیغام پر کوئی توجہ نہ دی اور لشکر تیار کر کے مقابلہ کے لئے نکلے ادھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل کے لوگ اپنے حلیفوں بنو بکر اور بنو خزاعہ کے ساتھ میدان جنگ میں مقابلہ کے لئے آ گئے ظالموں نے مقابلہ میں تقریباً شکست کھائی اور فاتحوں نے شکست خوردہ لوگوں کو مکے کے دروازوں تک بھگا کر راستوں پر قبضہ کر کے بیٹھ گئے اور ان کے راستہ بند کر دیئے۔ بنو جرہم کو جب حالات کا اندازہ ہوا تو انہوں نے اس متحدہ لشکر کے پاس قاصد روانہ کیا کہ جرہم کے لوگ مکہ چھوڑ دیں گے ان کے بیوی بچوں کو مکہ سے جانے کی اجازت دی جائے اور ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔

قبیلہ جرہم کے لوگوں کو اب یہ یقین ہو گیا تھا کہ مکہ مکرمہ سے ہمارا اقتدار ختم ہو گیا ہے اور مکہ مکرمہ میں ہمارے لئے کوئی گنجائش باقی نہیں رہی تو عمرو بن حارث بن مضاض نے جو اس دور میں مکہ کا سردار تھا اس نے حجر اسود کو اکھاڑا اور ان دو سنہری بکری کے بچوں کی شکل کے بتوں جنہیں وہ "غزال کعبہ" کہتے تھے ساتھ لیا اور تمام اسلحہ اور قیمتی اشیاء کو چاہ زمزم میں ڈال کر اس کو پاٹ کر بند کر دیا اس کے بعد عمرو بن حارث بن مضاض اپنے ساتھیوں کو لے کر یمن کی جانب روانہ ہو گیا اور وہیں جا کر ڈیرے ڈال دیئے۔

marfat.com

اس واقعہ کے بعد سے جناب عبدالمطلب کی سرداری کے زمانہ تک چاہ زمزم بند رہا۔ (جناب عبدالمطلب نے چاہ زمزم کھودنے کا سلسلہ خواب میں دیکھا جس کی تفصیلات علیحدہ باب میں بیاں ہوں گی)

مکہ سے جانے اور یمن میں قیام کے بعد قبیلہ جرہم کے لوگوں کو مکہ یاد آیا اور وہ مکہ چھوٹنے کے غم میں کف افسوس ملنے لگے اس حال میں عمرو بن حارث بن مضاض نے انتہائی حسرت و افسوس کے عالم میں کہا۔

بنو جرہم کے مکہ سے جانے کے بعد خانہ کعبہ کی تولیت پھر بنو بکر و بنو خزاعہ کے حصہ میں آ گئی لیکن ایک عرصہ کے بعد بنو خزاعہ نے بنو بکر کو مغلوب کر کے اقتدار پر مکمل قبضہ کر لیا۔ اور بنو بکر کو سرداری کے حصہ سے یکسر محروم کر دیا۔ مدتوں بنو خزاعہ سرداری کرتے رہے اور یہ سلسلہ نسلاً" بعد نسلاً" جاری رہا۔ قریش اس دور میں انتشار کا شکار رہے یہاں تک کہ قریش کی قیادت قصی بن کلاب بن مرہ کے حصہ میں آئی تو انہوں نے سیاسی بصیرت سے کام لیتے ہوئے بنو خزاعہ کے سردار حلیل بن جشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو خزاعی کی بیٹی حبی بنت حلیل سے شادی کر لی جیسا کہ ماسبق میں گزرا کہ قصی کے چار بیٹے ہوئے عبدالدار۔ عبد مناف۔ عبدالعزیٰ اور عبد قصی۔ یہ بیٹے جب بڑے ہو گئے اور قصی کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہوئی اور لوگ ان کو احترام کی نظر سے دیکھنے لگے اور قریش ہی میں نہیں دوسروں میں بھی ان کا رعب و دبدبہ قائم ہو گیا اور ان کے ساتھیوں کی تعداد کثیر ہو گئی تو انہیں اپنی اہمیت کا احساس ہوا اور انہوں نے سوچا کہ خانہ کعبہ کی سرداری تو ہمارا حق ہے اور قریش سرداری کے زیادہ حقدار اس لئے بھی ہیں کہ نسبی اعتبار سے یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے زیادہ قریب ہیں لیکن اپنا حق واپس لینے کی قصی میں ہمت اس لئے نہیں تھی کہ اس دوران مکہ کی تولیت و سیادت ان کے سسر حلیل بن جشیہ کے پاس تھی۔ اس لئے خاموشی کے ساتھ حالات کا جائزہ لیتے رہے لیکن جب حلیل کا انتقال ہو گیا تو قصی نے قبیلہ کنانہ کو ساتھ ملایا تاکہ ان کے ساتھ متحد ہو کر قبیلہ خزاعہ کو مکہ سے نکال باہر کریں قصی کا ایک ماں شریک بھائی جس کا نام رزاح بن ربیعہ تھا اس کا تعلق قریش سے تو نہ تھا لیکن بڑا جتھ بند شخص تھا یہ یمن کے قریبی علاقہ میں مقیم تھا اس کو بھی قصی نے بلا لیا

جب حج کا موسم آیا تو رزاح بڑا لشکر لے کر آیا اور مکہ مکرمہ میں قصی نے اپنے ہمدردوں کی خاص جمعیت اکٹھی کر لی لیکن قبیلہ خزاعہ سے جنگ کرنے سے پہلے انہیں ایک دشمن سے واسطہ پڑا اور وہ

marfat.com

"جماعت صوفہ" تھی ایام حج میں ان کا ایک منفرد انداز تھا کوئی قافلہ ان کی اجازت کے بغیر عرفات نہیں جا سکتا تھا اسی طرح کوئی منیٰ جانے میں بھی ان پر سبقت نہیں کر سکتا تھا جب یہ لوگ منیٰ کے لئے روانہ ہو جاتے تو دوسروں کو منیٰ جانے کی اجازت ملتی تھی اور ان رسوم کی خصوصیت یہ تھی کہ مرہ بن اد بن طانچہ کے اولاد نرینہ نہ ہوتی تھی اس نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے اولاد نرینہ عطا فرمائے تو وہ اس کو خانہ کعبہ کی خدمت کے لئے وقف کر دے گی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بیٹا عطا فرمایا تو اس نے اس کا نام "غوث" رکھا اور خانہ کعبہ کی خدمت کے لئے چھوڑ دیا

قبیلہ جرہم کے سربر آوردہ لوگوں نے حج کے بہت سے امور اس شخص "غوث" نامی کی سپرد کر دیئے تھے اس کے بعد اس کی اولاد ان امور کو انجام دیتی رہی دین اسلام کے اعلان کے وقت اس قوم صوفہ کا آخری شخص کرب بن صفواں بن حارث بن شجنہ تھا۔ چنانچہ کسی شاعر نے اپنے قصیدہ میں اس کا ذکر کیا ہے

لا یبرح الناس ماحجوا معرفهم حتی یقال اجیزوا آل صفوانا

اس ضمنی واقعہ کے بعد ہم واپس قصی بن کلاب کے قصہ کی جانب رجوع کرتے ہیں۔ جب قصی نے خانہ کعبہ کی تولیت اور مکہ کی سرداری کے حصول کے لئے قوم خزاعہ سے جنگ کے ارادہ سے لشکر ترتیب دیا تو خزاعہ والوں سے پہلے ان کا مقابلہ "قوم صوفہ" سے ہوا جس میں صوفہ والوں کو شکست سے ہمکنار ہونا پڑا۔ اس کے بعد قصی کا مقابلہ قوم خزاعہ سے ہوا اس جنگ میں بھی قصی کو کامیابی ہوئی اور اس نے خزاعہ کے لوگوں کو مکہ سے نکال کر تولیت کعبہ حاصل کی اور مکہ کی سرداری کے منصب کو بھی سنبھالا۔ اس کے بعد قصی نے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو جمع کر کے اطاعت و فرمانبرداری کا حلف لیا کہا جاتا ہے کہ قصی کے سوا کوئی متولی اور سردار ایسا نہیں جس کو وہ خصوصیات میسر ہوئی ہوں جو قصی کو حاصل تھیں اور قریش پر کسی کو وہ غلبہ حاصل نہیں ہوا جو قصی کو حاصل ہوا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ لوی بن غالب کی نسل میں ایسا اقتدار قصی کو حاصل ہوا کہ تمام معاملات میں لوگ اس کا اتباع کرتے تھے وہ اس سے پہلے کسی دوسرے کو نصیب نہیں تھی اس کی ہر بات اور ہر لفظ سے قسمیں و تبرک اور فال تک تلاش کرتے تھے ان کی اجازت کے بغیر نہ تو شادی ہوتی اور نہ کوئی سفر کے لئے جاتا تھا غرضیکہ مکہ میں جو کام بھی ہوتا وہ ان کی اجازت و مشورہ کے بغیر ممکن نہ تھا

دار الندوہ کی تعمیر

قصی کے مشورہ اور حکم کے مطابق باہمی امور کو طے کرنے اور معاشرتی کاموں کی انجام دہی کے بارے

marfat.com

میں مشورہ کے لیے ایک مکان "دارالندوہ" کی تعمیر کی گئی۔ اور مکہ کی چوتھائی آمدنی قریش کے لئے مخصوص کر دی گئی اور قریش کا یہ مخصوص "ندوہ" تادم تحریر کتاب سیرت ابن اسحاق باقی تھا۔ واللہ اعلم

مناصب حکومت

جب قصی نے نظام حکومت سنبھالا اس وقت پانچ امور حکومت کی ذمہ داری میں تھے جن میں سے دو کا تعلق خاص کر خانہ کعبہ سے تھا منصب حجابت اور دوسرا حاجیوں کے لئے پانی کی فراہمی بقیہ تین امور۔ حاجیوں کی مہمان داری۔ مکہ کے پرچم کی ذمہ داری اور "دارالندوہ" میں مشاورتی امور کی نگرانی۔

قصی بن کلاب نے قریش پر یہ ذمہ داری ڈالی تھی کہ یہ لوگ ہر سال خطیر رقم حاجیوں کی دعوت پر خرچ کریں اور وہ یہ کام انجام دیتے تھے جب حاجی منیٰ پہنچتے تو قریش کے مہمان ہوتے۔ یہ تمام منصب قصی کے پاس تھے اور ان امور میں وہ مختار و مجاز تھے لیکن جب بڑھاپا اور کام کرنے کے قابل نہ رہے تو اپنے بیٹے عبدالدار کو بلا کر یہ ذمہ داریاں اس کے سپرد کر دیں اور اس کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا۔

قصی جب اس دنیا سے گئے تو یہ پانچوں منصب عبدالدار کے پاس رہے ان کے بھائیوں۔ عبد مناف۔ عبدالعزیٰ اور عبد قصی نے اپنے باپ کے کہنے اور ولی عہد متعین کرنے پر کوئی تعرض نہیں کیا باوجودیکہ دوسرے بھائی اور قریش کے لوگ نیابت قصی کے سلسلہ میں عبد مناف کے حق میں تھے۔

عبدالدار اور عبد مناف کے مرنے کے بعد رسم و رواج کے مطابق عبدالدار کی اولاد میں تولیت منتقل ہوئی تو عبد مناف عبد شمس۔ ہاشم مطلب نوفل کی اولادیں ان کے مقابلہ پر آگئیں اور بنو عبدالدار سے خانہ کعبہ کی تولیت کا مطالبہ کیا اس مطالبہ میں قریش کی اکثریت کی ہمدردیاں بنو عبد مناف اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ تھیں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ بنو عبد مناف کو قریش کے دوسرے خاندانوں پر تفوق حاصل تھا کیونکہ سخاوت۔ شجاعت اور دوسری خوبیوں میں دوسرے خاندانوں سے بڑھ کر تھے۔ جب بنو عبدالدار سے تولیت کے مطالبہ میں یہ دوسرے خاندانوں کے ہمنوا ہوئے تو ان کی وجہ سے مکہ کے قریش دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ایک گروہ نے بنو عبدالدار کا ساتھ دیا تو دوسرا گروہ بنو عبد مناف کا ہمنوا بن گیا۔ اور یہ چپقلش اتنی بڑھی کہ لڑائی کی نوبت آگئی تو قریش کے بوڑھوں کو حالات کی نزاکت کا احساس ہوا۔ انہوں نے دونوں گروہوں میں مصالحت کرا دی اور جیسا کہ سابق میں گزرا مکہ کی سرداری میں تین امور کا تعلق شہری آبادی سے تھا اور دو کا "خانہ کعبہ" کے ساتھ تھا حاجیوں کی ضیافت اور حجاج کرام کے لئے پانی

marfat.com

کبھی "مروہ" پر جا کر بارگاہ ایزدی میں دست دعا اٹھاتیں اور دعا کرتیں خداوندا اپنے خلیل کے بیٹے کی فریاد کو سن لے اس طرح ان دونوں پہاڑیوں پر دعا کرتی رہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا جبریل امین خطہ زمین پر اتر آئے اور جہاں حضرت اسماعیل (علیہ السلام) لیٹے ہوئے تھے اس کے قریب اپنے پاؤں کو زمین پر مارا تو وہاں سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ اور حضرت اسماعیل وہیں لیٹے لیٹے پانی پینے لگے۔ پانی کی تلاش کے وقت سیدہ ہاجرہ ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان آتی جاتیں تھیں اور آ کر ایک نظر بیٹے پر ڈال لیتی تھیں ایک مرتبہ جب حضرت اسماعیل کو دیکھنے گئیں تو دیکھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے رخسار کے نیچے سے پانی چل رہا ہے تو انہیں یہ خیال ہوا کہ پانی زور پکڑ کر کہیں حضرت اسماعیل کو بہا نہ لے جائے لہٰذا جلدی جلدی پانی کے گرد منڈیر بنانے لگیں اور پانی کے گرد مٹی کا گول حلقہ بنا دیا اور یہی وجہ ہے کہ اس پانی نے کمان کی شکل اختیار کر لی۔ کہا جاتا ہے کہ اگر سیدہ ہاجرہ پانی کے گرد حلقہ نہ بناتیں اور حصار نہ کرتیں تو یہ پانی سارے مکہ میں پھیل جاتا اور تا قیام قیامت لوگ اس سے سیراب ہوتے۔

ابتدا میں چاہ زمزم کی نگرانی حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد کے پاس رہی جب قبیلہ جرہم کے لوگوں کو مکہ سے نکالا گیا تو انہوں نے بغض کینہ اور اہل مکہ کو اذیت سے ہمکنار کرنے کے لئے اس کنویں کو پاٹ دیا یہ واقعہ ماسبق میں ضمناً بیان کیا گیا ہے۔ الغرض چاہ زمزم جناب عبدالمطلب کے دور تک بند رہا۔ جناب عبدالمطلب کے ہاتھوں زمزم کی بازیابی کے سلسلہ میں دو روایتیں بیان کی گئی ہیں۔

چاہ زمزم کی کھدائی کی پہلی روایت

پہلی روایت حضرت علی کرم اللہ وجہ کے ذریعہ ملتی ہے جو بالواسطہ حضرت عبدالمطلب سے منقول ہے کہ میں ایک دن حطیم میں سویا ہوا تھا میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اٹھو اور "طیبہ" کو کھودو! میں نے معلوم کیا طیبہ کیا ہے؟ تو اس نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ دوسری مرتبہ جب میں حطیم میں سویا ہوا تھا تو کسی نے مجھ سے کہا اٹھو اور "برہ" کو کھودو میں نے اس سے معلوم کیا برہ کیا چیز ہے؟ تو اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ تیسرے دن بھی ایسا ہی خواب دیکھا کہ کوئی شخص مجھ سے کہہ رہا ہے اٹھ کر "مضنونہ" کو کھودو میں نے کہا مضنونہ کیا ہے؟ تو اس نے کوئی جواب نہ دیا چوتھی مرتبہ کسی نے خواب میں مجھ سے کہا اٹھو اور زمزم کو بازیاب کرو میں نے کہا "زمزم" کیا ہے؟ تو اس نے مجھے بتایا کہ یہ کنواں ہے جس کا پانی کبھی ختم نہیں ہوتا۔ اور نہ اس کا پانی خراب ہوتا ہے۔ حاجی تبرک کے طور پر اس کو

marfat.com

پیتے ہیں اور گلاب کی طرح اس کو تحفہ کے طور پر لے جاتے ہیں۔ میں نے معلوم کیا کہ یہ کنواں کہاں ہے اور اس کو کہاں کھودا جائے تو اس نے بتایا کہ یہ جگہ "اساف" اور "نائلہ" جہاں نصب ہیں اس کے درمیان میں ہے اور جس جگہ قربانی کی جاتی ہے اور اس کی ایک پہچان یہ ہے کہ جہاں چیونٹیوں نے اپنے گھر بنا رکھے ہیں اس کے علاوہ تم اس کی ایک پہچان یہ دیکھو گے کہ جب تم وہاں پہنچو گے تو ایک کوے کو اپنی چونچ سے زمین کو کھودتا پاؤ گے۔ عبدالمطلب فرماتے ہیں میں نے اس خواب کا تذکرہ کسی سے نہیں کیا۔

دوسرے دن اپنے بڑے بیٹے حارث کو ساتھ لے کر وہاں پہنچا تو ساری علامتیں موجود پائیں کوا بھی چونچ سے زمین کو کھود رہا تھا اب مجھے کوئی شک نہ رہا تو میں نے کدال کو زمین پر مارا تو جیرم پتھر زمین سے اکھڑنے لگے تو فرط مسرت سے میں نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ نعرہ تکبیر کی آواز سن کر قریش کے موجود لوگ میرے گرد جمع ہو گئے جب انہوں نے ان پتھروں کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ میرا مقصود کیا ہے تو مجھ سے لڑنے مرنے پر آمادہ ہوئے اور مقابلہ پر آ کر کہنے لگے کہ یہ کنواں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ہے اور ہم ان کی اولاد ہیں اس کام میں ہمیں بھی شریک کرو۔ عبدالمطلب نے کہا کہ اس سلسلہ میں انفرادی طور پر مجھے بشارت ملی ہے میں کیونکر کسی کو شریک کر سکتا ہوں؟ میرے جواب پر قریش آمادہ پیکار ہوتے ہوئے کہنے لگے یا تو ہمیں بھی اس کام میں شریک کرو ورنہ ہم تمہیں بھی نہ کرنے دیں گے۔ اب عبدالمطلب نے حالات کا جائزہ لیا کہ میں قریش سے تنہا مقابلہ نہیں کر سکتا لہذا ان لوگوں سے کہا کہ اس معاملہ میں ہم کسی کو حکم مقرر کر لیں اور وہ جو فیصلہ کرے وہ سب کو منظور ہو گا۔ اگر اس نے یہ فیصلہ دیا کہ میں اس کام کو تنہا انجام دوں تو تم تعرض نہ کرنا اور اگر اس نے یہ فیصلہ دیا کہ مشترکہ طور پر انجام دینا ہے تو میں تمہاری شراکت کو قبول کروں گا۔

چنانچہ یہ طے ہوا کہ ملک شام کی فلاں کاہنہ کو اس معاملہ میں حکم بنایا جائے جس کا فیصلہ فریقین کو قبول ہو گا عبدالمطلب عبد مناف کی اولاد میں سے چند آدمیوں کو لے کر شام کو چلے ان کے ساتھ قریش کے ہر قبیلہ کے لوگ (فریق مخالف میں سے بھی) تھے دوران سفر چند دن کے بعد عبدالمطلب کے ساتھیوں کے پاس پانی ختم ہو گیا پیاس کی شدت سے بیتاب ہوئے امید زیست نہ رہی تو عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں نے فریق مخالف سے پانی مانگا تو انہوں نے صاف جواب دے دیا اور کہا ہمیں بھی تشنگی کا خوف ہے اب عبدالمطلب نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہم نے ان لوگوں سے پانی مانگا اور انہوں نے منع کر دیا اب کیا کرنا چاہیے تو ان کے ساتھیوں نے کہا فیصلہ آپ ہی کریں ہمیں بھی منظور ہو گا تو عبدالمطلب نے کہا ابھی ہم میں

marfat.com

تھوڑی توانائی باقی ہے آؤ ہم اپنی قبریں کھود لیں اور موت کا انتظار کریں اور ہم میں جس کو موت آ جائے دوسرا اس کو دفن کر دے جو شخص آخر میں بچے گا اس کی لاش ضائع ہو جائے گی اور یہ بات زیادہ بہتر ہے لیکن سب کی بجائے ایک ہی شخص کی لاش بے گور و کفن رہے گی اس پر سب نے اتفاق کیا اور سب نے اپنے اپنے لئے قبریں کھود لیں اور ان کے کنارے بیٹھ کر موت کا انتظار کرتے رہے تھوڑی دیر کے بعد عبدالمطلب کے ذہن میں کوئی خیال پیدا ہوا انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا اس طرح موت کے انتظار میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنا مناسب نہیں لوگ ہم پر ملامت کریں گے بہتر یہ ہو گا کہ ہم اٹھیں اور سفر جاری رکھیں اگر اللہ تعالیٰ نے آسانی میسر فرمائی تو ہمیں کہیں سے پانی عطا فرمائے گا ورنہ اس کی تلاش میں جان جائے گی شرمندگی سے بچیں گے کہ ہم نے کوشش نہیں کی تھی اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئے تھے ساتھیوں نے کہا ہم تو آپ کے حکم کے تابع ہیں۔ چنانچہ سب لوگ اپنی جگہوں سے اٹھے ادھر ان کے مخالف سامنے سے ان کے انداز و اطوار کو دیکھ رہے تھے عبدالمطلب اپنی جگہ سے اٹھے سامان اکٹھا کر کے اونٹ پر رکھنے لگے جیسے ہی عبدالمطلب کا اونٹ زمین سے اٹھا اس کے پیر کے نیچے میٹھے پانی کا چشمہ ابلنے لگا۔ فرط مسرت میں عبدالمطلب نے بلند آواز سے نعرہ تکبیر بلند کیا ساتھیوں نے بھی ان کی ہمنوائی کی عبدالمطلب کے گرد جمع ہو گئے۔ عبدالمطلب اور ساتھیوں نے خوب پانی پیا اونٹوں کو بھی پلایا اپنے مشکیزے بھی پانی سے بھر لئے اس کے بعد اپنے مخالف گروہ کو بھی آواز دے کر بلایا اور انہیں اس چشمہ رحمت سے استفادہ کی دعوت دی انہوں نے بھی سیر ہو کر پانی پیا جانوروں کو پلایا اور مشکیزے بھرے عبدالمطلب کے مخالف گروہ نے جب یہ سب دیکھا تو انہیں شرمندگی ہوئی آ کر عبدالمطلب سے معافی مانگی اور کہا کہ اب ہمیں یہ یقین ہو گیا ہے کہ آپ حق پر ہیں اور جس طرح اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ اور آپ کے متبعین کو پانی کی نعمت سے سرفراز کیا اور نوازا ہے اگر چاہ زمزم کے کھولنے کا اعزاز تمہیں عطا فرماتا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اس طرح چاہ زمزم کے سلسلہ میں ان کی حیثیت تسلیم ہو گئی اور سب لوگ مکہ واپس آ گئے۔ اور چاہ زمزم کو صاف کر کے قابل استعمال بنا دیا۔ مذکورہ بالا سطور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خیالات سے منقول ہیں

چاہ زمزم کے سلسلہ میں دوسری روایت

اس روایت کے الفاظ بھی عبدالمطلب ہی سے منقول ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حطیم میں سویا

marfat.com

ہوا تھا میں نے خواب دیکھا کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اٹھو اور چاہ زمزم کو کھودو نیند سے بیدار ہو کر میں نے خواب کا واقعہ قریش کو سنایا تو انہوں نے کہا وہیں پھر سونا اگر یہ خواب درست ہے تو تم دوبارہ ایسا خواب دیکھو گے ورنہ ایسے بے مصرف خواب تو بہت دیکھے ہوئے ہیں چنانچہ عبدالمطلب وہاں جا کر سوئے تو وہی خواب دیکھا آپ فرماتے ہیں میں نے معلوم کیا زمزم کہاں ہے ؟ مجھے بتایا گیا "اساف" اور "نائلہ" (بتوں) کے درمیان اس جگہ جہاں قربانی کی جاتی ہے اور وہاں چیونٹیوں نے اپنے بل بنائے ہیں۔ اور کل صبح جب تم وہاں جاؤ گے تو ایک کوے کو دیکھو گے جو اپنی چونچ سے چیونٹیوں کے بل کو کرید رہا ہو گا۔ عبدالمطلب کہتے ہیں اس خواب کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ اس خواب کی کوئی حقیقت ہے لہٰذا میں نے کدال اٹھایا اور اپنے بیٹے حارث کو ساتھ لیا اور وہاں آ گیا میں نے چیونٹیوں کے بل اور کوے کو زمین کھودتے دیکھ کر یقین کامل کر لیا کہ یہی وہ جگہ ہے چنانچہ میں نے ایک کدال مارا قریش کو جب پتہ چلا تو میرے گرد جمع ہو گئے اور کہنے لگے ہم اپنے معزز بتوں کی قربانگاہ پر کھدائی کی اجازت نہیں دیں گے۔ یہ باتیں سن کر عبدالمطلب کو غصہ آ گیا تو بیٹے حارث سے کہا انہیں میرے سامنے سے ہٹاؤ۔ ادھر مزاحمت کرنے والوں نے جب عبدالمطلب کو غصہ میں دیکھا تو وہاں سے ہٹ گئے عبدالمطلب نے کدال چلانی شروع کی تو جیرم پتھر نظر آئے تو عبدالمطلب نے نعرہ تکبیر بلند کیا جب تھوڑی کھدائی اور کی تو دو طلائی پرانے سکے (جنہیں غزال کعبہ کہا جاتا ہے) برآمد ہوئے اور بہت سا طلائی اسلحہ بھی برآمد ہوا۔ تو قریش کے لوگ پھر مزاحمت کرنے لگے اور کہا اس مال میں ہمارا حصہ بھی ہے عبدالمطلب نے کہا اس میں تمہارا کوئی حق نہیں ہے لیکن رفع شر کے لئے قرعہ اندازی کئے لیتے ہیں قریش کے لوگ اس تجویز پر راضی ہو گئے تو عبدالمطلب چھ قرعہ لائے دو کعبہ کے نام کے دو اپنے نام کے اور دو قریش کے نام کے۔ اسی طرح مال کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ میں دونوں غزال (طلائی ہرن) اور دوسرے حصہ میں اسلحہ تلواریں وغیرہ۔ اور دو قرعوں کے مقابلہ میں کچھ نہ رکھا۔ اور انہیں خالی چھوڑ دیا گیا اگر خالی قرعہ کسی کے نام نکلے تو انہیں کچھ نہ ملے گا۔ قریش نے اس تقسیم پر بھی رضا مندی کا اظہار کیا۔ جب قرعہ ڈالا گیا تو خانہ کعبہ کے حصہ میں غزال کعبہ آئے اور عبدالمطلب کے قرعہ میں اسلحہ آ گیا قریش کے حصہ میں کچھ نہ آیا۔ عبدالمطلب نے اسلحہ پر قبضہ کر لیا اور اس کے بعد خانہ کعبہ کے دروازہ کے لئے دو کواڑ بنائے گئے اور ان پر غزال توڑ کر ان کے پترے بنائے گئے اور یہ پترے دروازہ پر چڑھائے گئے اور یہ کواڑ خانہ کعبہ کے دروازے پر لگائے دئے گئے کہا جاتا ہے کہ خانہ کعبہ پر طلائی دروازہ کی اولیت عبدالمطلب کو حاصل ہوئی

marfat.com

اسی طرح عبدالمطلب نے خانہ کعبہ کے احاطہ میں چاہ زمزم کو بازیاب کیا اور اس کو حاجیوں کے لئے وقف کر دیا اس کارنامہ پر عبدالمطلب کی عزت و احترام میں زبردست اضافہ ہوا۔ اور قریش ان کے اس کارنامہ پر فخر کرنے لگے اس سلسلہ میں بہت شاعروں نے قصائد کہے جو کتب سیرت و تاریخ میں منقول ہیں چاہ زمزم کی بازیابی کا واقعہ ختم ہوا

(۵)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد جناب عبداللہ کی قربانی

اس باب میں اس عورت کا واقعہ بیان کیا جائے گا جس نے خود کو جناب عبداللہ کی محبت میں پیش کیا تھا۔ اس کے علاوہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے نکاح اور ان معجزات کا تذکرہ ہو گا جو سیدہ نے دوران حمل دیکھے

مصنف محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں عبدالمطلب نے خواب میں چاہ زمزم کی بازیابی کے بارے میں دیکھا اور قریش ان کی مخالفت پر آمادہ ہوئے تھے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں گزرا اس وقت تک عبدالمطلب کا ایک ہی بیٹا حارث تھا۔ اس موقعہ پر وہی بیٹا حارث موجود تھا اس موقعہ پر عبدالمطلب نے نذر مانی تھی اگر اللہ تعالیٰ انہیں دس بیٹے دے اور وہ جوانی کی منزل کو پہنچیں تو وہ ایک بیٹے کو راہ الٰہی میں قربان کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا اور ان کے دس بیٹے ہوئے جن کے نام گزشتہ صفحات میں بیان ہوئے اب عبدالمطلب کو اپنی نذر پوری کرنے کا خیال آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور اس نے اپنی نذر پوری کرنے کے بارے میں کہا تو ان سب نے اظہار رضامندی کیا اور یہ بھی کہا آپ ہم سب کو بھی قربان کر دیں ہم آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ عبدالمطلب نے قربانی کے سلسلہ میں ایک بیٹے کا تعین کرنے کے لئے قرعہ اندازی کے قرعے منگوائے اور ان پر بیٹوں کے نام لکھے اور ان قرعوں کو لے کر عبدالمطلب خانہ کعبہ آئے اور اس شخص کو دے آئے جو خانہ کعبہ میں قرعہ اندازی کرتا تھا اس نے جب قرعہ ڈالا تو عبداللہ کا نام نکلا جناب عبداللہ (سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد) عبدالمطلب کے بیٹوں میں سب سے چھوٹے تھے اور عبدالمطلب کے سب سے زیادہ چہیتے بھی لیکن قرعہ میں جب ان کا نام نکلا تو ان کا ہاتھ پکڑ کر قربان گاہ کی طرف چلے۔ جب قریش کے لوگوں کو یہ معلوم ہوا تو بھاگتے ہوئے آئے اور عبدالمطلب کے ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے ہم تمہیں ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ کیونکہ اگر یہ طریقہ رائج ہو گیا تو

marfat.com

لوگ اپنے بیٹوں کو قربان کریں گے اور اس طرح نسلیں منقطع ہونے لگیں گی۔ اور کسی کے لئے چارہ نہ رہے گا۔ ابھی اس کام میں کوئی ایسی جلدی نہیں حجاز بن ایک کاہنہ ہے اس کے پاس چل کر کوئی طریق کار معلوم کریں اگر وہ کہے گی تو ہم مزاحمت نہ کریں گے۔ اور کوئی تم پر لعن طعن نہ کرے گا اگر وہ تمہیں اس کام سے روکے گی یا کوئی دوسرا طریقہ بتائے گی تو اس پر تمہیں عمل کرنا ہوگا۔

عبدالمطلب اور قریش کے لوگ کاہنہ کے پاس

جب عبدالمطلب پر ہر طرف سے ملامت ہونے لگی تو انہوں نے جناب عبداللہ کا ہاتھ چھوڑا اور قریش کے لوگوں کے ساتھ اسی کاہنہ کے پاس گئے۔ ایک جن اس کاہنہ کے تابع تھا۔ جو آسمانوں سے خبریں لا کر اس کاہنہ کو بتاتا تھا (دور جاہلیت میں جن آسمانوں پر جا سکتے تھے) اس کاہنہ کی بات کو معاشرہ میں ایسا یقین کیا جاتا جس طرح مسلمان قرآن کریم پر یقین کرتے ہیں چنانچہ ان لوگوں نے سارا واقعہ اس کاہنہ سے بیان کیا تو اس کاہنہ نے کہا آج تو تم جاؤ کل آنا رات کو جب وہ جن میرے پاس آئے گا تو میں اس سے تمہارے معاملے میں بات کروں گی۔ اور جو کچھ وہ مجھے بتائے گا وہ میں تمہیں کل بتاؤں گی •

عبدالمطلب نے یہ رات بڑی بے چینی اور اضطراب کی کیفیت میں رب کریم سے دعائیں کرتے گزاری دوسرے دن جب یہ لوگ اس کاہنہ کے پاس گئے اور اس سے اپنے معاملہ کے سلسلہ میں گفتگو کی تو اس کاہنہ نے کہا رات میرے پاس وہ جن آیا تھا میں نے اس سے تمہارے معاملہ میں بات کی تھی تو اس نے بتایا تھا کہ اس سلسلہ میں کیا کرنا چاہئے ؟ اب قریش کے لوگوں نے یک زبان ہو کر اس سے معلوم کیا کہ کیا کرنا چاہیے تو اس نے کہا کہ تمہارے ہاں ایک شخص کی دیت کتنی ہوتی ہے ؟ تو ان لوگوں نے کہا دس اونٹ یہ سن کر کاہنہ نے کہا کہ دس اونٹ اور اس لڑکے کے نام کا قرعہ ڈالو اگر اونٹ آئیں تو انہیں قربان کردو اور اگر اونٹ نہ آئیں تو اونٹوں کی تعداد میں اس وقت تک اضافہ کرتے رہو جب تک کہ قرعہ میں اونٹ نہ آجائیں اب تم جاؤ اور قرعہ ڈال کر اپنی نذر سے سبکدوش ہو جاؤ۔ اور سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر کرم فرمایا ہے اور اونٹوں کو اس بچے کے بدلے قبول فرمالیا ہے۔ اب عبدالمطلب نے کہا کہ میرے پاس جتنے اونٹ ہیں وہ سب قرباں ہو جائیں اور اگر اور مزید اونٹ بھی خریدنے پڑیں تو مضائقہ نہیں اس طرح یہ سب لوگ خوش وہاں سے مکہ آ گئے۔ اور مکہ آ کر قرعہ اندازی کی پہلے دس اونٹ اور جناب عبداللہ کے نام کا قرعہ ڈالا تو اونٹ نہ نکلے اس طرح اضافہ کرتے کرتے سو اونٹ تک نوبت آ گئی اب جو

marfat.com

قرعہ ڈالا گیا تو اونٹ آ گئے یہ دیکھتے ہی سب کے چہروں پر مسرت کی لہر دوڑ گئی اور لوگوں نے جناب عبدالمطلب سے کہا اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو گیا اور جناب عبداللہ کا فدیہ قبول کر لیا ہے اب تمہارے لئے کوئی گنجائش نہیں رہی لیکن جناب عبدالمطلب ابھی مطمئن نہ تھے انہوں نے دوبارہ قرعہ ڈالا اور ہر مرتبہ اونٹ ہی قرعہ میں آئے تو خوشی خوشی جناب عبداللہ کا ہاتھ پکڑ کر احاطہ خانہ کعبہ سے باہر لے آئے اور لوگوں سے کہا اب اونٹوں کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کرایا جائے بقیہ جانوروں کے لئے چھوڑ دیا گیا

ایک خاتون نے جناب عبداللہ کو پسند کر لیا

مصنف جناب ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں جب جناب عبدالمطلب جناب عبداللہ کے فدیہ کے اونٹوں کو ذبح کرنے سے فارغ ہوئے اور جناب عبداللہ کو گھر لئے جا رہے تھے تو راستہ میں ایک خاتون جس کا تعلق بنو اسد سے تھا کھڑی تھی یہ حسن و جمال جاہ و جلال کا مرقع تھی اور اس کے قبیلہ میں اس جیسی اور کوئی ہمہ صفت موصوف عورت نہ تھی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ورقہ بن نوفل کی بہن تھی۔ اس کی نظر جب جناب عبداللہ پر پڑی اور اس نے پیشانی عبداللہ میں نور (محمدی) چمکتا دیکھا تو جناب عبداللہ کے پاس آ کر کہا۔ عبداللہ کہاں جا رہے ہو انہوں نے کہا اپنے والد کے ساتھ اس عورت نے کہا کیا تمہارے لئے یہ ممکن ہے کہ تم اس وقت میرے ساتھ چل کر خلوت کرو اس کے بدلہ میں تم کو سو اونٹ دوں گی اور اس طرح ان اونٹوں کی جو تمہارے فدیہ کے طور پر ذبح کئے گئے ہیں نقصان کی تلافی ہو جائے گی اس کے علاوہ اور جو کچھ تم چاہو گے وہ تمہیں دیا جائے گا۔ جناب عبداللہ نے کہا اس وقت تو میں اپنے والد کے ساتھ جا رہا ہوں اور اس وقت کہیں جانا میرے لئے ممکن نہیں۔

سیدہ آمنہ کا جناب عبداللہ سے نکاح

جناب عبدالمطلب کے دل میں یہ خیال آیا کہ عبداللہ کی شادی کر دی جائے لہٰذا گھر لے جانے کی بجائے دوسرا راستہ اختیار کر کے وہب بن عبد مناف بن زہرہ کے گھر چلے گئے اور ان کی بیٹی سیدہ آمنہ کو جناب عبداللہ کے لیے طلب کیا معاملات طے کئے اسی وقت نکاح کیا اور یہ اہتمام کیا کہ آج ہی رخصتی کی تقریب عمل میں آئے۔ چنانچہ اسی دن رخصتی کی تقریب منعقد ہوئی اور سیدہ آمنہ بنو زہرہ کی حسین ترین خواتین میں سے تھیں فہم و خرد جاہ و جلال حسن و جمال میں اس قبیلہ میں ان کا ثانی نہ تھا اسی طرح خاندانی اعتبار

marfat.com

سے بھی انہیں قدرومنزلت حاصل تھی۔ رات کو جب سیدہ آمنہ اور جناب عبداللہ خلوت گزین ہوئے تو نور محمدی پیشانی عبداللہ سے رحم آمنہ میں منتقل ہو گیا۔ دوسرے دن جناب عبداللہ اس عورت کے گھر گئے تو اس نے ان کی جانب کوئی توجہ نہ کی تو جناب عبداللہ نے اس سے کہا کیا بات ہے آج تمہارا رویہ سرد ہے اور تم بات بھی نہیں کر رہی ہو تو اس نے کہا کل بات یہ تھی کہ تمہاری پیشانی میں ایک نور چمک رہا تھا۔ آج وہ نور نظر نہیں آ رہا ہے میں تو کل اس نور پر عاشق ہوئی تھی رات تم کہیں اور تھے آج اس نور کو منتقل کر کے آئے ہو۔ اب مجھے تم سے کوئی سروکار نہیں۔

نور محمدی اور ورقہ

اس خاتون نے اپنے بھائی ورقہ بن نوفل سے سنا تھا کہ پیغمبر آخرالزمان (صلی اللہ علیہ وسلم) عنقریب متولد ہونے والے ہیں اور یہ سعادت بنو ہاشم کو نصیب ہو گی جب ورقہ کی بہن نے نے جناب عبداللہ کے چہرہ پر نظر ڈالی تو وہ نور چمکتا دمکتا نظر آیا تو اس کو ورقہ کی بات یاد آئی اور فوراً" ذہن میں یہ خیال آیا کہ یہی وہ نور ہے جس کا تذکرہ ورقہ نے کیا تھا اس لئے سبقت کر کے اس کے حصول کے لئے کوشش کی اور جناب عبداللہ سے رجوع کیا لیکن انہوں نے اس وقت قبول نہ کیا تھا اور جب دوسرے دن آئے تو اس خاتون نے کوئی توجہ نہ دی اور جب عبداللہ نے اس سے عدم توجہی کی شکایت کی تو اس نے کہا "عبداللہ سن! میں نہ تمہاری طلبگار تھی نہ فسق و فجور گوارا ہے مجھے تو اس نور کی تمنا تھی جو کل تمہارے چہرہ پر چمکتا تھا"

نور محمدی کے سلسلہ میں ایک اور روایت

کہا جاتا ہے کہ وہ دوسری خاتون جس نے خود کو جناب عبداللہ کو پیش کیا تھا وہ بھی جناب عبداللہ کی بیوی تھیں جناب عبداللہ نے دو شادیاں کی تھیں ایک بیوی سیدہ آمنہ تھیں اور دوسری یہ خاتون۔ اس واقعہ کا پس منظر اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن جناب عبداللہ مٹی گارے کا کام کر رہے تھے اس دوران تقاضائے مردی کی تکمیل کی خواہش ہوئی چنانچہ وہاں سے اٹھے اور اپنی اس بیوی کے پاس آئے تو اس نے عدم التفات کا اظہار کرتے ہوئے کہا جاؤ منہ ہاتھ دھو کر صاف ستھرے ہو پھر میرے پاس آنا جناب عبداللہ کو بیوی کی یہ بات بری محسوس ہوئی غسل کیا صاف کپڑے پہنے اور سیدہ آمنہ کی جانب چلے گئے وہ بیوی راستہ میں کھڑی تھی اس نے جناب عبداللہ کے چہرے پر خصوصی چمک دمک دیکھی اور یہ دیکھا نورانی

marfat.com

شعائیں چہرہ عبداللہ سے ساق عرش تک جا رہی ہیں جب اس نے یہ منظر دیکھا تو اس کو بھی تقاضائے بشری لاحق ہوا جب اس نے جناب عبداللہ کی بے توجہی کو دیکھا تو انہیں آواز دی "ھلم الی" میرے پاس آؤ جناب عبداللہ نے فرمایا اس وقت میں آمنہ کے پاس جا رہا ہوں چنانچہ سیدہ آمنہ کے پاس جا کر وظیفہ زوجیت ادا کیا اس طرح نور نبوی ان کی پیشانی سے رحم آمنہ میں منتقل ہو گیا۔ جناب عبداللہ کے چہرہ پر نظر ڈالی تو اس کو وہ چمک دمک نظر نہ آئی تو اس نے جناب عبداللہ کے ساتھ بے رخی اختیار کی جناب عبداللہ نے کہا کیا بات ہے ابھی تو تم مجھے بلا رہی تھیں اور اب بے اعتنائی کرتی ہو تو اس نے کہا میرا بلانا اس نور کی وجہ سے تھا جو تمہاری پیشانی میں چمک رہا تھا اور اب نہیں ہے

دوران حمل معجزات کا ظہور

مصنف محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں جب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میرے حمل میں آئے اس وقت میں نے ایک آواز سنی کہنے والا کہتا تھا "اے آمنہ! تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے حمل میں کون سی شخصیت ہے؟ یہ پیغمبر آخرالزمان (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں جب وضع حمل ہو اس وقت یہ دعا کرنا **اعیذہ بالواحد من شر کل حاسد** (میں اس کو خدائے واحد کی پناہ میں دیتی ہوں ہر حاسد کے شر سے) اس کے بعد اس ہاتف غیبی نے کہا تھا کہ اس مولود کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھنا۔ جناب آمنہ فرماتی ہیں کہ دوران حمل میں نے دیکھا کہ ایک نور میرے جسم سے نکلا جو سارے عالم کو محیط ہو گیا۔ اس کے بعد ایک اور نور کی روشنی میں ملک شام کے شہر بصریٰ مکہ سے نظر آنے لگا۔

(۶)

ولادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں دو شنبہ ۱۲ ربیع الاول کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی یہ وہی سال تھا جب کہ ابرہہ کے لشکر نے خانہ کعبہ کو تاراج کرنے کے لئے مکہ پر لشکر کشی کی تھی۔ اور یہ واقعہ ان معجزات میں سے ہے جو قبل ولادت نبوی ظاہر ہوئے آپ کی ولادت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ فرمایا اور انہیں تقویت عطا فرمائی

marfat.com

ولادت نبوی اور جناب حسان رضی اللہ عنہ

شاعر بارگاہ نبوی جناب حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری عمر سات سال تھی ایک رات میں نے ایک یہودی کو دیکھا جو بلندی پر کھڑے ہو کر کہہ رہا تھا **"طلع اللیہ نجم محمد"** آج کی شب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ستارہ طلوع ہوا ہے یعنی آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہو گئی ہے۔
جناب حسان فرماتے ہیں جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو مجھے وہ تاریخ یاد تھی اور میں حساب لگاتا رہتا تھا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت اس شب ہوئی تھی جیسا کہ اس یہودی نے کہا تھا۔

سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ جس شب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی میں نے دیکھا کہ آسمان کے ستارے بارش کی طرح مجھ پر برسنے والے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے مشتاق ہیں سیدہ آمنہ نے فرمایا جب ولادت کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ آپ نے سر مبارک اٹھایا آسمان کی جانب منہ کر کے دست دعا اٹھائے۔ شب ولادت کسریٰ کے ایوان کے چودہ کنگرے گر گئے پارسیوں کے آتش کدہ کی آگ جو ایک ہزار سال سے مسلسل جل رہی تھی بجھ گئی اس موقع پر بہت سے معجزات رونما ہوئے جن کا بیان طوالت کا سبب ہوتا اس لئے انہیں ذکر نہیں کیا گیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے بعد سیدہ آمنہ نے جناب عبدالمطلب کو اطلاع کرائی کہ آپ کو اللہ تعالٰی نے پوتا عطا فرمایا ہے یہ خوشخبری سن کر جناب عبدالمطلب خوش خوش آئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جناب آمنہ نے انہیں وہ تمام محیرالعقول (معجزات) واقعات سنائے اسی وقت حضرت عبدالمطلب نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھوں میں اٹھایا اور خانہ کعبہ لائے اور اس کے چاروں گوشوں میں گئے شکر الٰہی بجالائے اور بہت دعائیں کیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لاکر جناب آمنہ رضی اللہ عنہا کو دیا۔ مصنف نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ کا انتقال اس دوران ہوا جب سیدہ آمنہ حالت حمل میں تھیں۔

(۷)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ رضاعت

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے بعد آپ کے لئے دایہ کی تلاش ہوئی مکہ کے لوگوں کا طریقہ

marfat.com

یہ تھا کہ وہ اپنے بچوں کو پرورش کے لیے دیہات کی صاف اور کھلی آب و ہوا میں دودھ پلانے والیوں کے سپرد کر دیا کرتے تھے اہل مکہ کی خدمات زیادہ ترین بنو سعد کی خواتین سرانجام دیتی تھیں۔ چنانچہ جب یہ خواتین مکہ آئیں تو سب نے اپنے من پسند بچوں کو لے لیا تاکہ مالی منفعت حاصل ہو۔ سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں جب میں اپنے قبیلہ والوں کے ساتھ مکہ آئی تو میرے ساتھ کی خواتین نے ایسے بچوں کو لے لیا جن کے والدین بھی موجود تھے اور ان سے اچھی یافت کی بھی امید تھی۔ میں اپنی سواری کی لاغری کی وجہ سے دیر سے پہنچی تھی اس لئے کسی مال دار کا بچہ مجھے نہ مل سکا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی دودھ پلانے والی نے اس لئے نہ لیا تھا کہ آپ کے والد حیات نہ تھے حلیمہ کہتی ہیں میں سارے مکہ میں گھومی تاکہ کسی مالدار کا بچہ مل جائے کہیں نہ ملا میں اس وجہ سے بہت دل تنگ ہوئی اپنے علاقہ میں قحط سالی کی وجہ سے ہم معاشی طور پر بدحال تھے میں نے جب اپنے شوہر سے مایوسی کا اظہار کیا تو وہ بھی پریشاں ہوئے میں نے ایک مرتبہ پھر کوشش کی لیکن کوئی بچہ نہ ملا میرے لئے پریشانی کی ایک بات اور ہوئی کہ میرے قبیلہ کی عورتیں مکہ سے واپس جانے لگیں تو میں نے سوچا خالی ہاتھ واپس جانے سے تو یہ بہتر ہے میں اس یتیم فرزند کی رضاعت قبول کرلوں تاکہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ ابو ذویب کی بیٹی (حلیمہ) کو دودھ پلانے کے لئے کوئی بچہ نہ ملا میں نے اپنے شوہر سے اجازت لی اور سیدہ آمنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت کی ذمہ داری قبول کرلی۔

حلیمہ پر برکتوں کی بارش

حلیمہ کہتی ہیں کہ جب میں آپ کو لے کر اپنے ٹھکانے پر آئی یہاں آکر میں نے اس پستاں کو جس میں دودھ خشک ہو رہا تھا اور اتنا دودھ نہ نکلتا جس سے میرا اپنا بیٹا بھی پیٹ بھر لیتا۔ اور وہ بھوک کی وجہ سے رات بھر روتا رہتا تھا جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ میں دیا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس میں دودھ کی نہریں رواں ہو گئی ہیں آپ نے پیٹ بھر دودھ پیا اور میرے بیٹے کے لئے بھی اتنا دودھ بچا جس سے وہ بھی شکم سیر ہو گیا اور رات کو بھوک سے نہ رویا حلیمہ کہتی ہیں کہ میرے خاوند کی اونٹنی بھی بہت کمزور تھی اس کا دودھ بھی خشک ہو چکا تھا جس شب میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے گھر سے لائی میرے شوہر نے سوچا ذرا اونٹنی کو دیکھیں کس حال میں ہے انہوں نے اس کے تھنوں کو چھوا تو وہ دودھ

marfat.com

سے بھرے ہوئے تھے انہوں نے اس کو دوھا تو برتن بھر گیا ہم دونوں نے خوب پیٹ بھر کر پیا رات کو آرام سے سوئے صبح کو جب ہم اٹھے تو میرے شوہر نے مجھ سے کہا حلیمہ! کیسے مبارک اور خوش بخت بچے کو لے کر آئی ہو کل ہم سب اس کے طفیل شکم سیر ہو کر سوئے امید ہے کہ آئندہ بھی ہم ان کی برکتوں سے استفادہ کرتے رہیں گے۔

حلیمہ کی مکہ سے روانگی

جب قبیلہ کی دوسری عورتیں روانگی کے لئے اپنی سواریوں پر بیٹھیں تو میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور بیٹے کو لے کر اپنی سواری پر بیٹھی۔ میری گدھی بہت لاغر و کمزور تھی آتے وقت میری ساتھی عورتیں مجھ پر ہنستی تھیں کیونکہ یہ سب سے پیچھے رہ جاتی تھی لیکن واپسی کے سفر میں وہ اتنی تیز چل رہی تھی کہ سب سے آگے نکل گئی یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی پرندہ محو پرواز ہے میری ساتھی عورتیں تعجب سے مجھے اور سواری کو دیکھ انہوں نے مجھ سے کہا حلیمہ یہ تمہاری وہی سواری ہے جو آتے وقت بمشکل چلتی تھی اور سب سے پیچھے رہ جاتی تھی۔ اب یہ کیا بات ہوئی ہے؟ حلیمہ فرماتی ہیں میں نے ان سے کہا کہ یہ سب اس فرزند کی برکتیں ہیں جو ہمارے خاندان پر نازل ہوئی ہیں جب اپنے علاقے میں آئے اس وقت یہاں حالت یہ تھی کہ پورا علاقہ خشک سالی کا شکار تھا صبح کو جو جانور چرنے کے لئے جاتے وہ شام کو بھوکے واپس آتے اور ان سے ایک قطرہ دودھ بھی حاصل نہ ہوتا تھا۔ قبیلہ بنی سعد سے اگر ایک قطرہ دودھ طلب کیا جاتا تو نہ ملتا تھا جس دن ہم اپنے گھر پہنچے تو دیکھا شام کو جب ہماری بکریوں کا گلہ واپس آیا تو ان کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے۔ اور روزانہ ان کے دودھ کی مقدار میں اضافہ ہوتا رہا۔ میں اور میرے گھر والے پیٹ بھر کر دودھ پیتے پھر بھی دودھ باقی بچ جاتا تھا۔ لیکن میرے قبیلہ والوں کے پاس ایک قطرہ دودھ نہ ہوتا تھا۔ میرے قبیلہ کے لوگ ان حالات کو دیکھتے اور تعجب کرتے تھے اور کہتے تھے کیا بات ہے ہمارے جانور روز بروز کمزور ہوتے جا رہے ہیں اور ان کا دودھ خشک ہو رہا ہے جب کہ حلیمہ کے جانور روز بروز فربہ ہو رہے ہیں وہ اپنے ملازموں سے کہتے تم بھی اپنے جانور اسی علاقہ میں چراؤ جہاں حلیمہ کے جانور چرتے ہیں۔ وہ چرواہے اپنے جانور حلیمہ کے جانوروں کے ساتھ چراتے لیکن کوئی فائدہ نہ ہوتا تھا۔ حلیمہ کہا کرتی تھیں یہ سب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکتیں ہیں جو ہمیں حاصل ہو رہی ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے رزق میں برکت عطا فرمائی ہے اور اپنی نعمتوں کے دروازے کھول کر ہمیں راحت و خوشحالی سے ہمکنار کیا ہے ہم پر

marfat.com

انعام و اکرام میں روزانہ اضافہ ہو رہا ہے اور اس فرزند کی برکتیں ظاہر ہو رہی ہیں ایک وہ وقت تھا جب کہ قبیلہ بنو سعد میں ہم سے بڑھ کر کوئی غریب نہ تھا لیکن آپ کی تشریف آوری کی برکت سے یہ غربت مرفع الحالی میں تبدیل ہوئی ہے اور وہ وقت بھی آیا جب کہ ہم سے زیادہ مال و دولت قبیلہ بھر میں کسی کے پاس نہ تھی۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدت رضاعت کی تکمیل

حلیمہ ہی بیان کرتی ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اٹھان دوسرے بچوں کے مقابلہ میں بہت اچھی تھی سال بھر کی عمر میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ کی عمر دو سال ہے۔ جب عمر شریف دو سال ہوئی تو میں نے آپ کا دودھ چھڑا دیا میرے قبیلہ کی عورتیں جن بچوں کو لے کر آئی تھیں مدت رضاعت مکمل ہونے پر انہیں واپس لے جا رہی تھیں لیکن میں پس و پیش کر رہی تھی اور کسی طرح یہ نہ چاہتی تھی کہ آپ کی وجہ سے میرے خاندان کو جو مرفع الحالی نصیب ہوئی ہے اس سے محروم ہو جاؤں لیکن مدت رضاعت ختم ہونے کے بعد مجھے یہ استحقاق نہ تھا کہ میں آپ کو مزید اپنے پاس روکتی لہٰذا میں نے یہ سوچا کہ کسی طرح سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو راضی کر کے آپ کو کچھ دن اور اپنے پاس رکھوں چنانچہ میں آپ کو لے کر مکہ آئی اور سیدہ آمنہ سے کہا مکہ کی آب و ہوا ہمارے علاقہ کی آب و ہوا کے مقابلہ میں لطیف نہیں ہے اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس فرزند گرامی کو صحت کی خاطر کچھ دن اور میرے پاس چھوڑ دیں۔ چنانچہ سیدہ آمنہ راضی ہو گئیں اور میں آپ کو لے کر اپنے گھر واپس آ گئی

پہلا شق صدر

حلیمہ کہتی ہیں کہ مکہ سے آنے کے کچھ دن بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے اپنے بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرانے گئے تھے وہاں اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ کھیل رہے تھے تھوڑی دیر کے بعد میرا بیٹا پریشانی کے عالم میں افتاں و خیزاں "اماں اماں" پکارتا آیا اور اس نے بتایا کہ دو شخص آئے اور انہوں نے قریشی بھائی کو لٹا کر ان کے سینہ کو چیرا اور اس میں سے کچھ نکالا اب قریشی بھائی زمیں پر لیٹے ہوئے ہیں۔ میں یہ سنتے ہی اپنے شوہر کے ساتھ دوڑتی ہوئی آئی تو دیکھا کہ آپ لیٹے ہیں اور چہرہ مبارک سے گھبراہٹ کے آثار نمایاں ہیں۔ میں نے آپ کو گود میں اٹھایا آپ کے سرد پیشانی پر بوسہ دیا اور پوچھا بیٹا! کیا ہوا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو سفید پوش آئے انہوں نے مجھے لٹا کر میرے سینہ کو چاک کیا اس

marfat.com

میں سے کچھ نکالا کچھ اور رکھا مجھے نہیں معلوم انہوں نے کیا نکالا اور کیا رکھا پھر انہوں نے میرے سینہ کو سیا اور چلے گئے اس وقت سید عالم انہیں پہچانتے نہ تھے یہ دونوں جناب جبرئیل و میکائیل تھے حلیمہ بیان کرتی ہیں اس واقعہ کے بعد میرے شوہر نے کہا بہتر یہی ہے کہ کوئی دوسرا واقعہ رونما ہو ہم انہیں ان کی والدہ کے پاس پہنچا دیں مجھے ڈر ہے کہ ان پر کسی دیو کا اثر ہو گیا ہے۔ اپنے شوہر کے مشورہ کے مطابق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر مکہ آئی سیدہ آمنہ نے جب مجھے اتنی تھوڑی مدت کے بعد مکہ میں دیکھا تو تعجب کے ساتھ مجھ سے دریافت کیا تم اتنے اصرار کے ساتھ انہیں اپنے ساتھ لے گئیں تھیں اور تھوڑے ہی دن میں واپس لے آئی ہو میں نے سیدہ آمنہ سے عرض کیا میں حوادث زمانہ سے گھبرا کر خاوند کے مشورہ کے مطابق انہیں لے آئی ہوں حلیمہ کہتی ہیں سیدہ آمنہ نے مجھ سے باصرار معلوم کیا کہ اتنی جلد واپسی کی کیا وجہ ہے ؟ تو میں نے انہیں تمام واقعہ سنایا اور یہ بھی کہا کہ ان پر کسی دیو کا سایہ ہو گیا ہے سیدہ آمنہ نے فرمایا ماشا وکلا میرے فرزند پر دیو کا سایہ ہو! حلیمہ اب تم ان کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو میں تمہیں بتاؤں کہ دوران حمل میں نے کیا معجزات دیکھے تھے۔ حلیمہ کہتیں ہیں اس گفتگو کے بعد میں وہاں سے اٹھ کر اپنی قیامگاہ آئی اور واپس اپنے گھر آ گئی۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی

اعلان رسالت کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی درخواست پر جب کہ انہوں نے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ ہمیں اپنے حالات سے مطلع فرمائیں تو آپ نے فرمایا

"میں دعائے ابراہیم اور بشارت عیسیٰ علیہ السلام ہوں۔ میں ان خوابوں کی تعبیر ہوں جو میری والدہ نے دوران حمل دیکھے تھے اور ان خوابوں میں انہیں شام کے محل دکھائے گئے تھے۔ میری رضاعت بنی سعد میں ہوئی۔ ایک دن میں اپنے بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرا رہا تھا اس وقت دو اشخاص سفید لباس میں ملبوس ایک سنہری طشت برف سے بھرا ہوا لے کر آئے۔ انہوں نے مجھے لٹایا اور میرے سینہ کو چاک کیا میرے دل کو نکالا اس کو چیر کر اس میں سے ایک کالا لوتھڑا نکالا۔ پھر انہوں نے میرے قلب اور سینے کو اس سرد پانی سے دھویا پھر ان دونوں نے کہا انہیں امت کے دس افراد کے مقابلہ میں وزن کیا جائے تو میرا وزن زیادہ نکلا پھر میرا وزن سو کے مقابلہ میں کیا گیا تو بھی میرا وزن زیادہ تھا پھر میرا وزن ہزار افراد کے مقابلہ میں کیا گیا تو بھی میرا وزن زیادہ تھا۔ یہ دیکھ کر ان لوگوں نے کہا اب وزن نہ کرو خدا کی قسم اگر انہیں ساری امت کے

marfat.com

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم والدہ اور دادا کی تربیت میں

مصنف جناب ابن اسحاق رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں کہ مکہ تشریف لانے کے بعد آپ اپنی والدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے زیر سایہ پرورش پاتے رہے جب عمر شریف چھ سال ہوئی تو آپ کی والدہ سیدہ آمنہ نے داعی اجل کو لبیک کہا تو آپ عبدالمطلب کی زیر تربیت آئے عبدالمطلب اپنی اولاد سے زیادہ آپ کا خیال رکھتے عبدالمطلب کا معمول یہ تھا کہ وہ روزانہ دن کے وقت خانہ کعبہ کے زیر سایہ مسند بچھا کر بیٹھا کرتے لیکن ان کے بیٹوں کو یہ جرات نہ ہوتی کہ وہ رعب کی وجہ سے عبدالمطلب کے پاس مسند پر بیٹھیں لیکن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی احاطہ خانہ کعبہ میں آتے تو بلا تکلف مسند پر آ بیٹھتے۔ عبدالمطلب کے بیٹے آپ کو روکنے کی کوشش کرتے لیکن عبدالمطلب بیٹوں سے کہتے ان سے مزاحمت نہ کرو۔ جہاں چاہیں بیٹھیں یہ تمہاری طرح نہیں ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ وسلم ہمیشہ عبدالمطلب کے پاس بیٹھ جاتے تھے عبدالمطلب آپ کے سر پر دست شفقت پھیرتے آپ کی پیشانی پر بوسے دیتے اور آپ کو جو کچھ کرتے رہتے اس کو دیکھ کر خوش رہتے تھے کبھی آپ سے سخت الفاظ میں بات نہ کرتے تھے

حضرت عبدالمطلب کا انتقال

جب آپ کی عمر آٹھ سال ہوئی اور عبدالمطلب کا وقت آخر آیا تو انہوں نے چھ بیٹیوں کو جن کے نام صفیہ۔ برّہ۔ عاتکہ۔ ام حکیم۔ امیمہ - اروٰی تھے بلا کر ان سے کہا تمہارے باپ کا اب آخری وقت ہے اب تم اس کے لئے مرثیہ کہو اور اس پر گریہ کرو تاکہ آخری وقت میں تمہارا باپ بھی دیکھ لے کہ تم اس کے لئے کس طرح نوحہ کرو گی اور اس کے غم میں گریہ و زاری کرو گی چنانچہ ان بیٹیوں نے باپ کی فرمائش پر رونا دھونا شروع کیا اور اپنے باپ کی تعریف و توصیف میں فی البدیہ مرثیے کہے۔ مرثیے کتب تاریخ میں منقول ہیں جب عبدالمطلب کی بیٹیاں مرثیہ گوئی اور نوحہ خوانی سے فارغ ہوئیں تو عبدالمطلب نے اظہار مسرت کرتے ہوئے کہا میرے مرنے کے بعد بھی اسی طرح گریہ و زاری کرنا۔ حضرت عبدالمطلب کے مرنے پر کہے جانے والے دوسرے مرثیہ اور ان کے مناقب کتب تاریخ و سیرت میں منقول ہیں۔

عبدالمطلب کے مرنے کے بعد حاجیوں کے لئے پانی کی فراہمی کی ذمہ داری جناب عباس نے سنبھال لی جس کو وہ اسلام لانے تک پورا کرتے رہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ اعزاز ان کے پاس ہی رکھا اور یہ منصب خاندان بنو عباس کے پاس تادم تحریر کتاب موجود تھا

marfat.com

مصنف کہتے ہیں کہ اس ضمنی واقعہ کے بعد ہم اصل موضوع کی جانب رجوع کرتے ہیں جب حضرت عبدالمطلب کا آخری وقت ہوا تو انہوں نے ابو طالب کو اپنے پاس بلایا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے سپرد کیا کیونکہ ابو طالب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا تھے جب کہ عبدالمطلب کے دوسرے بیٹے دوسری بیویوں سے تھے اس لئے عبدالمطلب کو یہ یقین تھا کہ جو شفقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو طالب سے ملے گی وہ دوسرے بیٹوں سے نہ مل سکے گی۔

(۸)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کی کفالت میں

مصنف کتاب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ عبدالمطلب کے انتقال کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو طالب نے اپنی کفالت میں لے لیا وہ آپ سے بہت محبت کرتے اور کسی وقت بھی نظروں سے اوجھل نہ کرتے اور آپ کو غیروں کی نظروں سے بچاتے رہتے۔ کہا جاتا ہے کہ عرب میں ایک کاہن تھا جو لوگوں کے بارے میں پیشین گوئیاں کرتا اور ان کے زائچے اور فال نکالتا تھا جب بھی وہ مکہ آتا عورتیں اور مرد اس کے گرد جمع ہو جاتے اس کے پاس بچوں کو لے جاتے وہ کاہن ان بچوں کا زائچہ دیکھتا جب وہ مکہ آیا تو مکہ والوں کے رسم و رواج کے مطابق ابو طالب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اس کاہن کے پاس گئے تاکہ آپ کے بارے میں معلوم کریں جب ابو طالب کاہن کے قریب گئے اور اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا وہ آپ کو مسلسل دیکھتا رہا بعد میں نظریں نیچی کر کے تھوڑی دیر خاموش رہا تو ابو طالب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر وہاں سے اٹھ آئے جب اس کاہن نے نظریں اٹھائیں تو کہنے لگا اس بچہ کو میرے سامنے لاؤ اس کا نصیب بہت بلند ہے یہ کارہائے نمایاں انجام دیں گے لیکن بار بار یہ اصرار کرتا رہا کہ اس بچے کو میرے سامنے جلد لاؤ تاکہ میں ان کے چہرے کو دیکھوں ابو طالب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر وہاں سے گھر آ گئے اور دوبارہ ادھر کا رخ نہ کیا البتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہداشت پر زیادہ تیزی سے توجہ کرنے لگے وہ آپ کو اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیتے۔

ابو طالب کے ہمراہ سفر شام

قریش کا ایک تجارتی قافلہ ملک شام جا رہا تھا ابو طالب نے شام جانے کا ارادہ کیا جب حضور اکرم صلی

marfat.com

اللہ علیہ وسلم کو ابو طالب کے جانے کا علم ہوا تو آپ نے ابو طالب سے کہا مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلیں ابو طالب یہ بات سن کر رونے لگے اور کہا میں تو خود آپ کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا۔ کم عمری اور سفر کی مشکلات کی وجہ سے ابو طالب پس و پیش کر رہے تھے کیونکہ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف بارہ سال تھی لیکن ابو طالب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش رد کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور آپ کو ساتھ لیا قافلہ قطع مسافت کرتا ہوا جب بصریٰ پہنچا تو بحیرہ نامی راہب کے عبادت خانہ کے قریب پڑاؤ ڈالا۔

بحیرہ راہب کی میزبانی اور ہدایات

بحیرہ مذہبا" عیسائی تھا زہد و تقویٰ اور علم میں ایسے بلند مقام کا حامل تھا کہ کوئی اس کا مد مقابل نہ تھا عرصہ دراز سے اس علاقہ میں عبادت خانہ (گرجا) بنا کر مصروف عبادت رہتا تھا نہ تو عبادت خانہ سے باہر آتا نہ کسی سے زیادہ بات کرتا تھا۔ اس نے انجیل میں نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف اور آپ کے حالات پڑھے تھے اور یہ بھی پڑھا تھا کہ ان کا گزر اس طرف ہو گا اور آپ یہاں قیام فرمائیں گے اس لئے کئی سال سے وہ آپ کی زیارت کی تمنا میں منتظر آمد تھا کہ آپ یہاں آکر (فلاں درخت کے نیچے) قیام فرمائیں گے۔ چنانچہ قریش کا مکہ سے جو قافلہ آتا اس کو وہ عبادت خانہ کی دوسری منزل کی کھڑکی سے دیکھتا کہ اس قافلہ سے کوئی خاص بات ظاہر ہو یا اہل قافلہ سے کسی کرامت کا ظہور ہو اور یہ پتہ چلے کہ اس قافلہ میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں تو آکر ان کا استقبال کرے جب اس کو اس قافلہ میں کوئی خاص بات نظر نہ آتی تو ان کی طرف توجہ نہ دیتا تھا ایک دن اس نے مکہ کی جانب سے آنے والے ایک قافلہ کو دیکھا جس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے تھے تو بحیرہ نے (نگاہ بصیرت سے) دیکھا کہ شجر و حجر با آواز بلند "السلام علیک یا رسول اللہ" پکار رہے ہیں جب اس نے آسماں کی جانب دیکھا تو ابر کا ایک سفید ٹکڑا (جہاں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تھے) قافلہ پر سایہ کناں ہے جب قافلہ اور آگے بڑھتا تو ابر بھی آگے بڑھتا تھا۔ جب یہ قافلہ بحیرہ کے عبادت خانہ کے قریب ٹھہرا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹے سے درخت کے نیچے قیام کیا تو اس درخت کی شاخیں بڑھیں پتے پھوٹے اور درخت سایہ دار ہو گیا بحیرہ نے جب اس درخت اور شجر و حجر کو سلام کرتے دیکھا اور سنا تو اس کو یقین ہو گیا کہ یہ وہی قافلہ ہے جس میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں۔ وہ عبادت گاہ کی بالائی منزل سے اترا اور

marfat.com

عبادت خانہ کے خدام سے کہا کہ بہت سا کھانا تیار کریں اور ایک شخص کو کہا کہ وہ قافلہ میں جا کر اعلان کرے کہ سارے قافلہ کی دعوت بحیرہ کی جانب سے ہے سب لوگ عبادت خانہ میں آکر کھانا کھائیں اور کوئی شخص ایسا نہ رہے جو دعوت میں نہ آئے اور کسی کو سامان کی حفاظت کی وجہ سے نہ چھوڑا جائے جب بحیرہ کے قاصد نے قافلہ میں آکر یہ اعلان کیا تو قافلہ والوں کو تعجب ہوا کہ مدت سے قافلے یہاں آکر ٹھہرتے رہے ہیں لیکن کبھی ایسا نہ ہوا کہ اس راہب نے ہم سے ملاقات کی ہو اس مرتبہ یہ انوکھی بات ہے۔ چنانچہ قافلہ کے تمام لوگ بحیرہ کی دعوت میں گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اہل قافلہ میں سب سے کم عمر تھے اس لئے آپ کو سامان کے پاس چھوڑ دیا گیا۔ جب سب لوگ آگئے تو بحیرہ نے حاضرین کو دیکھا لیکن خصائل و شمائل کے لحاظ سے انہیں وہ شخصیت نظر نہ آئی جس کے اعزاز میں اس نے یہ بزم سجائی تھی کہنے لگا طفیلی تو آگئے لیکن اصل مہمان موجود نہیں ہیں اس نے قافلہ والوں سے کہا تم اصل شخصیت کو نہیں لائے اور انہیں چھوڑ آئے ہو قافلہ والوں نے کہا سب لوگ آگئے صرف ایک صاحبزادے کو سامان کے پاس چھوڑ آئے ہیں۔ بحیرہ نے کہا وہ بچے نہیں بزرگ ہیں وہ صاحب قرآن اور پیغمبر آخرالزمان ہیں انہیں بلاؤ چنانچہ ایک شخص گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر لایا جب آپ دعوت میں تشریف لائے تو بحیرہ کی نظروں کا مرکز آپ کی ذات اقدس بن گئی۔ جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو بحیرہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پکڑ کر امتحان کے طور پر آپ کو اور قریش کے دوسرے لوگوں سے لات وعزیٰ کی قسم دے کر کہا کہ وہ اس کی باتوں کا درست جواب دیں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیرہ سے فرمایا لات و عزیٰ کی قسم مت دو کیونکہ خطہ زمین پر ان سے مبغوض مجھے اور کوئی نہیں بحیرہ نے یہ جواب سن کر کہا میں آپ کو آپ کے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ میرے سوال کا جواب دیں سید عالم صلی اللہ وسلم نے فرمایا چونکہ تم نے خدا کی قسم دی ہے پوچھو کیا معلوم کرنا ہے۔ بحیرہ نے سوالات کئے اور حسب منشاء جواب پائے پھر اس نے مہر نبوت کو دیکھا جس کے بارے میں اس نے انجیل میں پڑھا تھا۔ یہ دیکھ کر اس نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی کی پھر ابو طالب کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں لے گیا اور اس نے معلوم کیا۔ یہ فرزند کون ہیں؟ ابو طالب نے کہا تم نے سچ کہا ہے یہ ہمارے بھتیجے ہیں اور جب رحم مادر میں تھے اس وقت میرے بھائی کا انتقال ہو گیا تھا۔ بحیرہ نے کہا اب تم نے درست بات کہی ہے۔ ابو طالب انہیں دشمنوں کی آنکھوں اور ان کے شر سے بچاؤ یہ پیغمبر آخرالزماں ہیں یہ کائنات میں سب سے بہتر اور برتر ہیں یہ ایسی شریعت لائیں گے جو ساری دنیا میں پھیلے گی اور اس شریعت

marfat.com

سے سارے دین منسوخ ہو جائیں گے انہیں فوراً" مکہ واپس لے جاؤ اور انہیں یہود و نصاریٰ کے شر سے محفوظ رکھو اگر وہ انہیں پہچان لیں گے تو انہیں ہلاک کرنے کی کوشش کریں گے بحیرہ کی گفتگو سن کر ابو طالب تیزی سے شام گئے خرید و فروخت سے فارغ ہو کر فوراً" مکہ واپس آگئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت تندہی سے کرنے لگے کہا جاتا ہے کہ اس سفر میں تین یہودیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا اور آپ کو ہلاک کرنے کی کوشش کی بحیرہ کو ان کی سازش کا پتہ چل گیا تو اس نے ان یہودیوں کو بلا کر سمجھایا اور انہیں اپنے پاس روک لیا تاکہ یہ یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نقصان کو نہ پہنچا سکیں۔

(۹)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و اخلاق

مصنف جناب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ بحیرہ سے ملاقات کے بعد اور سفر شام سے واپسی پر ابو طالب نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں مزید احتیاط شروع کر دی یہ کیفیت تو اس مادی دنیا کی تھی لیکن خالق کائنات نے آپ کو محفوظ و مصون اور موصوم پیدا فرمایا تھا نہ دشمن کی نظر بد اثر انداز ہو سکتی تھی نہ دشمن مشیت ایزدی کے بغیر نقصان پہنچا سکتا تھا۔ بچپن اور لڑکپن میں بچوں اور لڑکوں کے جو انداز ہوتے ہیں آپ اس سے محفوظ تھے خود سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لڑکپن کا واقعہ اس طرح بیان فرمایا۔ ایک دن میں چند لڑکوں کے ساتھ تفریح طبع کے لئے کھیل میں مشغول تھا ہم پتھر اکٹھے کر رہے تھے سب نے تہ بند اتار کر اس میں پتھر اٹھا رکھے تھے اور سب برہنہ تھے اس حالت میں ایک شخص نے آکر مجھے ٹھوکا دیا اور کہا کم عمری کے باوجود آپ ان جیسے نہیں آپ تہ بند نہ اتاریں آپ کو عالم کا مقتدا بننا ہے آپ کو برہنہ نہیں ہونا ہے اور نہ کوئی ایسا کام کرنا ہے جو آپ کے شایان شان نہ ہو۔ یہ سب نے کہنے والے کی آواز تو سنی مگر کوئی شخص نظر نہ آیا جس نے کہا تہ بند پہنے رکھیں میں نے تہ بند باندھ رکھا سب لڑکے برہنگی کی حالت میں پتھر اٹھاتے رہے لیکن میں ستر پوش رہا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم لڑکپن کے زمانہ میں بھی ایسے مودب و مہذب تھے کہ آپ کے انداز و اطوار کو دیکھ کر بڑے بڑے باسلیقہ اور دانا لوگ دنگ رہ جاتے تھے ●

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب سن بلوغ کو پہنچے تو آپ کی ذات تمام اوصاف حمیدہ کی جامع اور خصائل

marfat.com

حسنہ کی حامل تھی ہر مجلس و محفل کی معزز ترین شخصیت ہوتے تھے جود و سخا۔ مروت و وفا کرم حلم و تواضع۔ حسن سلوک احسان شجاعت و قوت جیسی صفات کے حامل تھے تقدس و بزرگی میں کوئی ان کا ہمسر نہ تھا۔ صداقت و امانت کی صفات کے سبب ہر شخص آپ پر اعتماد کرتا تھا آپ اعلیٰ نسب اور والا حسب تھے اخلاق میں اچھے اور وعدہ میں سچے تھے امانت میں مشہور اور دیانت میں معروف تھے عادت میں اچھے اور گفتگو میں نرم تھے قوم آپ کو امین سمجھتی اور تمام معاملات میں آپ سے مشورہ کرتے اور ان مشوروں پر عمل بھی کرتے تھے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا سفر شام

جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پچیس سال ہوئی آپ کی امانت دیانت و صداقت کی شہرت قریش کی ایک مالدار خاتون سیدہ خدیجہ کو پہنچی سیدہ خدیجہ لوگوں کو تجارت کے لئے سرمایہ فراہم کرتی تھیں لیکن بڑے کاروبار کے لئے معتمد نہیں ملتا تھا جب ان کے کانوں تک آپ کی دیانت کی اطلاع ملی تو انہوں نے ایک قاصد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا اور کہلایا کہ میں کثیر سرمایہ لگا کر مال تجارت شام روانہ کرنا چاہتی ہوں اور مجھے قریش میں آپ کے سوا کسی پر اعتماد نہیں ہے اگر آپ گوارا فرمائیں تو اس مال کو لے کر شام تشریف لے جائیں اور اس سے جتنا منافع مناسب سمجھیں لے لیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار رضامندی فرمایا اور سیدہ خدیجہ کا مال تجارت لے کر شام کے لئے روانہ ہوئے سیدہ خدیجہ نے اس سفر میں اپنے معتبر اور تجربہ کار غلام میسرہ نامی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کر دیا۔ قطع مسافت کرتے ہوئے جب قافلہ شام کے قریب پہنچا تو ایک منزل پر قیام کیا۔ یہاں ایک راہب مقیم تھا اور اس نے ایک عبادت خانہ تعمیر کیا تھا اس عبادت خانہ کے قریب ایک درخت تھا جب قافلہ والوں نے یہاں پڑاؤ ڈالا تو اس وقت راہب کھڑکی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری سے اتر کر اس درخت کے نیچے قیام کیا اس وقت میسرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا تھا راہب نے کھڑکی سے سر باہر نکال کر میسرہ سے دریافت کیا کہ یہ صاحب جنہوں نے درخت کے نیچے قیام کیا ہے کون ہیں ؟ میسرہ نے کہا کہ قریش کی ایک معزز شخصیت ہیں۔ راہب نے کہا میں نے انجیل میں پڑھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور کے چار سو سال بعد جو شخصیت اس درخت کے نیچے قیام کرے گی وہ نبی آخرالزماں (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں گے اور یہ شخصیت یقیناً نبی آخرالزماں کی ہے

marfat.com

یہ کہہ کر وہ راہب اپنے عبادت خانہ سے باہر آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کو بوسہ دیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کہ اپنی وابستگی کا اظہار کرتا رہا۔

یہاں سے روانہ ہو کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم شام تشریف لے گئے اور مال تجارت فروخت کر کے وہاں سے بہت سا سامان خریدا اور مکہ روانہ ہوئے راستہ میں آپ جہاں قیام فرماتے یا راستہ میں سفر کرتے دو فرشتے آپ پر سایہ کئے رہتے میسرہ نے یہ سب کچھ دیکھا لیکن کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ مکہ آ کر میسرہ نے سب حالات اور راہب کی گفتگو سیدہ خدیجہ کو سنائی۔ سیدہ خدیجہ نے وہ تمام سامان تجارت جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شام سے لائے تھے مکہ میں فروخت کرایا اور اس مال میں انہیں اتنا منافع ہوا جو نہ کبھی دیکھا تھا نہ اتنے منافع کی کبھی توقع کی تھی ●

سیدہ خدیجہ سے نکاح کی بات چیت

جناب خدیجہ نہایت ذہین اور تجربہ کار خاتون تھیں انہوں نے جب میسرہ کی زبانی حالات سنے اور منافع کو دیکھا تو ان کا قلب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب رجوع ہوا اور یہ چاہا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالہ عقد (نکاح) میں آ جائیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک قاصد کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلایا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے علم میں ہے کہ سرداران قریش اور معززین قوم میرے ساتھ شادی کرنے کے خواہش مند ہیں لیکن میں نے سب کو منع کر دیا ہے اور ان کی جانب رغبت کا اظہار نہیں کیا میرے اور آپ کے درمیان رشتہ داری بھی ہے پھر میں نے قریش میں آپ جیسا صادق اور امین کوئی دوسرا نہیں پایا میری خواہش یہ ہے میں آپ کے نکاح میں آ کر اپنی تمام دولت آپ کے قدموں میں نچھاور کر دوں قریش کے سرداروں کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ ششدر رہ گئے کہنے لگے کیا وجہ ہے کہ خدیجہ نے ہماری طرف توجہ نہ کی لیکن ابو طالب کے یتیم بھتیجے کو پیغام بھجوایا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب سیدہ خدیجہ کا پیغام ملا تو آپ نے اپنے چچا جناب عباس و حمزہ سے مشورہ کیا تو ان حضرات نے اس پیغام پر اظہار مسرت کیا۔ جناب حمزہ رضی اللہ عنہ نے جا کر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد خویلد کو باضابطہ نکاح کا پیغام دیا اور بیس جوان اونٹنیاں مہر کے بدلے سیدہ خدیجہ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقد ہوا۔ سیدہ خدیجہ کا نسب سیرت کی کتابوں میں اس طرح ملتا ہے خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیٰ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر نسب کا

marfat.com

بقیہ اور ننھالی نسب سیرت کی کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے۔

سیدہ خدیجہ سے اولاد

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سات اولادیں ہوئیں۔ تین صاحبزادے قاسم۔ طاہر۔ طیب اور چار صاحبزادیاں زینب۔ رقیہ۔ ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہم۔ تینوں صاحبزادے بچپن میں ہی انتقال فرما گئے۔ چاروں صاحزادیوں کو اسلام کی دولت سے سرفرزا ہونے کا موقعہ ملا اور ہجرت مدینہ کا اعزاز بھی نصیب ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد ماسوا جناب ابراہیم کے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہوئی جب کہ جناب ابراہیم کی ولادت سیدہ ماریہ قبطیہ کے بطن سے ہوئی تھی جب تک سیدہ خدیجہ حیات رہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دوسری خاتون سے نکاح نہیں کیا۔

مصنف جناب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے بعد سیدہ خدیجہ ایک مرتبہ اپنے چچا ورقہ بن نوفل کے یہاں گئیں اور انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت اپنے مشاہدات اور شام کے سفر کے دوران پیش آنے والے واقعات سنائے اور راہب سے ہونے والی گفتگو کا بھی تذکرہ کیا تو ورقہ نے کہا خدیجہ تمہیں بشارت ہو کہ یہ تعریف و توصیف کے کلمات جو تم نے مجھے سنائے ہیں یہ تمام اوصاف پیغمبر آخرالزماں کے ہیں۔ تمہارے شوہر اللہ کے پیغمبر اور تمام عالم کے سردار ہوں گے۔ اور انہیں جو اعزاز نصیب ہو گا وہ نہ تو کسی کی سمجھ میں آ سکتا ہے نہ خیال وہاں تک رسائل حاصل کر سکتا ہے۔ ورقہ بن نوفل نے دور جاہلیت میں بت پرستی ترک کر کے تورات و انجیل کا مطالعہ کر کے ان احکام کو اپنایا تھا اور انہی کتابوں سے اس کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب معلوم ہوئے تھے اس سے متعلق واقعات کا تذکرہ آئندہ صفحات میں آئے گا۔ ان واقعات کو سن کر اور معلوم کر کے ورقہ کو یہ خواہش اور تمنا ہوئی کاش انہیں بعثت نبوی کے بعد کا دور نصیب ہوتا اور اسلام کی نصرت میں ان کا بھی حصہ ہوتا اس اشتیاق میں وہ یہ اشعار پڑھتے تھے اور فرط شوق میں ان کی آنکھوں سے اشک رواں ہو جاتے تھے

لَجِجْتُ وَكُنْتُ فِی الذِّكرٰی لَجُوجًا
لِهَمٍّ طَالَمَا بَعَثَ النَّشِیجَا

marfat.com

وَوَصْفٍ[٣] مِنْ خَدِيجَةَ بَعْدَ وَصْفٍ
فَقَدْ طَالَ انْتِظَارِي يَا خَدِيجَا
بِبَطْنِ الْمَكَّتَيْنِ[٣] عَلَىٰ رَجَائِي
حَدِيثَكِ أَنْ أَرَىٰ مِنْهُ خُرُوجَا
بِمَا خَبَّرْتِنَا[٤] مِنْ قَوْلِ قَسٍّ
مِنَ الرُّهْبَانِ أَكْرَهُ أَنْ يَعُوجَا
بِأَنَّ مُحَمَّدًا سَيَسُودُ فِينَا[٥]
وَيَخْصِمُ مَنْ يَكُونُ لَهُ حَجِيجَا
* وَيَظْهَرُ فِي الْبِلَادِ ضِيَاءُ نُورٍ
يُقِيمُ بِهِ الْبَرِيَّةَ أَنْ تَمُوجَا[٦]
فَيَلْقَىٰ مَنْ يُحَارِبُهُ خَسَارًا
وَيَلْقَىٰ مَنْ يُسَالِمُهُ فُلُوجَا
فَيَالَيْتِي إِذَا مَا كَانَ ذَاكُمْ
شَهِدْتُ فَكُنْتُ[٧] أَوَّلَهُمْ وُلُوجَا
وُلُوجًا فِي الَّذِي[٨] كَرِهَتْ قُرَيْشٌ
وَلَوْ عَجَّتْ بِمَكَّتِهَا[٩] عَجِيجَا

(ترجمہ اشعار) میں طیش میں آگیا اور یہ تو میری عادت ہے کہ جب مجھے یادیں ستاتیں ہیں تو سراپا اشتعال بن جاتا ہوں یعنی وہ یادیں میرے قلب پر اس طرح ستوں ہو جاتی ہیں کہ وہ مجھے ہمیشہ یاد رہیں گی۔ اور میری یہ کیفیت در اصل ایک اوندہ ہے جو عرصہ دراز سے میرے دل میں جاگزیں ہے جو ہمیشہ مجھے بہت رلاتا رہتا ہے

(۲) میری طبیعت کی تندی اور میرا رونا اس وجہ سے ہے کہ خدیجہ نے مجھ سے ان کی بہت تعریف و توصیف کی اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رسالت کی نشانیاں بتائی ہیں اور اب میں اس منظر کو دیکھنے کی تمنا رکھتا ہوں کہ ان کی نبوت کا دور پالوں اس کے بعد سیدہ خدیجہ کو شعری زبان میں شکایت کرتے ہوئے کہتے ہیں اے خدیجہ تم نے بہت انتظار دکھائی اور اب ان کی صفات سنائیں ان کا دور رسالت کب آئے گا اور اس وقت کی آمد کے انتظار کا اشتیاق بڑھتا ہی رہے گا

marfat.com

اے خدیجہ مجھے ان باتوں سے جو تم نے اپنے مشاہدات کے طور پر بیاں کی ہیں میسرہ کے دیکھے حالات سنائے اور راہب کی گفتگو سے آگاہ کیا تو اندازہ ہوا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پیغمبر ہوں گے اور مکہ میں اعلان نبوت کر کے مخلوق کو راہ حق دکھائیں گے اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو اس دین کی اعانت و نصرت میں جاں سے بھی دریغ نہ کروں گا

(اشعار ۵۔ ۶) اے خدیجہ آپ کو بشارت ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قوم قریش کے بہترین افراد میں سے ہوں گے اور تمام عرب ان کے حلقہ اطاعت میں ہو گا اور جو کوئی ان کا دشمن ہو گا وہ مقہور ہو گا اور جو ان کا مخالف ہو گا وہ مغلوب ہو گا وہ تمام ملکوں میں دین حق کو پھیلائیں گے اور اس دین کے سبب لوگوں کو گمراہیوں سے نکالیں گے۔

(اشعار ۷۔ ۸) اور جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرے گا وہ ظالم ہو گا اور ذلت کا شکار ہو گا۔ اور جو کوئی ان کی ساتھ موافقت کرے گا وہ دو جہان کی سعادت پائے گا اور نجات اخروی حاصل کرے گا۔ کاش! میں اس وقت تک زندہ رہتا جب کہ وہ کافروں سے جنگ کریں گے تو سب سے پہلے جو کافروں سے مقابلے کرنے کے لیے نکلتا وہ میری ذات ہو گی اگرچہ یہ بات کافروں پر شاق ہو گی لیکن جب تک جان جسم میں باقی رہتی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معاونت سے باز نہ آتا اور دشمناں اسلام کا مقابلہ کرتا یہاں تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے بارگاہ الٰہی میں رفعت و منزلت حاصل کرتا

●

بچھوروں اور کافروں کا کام اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا ہے جس کے قبضہ قدرت میں

اپنے بندوں کی منزلت بڑھانا رتبہ بلند کرنا ہے اور یہ اس کی عنایت سے ہے اور وہ رب تعالیٰ اپنے بندوں میں جس کو اعزاز عطا فرماتا ہے اس کو منصب نبوت و رسالت پر فائز کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے وہ شرک کی تہمت میں مبتلا کرتا ہے جس طرح اس نے سات آسمانوں کو بلندی عطا فرمائی اسی طرح اس نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوق میں سے اعزاز و اکرام کے لئے منتخب فرمایا اور سب پر فوقیت عطا کی۔

اشعار ۱۲۔ ۱۳۔ اے قریش کے لوگو! جب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم دین حق کا اعلان کریں اس وقت تک تم باقی رہو اور میں بھی زندہ رہوں تو میں چند ایسے کام سرانجام دوں گا کہ دوسرے لوگ فغاں و

marfat.com

فریاد کرنے لگیں گے اگر میں اس وقت تک زندہ نہ رہوں تو یہ مشیت الٰہی ہو گی اور قضاء و قدر پر کسی کا اختیار نہیں۔

واللہ یقضی بالحق۔

(۱۰)

خانہ کعبہ میں حجر اسود کی تنصیب سے قبل سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز

تعمیر خانہ کعبہ

مصنف کتاب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ رقمطراز ہیں جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پینتیس سال ہوئی اسی دوران قریش نے تعمیر کعبہ مقدسہ کی بابت سوچنا شروع کیا اس وقت عمارت کعبہ پر نہ تو چھت تھی نہ قد آور دیواریں اس لئے ان کا مشورہ یہ ہوا کہ عمارت کعبہ کو اس کی ہیئت اول پر لے آئیں اس تعمیر نو کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ خانہ کعبہ کے اندر ایک تہ خانہ کنویں کی شکل میں بنا ہوا تھا اور خانہ کعبہ پر چڑھائے جانے والے مال و دولت کو اس میں رکھا جاتا تھا (کیونکہ اس کی حفاظت بھی ہو جائے) ایک شب کچھ لوگوں نے چھپ کر اس تہ خانہ سے بہت سا مال چرا لیا تھا قریش کو اس چوری کا علم ہوا تو انہوں نے چوروں کو پکڑ کر نہ صرف مال برآمد کر لیا بلکہ چوروں کو عبرت ناک سزا بھی دی۔ اس واقعہ کے بعد یہ بات ضروری خیال کی جانے لگی کہ عمارت کعبہ کی جانب توجہ دی جائے دیواریں بلند کر کے چھت ڈالی جائے اور قدیم انداز پر لایا جائے چند دن سوچ بچار میں گزرے لیکن کوئی طریقہ کار سمجھ میں نہ آیا اور اس تعمیر نو کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ خانہ کعبہ میں جو تہ خانہ تھا اس میں سے رات کے وقت اژدھے کی شکل کی کوئی چیز باہر آتی دیواروں پر گھومتی منہ کھولتی اور جو کوئی شخص سامنے ہوتا وہ اس کے منہ میں چلا جاتا اس لئے ہر شخص حیران و پریشاں تھا کہ اس اژدھا نما چیز سے کس طرح نجات حاصل کی جائے۔ حسن اتفاق کہ ایک شب وہ اژدھا نما چیز حسب معمول باہر آئی اسی وقت آسمان سے ایک بڑا سا سفید پرندہ آیا اور اس اژدھا نما بلا کو اٹھا کر اڑ گیا۔ اس منظر کو دیکھ کر قریش کے لوگ بہت خوش ہوئے آپس میں کہنے لگے کہ یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ حق تعالیٰ ہمارے ان ارادوں پر راضی ہے کہ ہم

marfat.com

خانہ کعبہ کی تعمیر جدید کریں اسی وقت انہوں نے طے کیا کہ عمارت کی تعمیر شروع کی جائے لہٰذا انہوں نے اس کام کے لئے عطیات جمع کئے کہ پہلے تو موجودہ چار دیواری کو ختم کیا گیا پھر کام شروع ہوا تو دیوار کے ایک پتھر کو دیوار سے اکھیڑا گیا تو وہ پتھر خود بخود زمین سے اٹھ کر اپنی جگہ جا کر لگ گیا۔ اس واقعہ سے منتظمین تعمیر کو خوف پیدا ہوا اور کام روک دیا گیا۔ بعد میں مشورہ کے بعد یہ طے پایا کہ تعمیر میں غیر مشتبہ حلال مال لگایا جائے اور یہ عطیات جو تعمیر کے سلسلہ میں جمع کئے گئے ہیں شبہ سے خالی نہیں ہیں اب اگر تعمیر کرنی ہے تو ان عطیات کو واپس کر کے از سر نو عطیات وصول کئے جائیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور قدیم دیواروں کو توڑ کر جدید دیواریں تعمیر کرنا طے ہوا لیکن اب قدیم دیوار کو ہاتھ لگانے میں ہر شخص کو پس و پیش تھا اور اس مرحلہ پر چند دن گزر گئے اس موقعہ پر ولید بن مغیرہ نے کہا میں پرانی دیوار کو مسمار کرنے میں سبقت کرتا ہوں تم لوگ میرا ساتھ دینا اس پر اتفاق ہوا چنانچہ ولید نے کدال لے کر دیوار کو ڈھانا شروع کیا اور چند پتھر اکھاڑے دیئے لیکن اس کام میں کوئی اس کی مدد کو نہ آیا البتہ یہ کہنے لگے کہ ہم ایک رات انتظار کریں گے اگر کل تک ولید پر کوئی افتاد نہ پڑی تو ہم سمجھیں گے کہ اس انہدام پر اللہ تعالیٰ راضی ہے لہٰذا ہم اس کام میں مدد کریں گے اور اگر ولید پر کوئی افتاد پڑی تو ہم یہ خیال کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس عمل سے خوش نہیں ہے۔

قصہ مختصر یہ کہ دوسرے دن تک ولید محفوظ رہا اور اس پر کوئی مصیبت نہ آئی تو دوسرے دن سب لوگ ولید کا ساتھ دینے لگے اور تمام دیواریں منہدم کر دیں۔ جب عمارت کی بنیادیں دکھائی دینے لگیں تو ان میں چند سبز پتھر زبرجد کی طرح نظر آئے۔ جب ان پتھروں پر کدال مارا گیا تو سارا مکہ لرز اٹھا تو لوگوں نے کہا کہ یہ بنیادیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دست مبارک کی ہیں ان کو نہ چھیڑا جائے

حجر اسود کی تنصیب

چنانچہ انہی بنیادوں پر دیواریں اٹھائی گئیں اور ان دیواروں کی تعمیر کے لئے قریش نے چار خاندان منتخب کئے جنہوں نے اپنے حصہ کا کام مکمل کیا لیکن جب حجر اسود کے گوشہ کی دیوار بنی اور تنصیب حجر اسود کا مرحلہ آیا تو آپس میں حجر اسود کو نصب کرنے پر جھگڑا کھڑا ہو گیا ہر گروہ کی خواہش یہ تھی کہ حجر اسود کی تنصیب کا اعزاز اس کو ملے اس مرحلہ پر جھگڑا اتنا بڑھا کہ قتل و غارت تک بات پہنچنے والی تھی کہ چند معمر و مدبر لوگوں نے درمیاں میں پڑ کر لوگوں سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے گھر کی تعمیر میں جھگڑا کرنا مناسب نہیں

marfat.com

مناسب یہ ہو گا کہ کل صبح جو شخص احاطہ کعبہ میں سب سے پہلے داخل ہو اس کے فیصلہ پر عمل کیا جائے چنانچہ اس تجویز پر سب نے اتفاق کیا اور چند آدمی نگرانی کے لئے بیٹھ گئے حسن اتفاق کہ دوسرے دن صبح کے وقت جو شخصیت سب سے پہلے خانہ کعبہ کے احاطہ میں داخل ہوئی وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تھی۔ آپ کو دیکھ کر حاضرین نے داد و تحسین کے نعرے بلند کئے اور بیساختہ پکار اٹھے "جاء الامین" یعنی محمد امین (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لے آئے اس دور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو "صادق و امین" کے لقب سے پکارا جاتا تھا جب آپ مسجد حرام میں تشریف لائے تو حاضرین نے معاملہ آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے فرمایا ایک چادر لائی جائے جب چادر آئی تو آپ نے حجر اسود کو اٹھا کر اس پر رکھ دیا اس کے بعد قریش کے چاروں گروہوں سے فرمایا کہ تم اپنے گروہوں سے ایک ایک نمائندہ منتخب کر لو تاکہ وہ اس چادر کو اٹھانے میں تمہاری نمائندگی کرے چنانچہ یہ نمائندے چادر کو اٹھا کر اس جگہ لائے جہاں حجر اسود نصب کیا جاتا تھا جب چادر کو اس جگہ رکھا گیا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کو اٹھا کر دیوار میں اس کی جگہ نصب کر دیا۔ آپ کے اس فیصلہ سے تمام فریق خوش اور مطمئن ہو گئے اور یہ جھگڑا ختم ہونے پر تعمیر کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو کر اختتام تک پہنچا

دوران تعمیر کعبہ مخطوطہ کی دریافت

کہا جاتا ہے کہ جب خانہ کعبہ کی دیواریں منہدم کی جا رہی تھیں اسی دوران ایک گوشہ دیوار سے ایک مخطوطہ (کتبہ) ملا جس میں چند سطریں سریانی زبان میں لکھی ہوئی تھیں چنانچہ اس تحریر کو پڑھنے کے لئے ایک یہودی کو بلایا گیا اس نے پڑھ کر بتایا کہ اس مخطوطہ میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے

"میں مکہ کا پروردگار ہوں میں نے مکہ کو اسی دن بنایا جس دن تمام عالم کی تخلیق کی آسمان و زمین بنائے دنیا کے لئے آفتاب و ماہتاب سجائے اور مکہ کے گرداگرد کی حفاظت کے لئے سات فرشتے مقرر کئے تاکہ کوئی دشمن مکہ کو خراب نہ کر سکے دشمن اس پر قابض نہ ہو سکیں"

کہا جاتا ہے کہ مقام ابراہیم (علیہ السلام) سے بھی ایک مخطوطہ (کتبہ) ملا جس میں یہ لکھا تھا "یہ مکہ مکرمہ کی سرزمین ہے جہاں خانہ خدا ہے خطہ زمین کے تین سمتوں سے یہاں سالہا سال خوراک آئے گا (یعنی شام۔ مصر۔ اور یمن سے) اور جو خطہ حرم میں داخل ہو گا اس کو بغیر احرام کے داخلہ حرام ہے"

اس کے علاوہ بھی ایک مخطوطہ (کتبہ) ملا تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے چالیس

marfat.com

سال قبل کا تھا اس میں تحریر تھا" جو شخص بھلائی کی تخم کاری کرے گا اس کا پھل کھائے گا اور جو شخص برائی کی کاشت کرے گا وہ ندامت حاصل کرے گا۔ رب تعالیٰ ذلت سے محفوظ فرمائے"

(۱۱)

بعثت نبوی علیہ التحیتہ والثنا کے بارے میں راہبوں کے تاثرات

(اس باب میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور ان لوگوں کے بارے میں کہا جائے گا جنہوں نے بعثت نبوی سے قبل راہ ہدایت اختیار کی اور بت پرستی ترک کردی تھی اور اس باب میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ قبل از اعلان نبوت بیان ہو گی)

غیب کی خبریں اور کاہن

جب نزول وحی کا زمانہ قریب آیا اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال ہونے والی تھی علامات نبوت ظاہر ہونے لگیں اور دلائل نبوت آشکارا ہونے لگے تھے۔ عرب کے کاہن۔ عیسائی راہب۔ اور یہودی احبار جو ان دلائل کا علم رکھتے تھے اور علامتوں سے واقف تھے وہ بعثت نبوی کی اطلاع دیتے اور ظہور رسالت سے آگاہ کرتے رہے تھے یہود و نصاریٰ کے عالموں کو ان علامتوں سے واقفیت تورات و انجیل سے ہوئی تھی البتہ عرب کے کاہنوں کو یہ اطلاعات شیاطین کے ذریعے سے ملتی تھیں کیونکہ شیاطین ہر رات آسمانوں پر جاتے اور فرشتوں سے غیب کی خبریں سن کر آتے اور کاہنوں کو آگاہ کیا کرتے تھے جو یہ خبریں لوگوں کو بتایا کرتے تھے بعثت نبوی سے پہلے جنات کو آسمانوں پر جانے کی آزادی حاصل تھی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد یہ آزادی سلب ہو گئی اور اس کی وجہ بتائی گئی ہے کہ اجنہ کی آمدورفت اور اطلاعات کی وجہ سے ملتبس نہ ہو جائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کوئی غیب کی خبریں نہ بتا سکے اور یہ بات معجزات نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم میں شمار ہوتی ہے کہ کسی نبی کے دور میں سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجنہ کے آسمانوں پر پابندی عائد نہیں ہوئی تھی ارشاد باری ہے **انهم عن السمع لمعزولون** (شعراء آیت ۲۱۲) یعنی ان اجنہ (شیاطین) کو اس کے (فرشتوں کے کلام کو) کے سننے سے محروم کردیا گیا ہے سورہ حجر کی آیت ۱۷ و ۱۸ میں فرمایا گیا **وحفظنها من كل شيطن الرجيم ○ الا من استرق السمع فاتبعه شهاب مبين** ○ اور ہم نے محفوظ کر دیا ہے ہر راندے

marfat.com

ہوئے شیطان سے اور اگر کوئی چوری چھپے سن لے تو اس صورت ایک روشن شعلہ اس کا تعاقب کرتا ہے

ستارہ کا ٹوٹنا یا شہاب ثاقب

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ کچھ لوگ بارگاہ نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نصرانی سے دریافت فرمایا جب آسمان میں کوئی ستارہ ٹوٹتا ہے اس وقت تم کیا سمجھتے ہو تو اس نصرانی نے کہا کہ ستارے کا ٹوٹنا اس بات کی دلیل ہوتا ہے کہ یا تو کوئی بادشاہ مرا ہے یا کوئی تخت نشین ہوا ہے یا کوئی متولد ہوا ہے یا کوئی متولد مرا ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اس بات کو رد کر کے فرمایا ایسا نہیں ہے بلکہ اس کا سبب یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ اپنی مخلوق کے لئے خطہ زمین پر کوئی حکم فرمانا چاہتا ہے تو پہلے عرش کے حاملین کو اس امر سے مطلع فرماتا ہے وہ تسبیح و تہلیل میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ حاملان عرش کی عبادت دریافت کی آوازیں سن کر ساتویں آسمان کے فرشتے تسبیح و تہلیل میں مشغول ہوتے ہیں۔ ان کی صداؤں کو چھٹے آسمان کے فرشتے سنتے ہیں اور تسبیح و تہلیل کرتے ہیں اور یہ سلسلہ آسمان دنیا تک آتا ہے وہ بھی تسبیح و تہلیل میں مشغول ہو جاتے ہیں لیکن جب تسبیح و تہلیل سے فارغ ہوتے ہیں تو آپس میں معلوم کرتے ہیں کہ یہ تسبیح و تہلیل کس لئے تھی تو پتہ چلتا ہے کہ اس کا سبب کسی کو معلوم نہیں آسمان دوم کے فرشتوں سے معلوم کیا جائے جب ان سے پتہ کیا جاتا ہے تو انہیں بھی معلوم نہیں ہوتا وہ کہتے ہیں کہ تیسرے آسمان والوں سے معلوم کیا جائے اس طرح معلومات کے حصول کا یہ سلسلہ ساتویں آسمان تک پہنچتا ہے تو حاملان عرش سے معلوم کیا جاتا ہے تو وہ بتاتے ہیں کہ ہم تسبیح و تہلیل میں اس لئے مشغول ہوئے کہ رب کریم روئے زمین کے فلاں بندہ پر فلاں دن یہ حکم نازل فرمائے گا۔ اس طرح تمام آسمانوں کے فرشتے دوسرے آسمانوں کے فرشتوں کو اس امر سے آگاہ کرتے ہیں۔ جب یہ خبر آسمان دنیا تک آتی تو دیو (اجنہ) وہاں سے سن کر کاہنوں کے سامنے نقل کرتے تھے اور یہ کاہن اس خبر کو لوگوں کو سناتے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن میری بعثت اور اعلان نبوت کے بعد ان اجنہ کا آسمان دنیا پر جانا بند کر دیا گیا اور آسمان ان سے محجوب کر دیا گیا ہے اور ستاروں کو شہاب ثاقب کی طرح کر دیا گیا اب اجنہ (جنات) جب بھی آسمانوں کا قصد کرتے ہیں تو شہاب ثاقب ٹوٹتے ہیں اور ان اجنہ کو جلا کر خاکستر کر دیتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے عرب میں کہانت کا سلسلہ ختم ہو گیا اب اگر کاہن کوئی (غیبی) بات کہتا ہے تو وہ غلط ہے اور اسکو نہ سنا جائے ●

marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی روایت کرتے ہیں جب اجنہ کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا اور وہ آسمان جانے سے معزول و محجوب ہو گئے تو انہیں یہ پتہ چلا کہ ان کی معزولی بعثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہوئی ہے لہٰذا اجنہ کے سربراہ حضرات کی ایک جماعت خدمت نبوی میں حاضر ہوئی اور مشرف بہ اسلام ہوئے اور اپنے علاقہ میں جا کر اپنی قوم کو بھی اسلام کی دعوت دی جس کی منظر کشی قرآن کریم کی اس آیت میں کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نہایت رحمت والے اور بے حد رحم فرمانے والے کے نام سے اے نبی مکرم آپ فرما دیں کہ میری طرف وحی الٰہی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے مجھ سے قرآن کریم کی تلاوت توجہ سے سنی تو انہوں نے اپنی قوم والوں سے کہا کہ بیشک ہم نے ایک عجیب کلام (قرآن کریم) سنا جو سیدھی راہ کی جانب ہدایت کرتا ہے ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے (سورہ جن) سورہ احقاف کی آیات ۲۹ تا ۳۱ میں فرمایا گیا

"اور اے حبیب یاد فرمائیں جب ہم جنات کی ایک جماعت کو پھیر لائے جو قرآن کریم کی تلاوت غور سے سنتے ہوئے جب وہ حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا خاموش رہو جب قرآن کریم کی تلاوت ختم ہوئی تو وہ (اجنہ) اپنی قوم کی جانب ڈر سناتے ہوئے واپس ہوئے اور انہوں نے اپنی قوم والوں سے کہا بے شک ہم نے ایک کتاب کو سنا جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد اس طرح نازل ہوئی جو اس پہلے نازل ہونے والی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور جو حق اور سیدھی راہ کی طرف رہبری کرتی ہے اور اے قوم والو اللہ کی جانب بلانے والے کی بات مان لو اور اس پر ایمان لاؤ (جس کے نتیجہ میں) اللہ تعالیٰ گناہوں کی بخشش فرمائے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دے گا۔"

عرب کے کاہن پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو کچھ اجنہ (جنات) سے سنتے تھے اس کو اہل عرب کے سامنے نقل کر دیتے تھے۔ عرب والے ان باتوں کو سنتے لیکن یقین نہیں کرتے تھے کہ ایسا وقوع پذیر ہو گا لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ نے اعلان نبوت فرمایا اس وقت انہیں احساس ہوا کہ کاہنوں نے ہم سے درست کہا تھا۔

یمن کا کاہن اور بعثت نبوی

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ مصنف کتاب فرماتے ہیں ایام جاہلیت میں یمن میں ایک مشہور کاہن تھا

marfat.com

جس کے پاس مصیبت و اذیت کے وقت جا کر اپنی حاجت روائی کرتے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا اور آپ کی تبلیغی صدائیں لوگوں کے کانوں میں پہنچیں تو یمن کے لوگ اس کاہن کے پاس گئے جو پہاڑ کے ایک غار میں رہتا تھا اور غار سے باہر نہ آتا تھا لوگوں نے اس سے کہا تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہتے ہو جنہوں نے مکہ میں اعلان نبوت کیا ہے جب اس نے یہ بات سنی تو غار سے نکلا پہاڑ سے اترا جو کمان وہ اپنے ہاتھ مین رکھتا تھا اس پر ٹیک لگائی اور آسمان کی جانب سر اٹھا کر کچھ بڑ بڑانے لگا لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا لوگو! اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مخلوق میں بڑا مرتبہ عطا کیا ہے اور انہیں منصب رسالت پر فائز کیا ہے ان کے قلب کو حقد و حسد سے پاک کیا ہے اور ان کے قلب کو نور معرفت سے لبریز کیا ہے اور لوگو میں ان کی مخالفت کرنے والے کم ہی ہوں گے۔ یہ کہہ کر کاہن بھاگا اور پہاڑ کی جانب چلا گیا۔ اور لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو گیا۔

فاروق اعظم کی مومنانہ بصیرت

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک شخص مسجد نبوی میں آیا امیرالمومنین اس وقت مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو دیکھا تو فرمایا یہ شخص مسلمان نہیں یہ تو کاہن ہو سکتا ہے آپ نے اس شخص سے فرمایا کیا تم نے اسلام قبول کیا ہے اس شخص نے کہا ہاں میں نے اسلام قبول کیا ہے حضرت عمر نے فرمایا اسلام لانے سے پہلے تم کہانت کرتے تھے اور کاہن تھے یہ سن کر وہ شخص شرمندہ اور رنجیدہ ہوا اور اس نے کہا امیرالمومنین لوگوں کو رنجیدہ اور شرمسار کرنا آپ کی عادت تو نہیں ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا یہ رنجیدہ ہونے کی بات نہیں کیونکہ اسلام لانے سے پہلے ہم بھی بت پرستی میں مبتلا تھے یہ بات سن کر وہ شخص مطمئن ہو گیا اور کہا امیرالمومنین آپ نے درست فرمایا۔ اسلام لانے سے پہلے میں کہانت کرتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو فرمایا یہ بتاؤ کہ بعثت نبوی کے موقع پر جو جن تیرے تابع تھا اس نے تجھ سے کیا کہا تھا؟ اس کاہن نے کہا کہ اسلام لانے سے پہلے میں ایک دن تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ میرا تابع جن آیا اور اس نے یہ رجز پڑھا (جس کے معنی یہ ہیں)

مجھے اس دیو (جن) پر تعجب ہے جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو یہ (اجنہ) اپنے معاملات میں ناامید ہوئے تو وہ تیاری کر کے اسلام کی جستجو میں مصروف ہوئے جب انہیں یہ پتہ چلا کہ دین

marfat.com

محمدی حق ہے تو انہوں نے مکہ جا کر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا ارادہ کیا اور اسلام قبول کیا اسلامی معاشرہ میں اپنی منزل متعین کی کیونکہ کافر کبھی مسلمان کے مرتبہ کے برابر نہیں ہوتا۔ نہ تو درجہ میں نہ فضیلت نہ شرف و منزلت میں۔ اب اٹھو اور آل ہاشم کے بزرگوں کے درمیان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تلاش کرو کیونکہ وہ اللہ کے رسول ہیں دنیا و آخرت میں سب سے برتر و بہتر ہیں۔ ان پر ایمان لے آو اس شخص کا بیان ہے کہ جب میرے تابع جن نے مجھے یہ باتیں بتائیں تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اسلام قبول کیا۔

حضرت عمر کے اسلام لانے کا واقعہ

جب اس نے یہ بات سنائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے سچ کہا ہے اب میں تجھے اپنے اسلام کے بارے میں بتاؤں کہ میں اسلام لانے سے تقریباً" ایک ماہ پیشتر قریش کی ایک جماعت کے ساتھ اپنی قوم کے ایک بت کے سامنے کھڑا تھا اس وقت ہم نے بت پر ایک گائے کا بچھڑا بھینٹ (قربان) کیا تھا اور یہ سوچ رہے تھے کہ اس کا ایک ایک ٹکڑا آپس میں تقسیم کریں کے ناگہاں ہم نے ایک آواز جو گائے کے بچے کے پیٹ سے بلند ہوئی سنی تھی وہ الفاظ اس طرح تھے " اے ذریح یہ خوش بختی کی بات ہے کہ ایک شخص فصیح زبان میں پکار رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے " عربی زبان میں ذریح نر اونٹوں کے گلے کو کہتے ہیں اہل عرب جب کسی کو بہادری اور مردانگی کے لقب سے نوازتے تھے تو اس کو ذریح کہتے تھے۔ اس گوسالہ نے ذریح کے لقب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کیا تھا اور یہ کہا تھا اے عمر پسندیدہ کام بہت ہی اچھا ہوتا ہے اگر تم بت پرستی ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرو اور علی الاعلان مخلصانہ انداز میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرو تو کتنا اچھا ہو۔ حضرت عمر نے فرمایا اسی وقت سے میرے دل میں اسلام کی لگن پیدا ہوئی اور جو دن نکلتا میرے دل میں عجب کیفیات ہوتیں میرا رجحان اسلام کی جانب بڑھتا گیا یہاں تک کہ میں نے اسلام قبول کیا (مصنف کتاب ابن اسحاق کہتے ہیں) کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامتوں میں سے ہے کہ دور جاہلیت میں چوپائے نے حضرت عمر سے گفتگو کی

marfat.com

بعثت نبوی کے بارے میں یہود کی پیشگوئیاں

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ مصنف کتاب رقمطراز ہیں کہ ماسبق صفحات میں بعثت نبوی کے بارے میں کاہنوں کے اقوال ذکر کئے گئے اب اس تذکرہ کے بعد یہودی احبار کے ان اقوال کی طرف رجوع کرتے ہیں جو بعثت نبوی کے بارے میں منقول ہیں۔

بعثت نبوی سے پہلے عرب معاشرہ کی حالت

جاہلیت کے دور میں عرب کے چند قبائل اور یہودیوں کے درمیان سخت دشمنی تھی اور دونوں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے یہودی ان عرب قبائل سے کہتے تھے ہمیں کتاب مقدس تورات سے معلوم ہوا ہے کہ پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم عنقریب ظاہر ہونے والے ہیں ہم ان کی متابعت کریں گے اور تمہیں قوم عاد و ارم کے لوگوں کی طرح قتل کریں گے اس کے علاوہ عربوں اور یہودیوں کے درمیان جب جنگ ہوتی اور دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوتے تو یہودی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے تھے اور نصرت و فتح کے لئے بارگاہ الٰہی میں رجوع ہوتے تھے۔ اور دشمنوں کے مقابلہ میں فتح کے لئے ان الفاظ میں دعا کرتے تھے " خداوندا ہم تجھ سے اس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے واسطے سے دعا کرتے ہیں جن کی بعثت کا تو نے آخر زمانہ میں وعدہ فرمایا ہے اب ان کے وسیلہ سے ہمیں دشمنوں پر فتح عطا فرما" اس دعا کی برکت اور اس واسطہ اور وسیلہ سے اللہ تعالیٰ دشمنوں پر فتح و نصرت سے ہمکنار فرماتا تھا۔

یہود کی فطری جبلت اور اسلام سے سرکشی

بعثت نبوی سے پہلے قبائل عرب یہودیوں سے سخت عداوت رکھتے تھے اور وہ یہودیوں سے آپ کی تشریف آوری کے بارے میں سنتے رہے تھے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا اور دین اسلام کی جانب لوگوں کو متوجہ کیا تو ان قبائل نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا یہ دیکھ کر یہودی آتش حسد میں جل اٹھے اور اپنی فطری بدبختی کی وجہ سے اسلام قبول نہ کیا۔ اس موقعہ پر رب تعالیٰ نے فرمایا دور جاہلیت میں تو ہمارے پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ وابستگی اور ایمان کا اظہار کرتے تھے لیکن جب اعلان اسلام ہوا تو اس کا اتباع کرنے کی بجائے اس دین کی تکذیب کی سورہ بقر کی آیت ۸۹ میں اللہ

marfat.com

تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کا اظہار فرمایا۔ آیت کے ترجمہ کا خلاصہ یہ ہے
"جب ان کے پاس ایسی کتاب آئی جو سابقہ کتب سماوی کی تصدیق کرتی ہے اور یہ (یہودی) بعثت نبوی سے قبل ان کے واسطہ اور وسیلے سے کافروں کے مقابلہ کے موقع پر فتح حاصل کرنے کے لئے دعائیں کیا کرتے تھے لیکن جب وہ نبی ان میں تشریف لائے تو ان کو جاننے کے باوجود ان کو پہچاننے سے انکار کیا اور کفر کا ارتکاب کیا (ایسے) کافروں پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے لعنت ہے"

مصنف کتاب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ بدری صحابی مسلمہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی زبانی یہ واقعہ نقل کرتے ہیں میرے قبیلہ بنو عبدالاشہل میں ایک یہودی متجر (عالم) تھا جو تورات و انجیل پر کامل عبور رکھتا تھا وہ قبیلہ کے لوگوں میں تبلیغ کرتا جنت کی بشارت دیتا اور دوزخ سے ڈراتا رہتا تھا۔ لوگ اس کی باتیں سن کر تعجب کرتے اور کہا کرتے ایسا ہونا کیونکر ممکن ہے اور کس طرح وقوع پذیر ہو سکتا ہے کہ قبر میں جب ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اس کے بعد ہم قبر سے اٹھیں گے اور ہم سے اعمال کا حساب ہو گا جنت و دوزخ کو ہمارے راستہ میں رکھا جائے گا۔ ان کی باتیں سن کر یہ یہودی عالم قسمیں کھا کر کہتا کہ اس کی باتیں درست ہیں جنت و دوزخ حق ہیں اس عالم کی بات سن کر لوگ کہتے ہم تیری بات کا اس وقت یقین کریں گے جب ہمیں ان باتوں کا مشاہدہ کرا دے جو تو ہمیں بتاتا ہے اس کے جواب میں یہودی عالم نے کہا اس کا ثبوت یہ ہے کہ عنقریب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوں گے وہ مکہ میں اعلان نبوت فرما کر مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت کریں گے لوگوں نے دریافت کیا کہ ہمیں ان کو پانے کا موقع ملے گا مسلمہ بن سلام کہتے ہیں کہ اس نے میری جانب اشارہ کر کے کہا تم میں اگر کوئی شخص ان کو پانے والا ہے تو وہ یہ ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس مجمع میں سب سے کم عمر میں ہی تھا۔ اور جیسا کہ اس یہودی عالم نے اشارہ کیا تھا مجھے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی اور میں مشرف بہ اسلام ہوا۔ اس وقت تک وہ یہودی عالم زندہ تھا لیکن وہ اپنی بدبختی اور شقاوت کی وجہ سے ایمان نہ لا سکا۔ میں جب بھی اس کو دیکھتا تو اس سے کہتا اے شخص تو وہی ہے جس نے مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور بعثت کے بارے میں بتایا تھا تو ہمیں ان کی حقانیت کی بابت بتاتا تھا اور انہیں نبی برحق سمجھتا تھا۔ اب کیا بات ہے کہ تو ان پر ایمان نہ لایا۔ تو اس نے کہا کہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر ایمان لاؤں گا وہ یہ کہتا تو تھا لیکن (دور نبوی سے مشرف ہونے کے باوجود) ایمان نہ لایا اور کفر پر قائم رہا۔"

marfat.com

ابن ہیبان یہودی کی وصیت

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ مصنف کتاب کہتے ہیں کہ یہود کے قبیلہ بنو قریظہ کی شاخ ھذیل کو معاشرہ میں اہم مقام حاصل تھا اس قبیلہ میں ایک شخص ابن ھیبان آکر شامل ہو گیا تھا یہ تورات کا عالم بڑا زاہد اور صاحب کرامت تھا۔ خشک سالی کے موقع پر بنو قریظہ کے ساتھ باراں رحمت کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعا کرتا تو رب تعالیٰ اس کی دعا کی برکت سے بارش نازل کرتا۔ اپنے آخری وقت میں ابن الھیبان نے بنو قریظہ کے لوگوں سے کہا "لوگو! تم جانتے ہو کہ میں نے کیوں شام کی نعمتوں کو چھوڑ کر سرزمین حجاز کی بھوک اور سختی کی زندگی کو ترجیح دی ؟ لوگوں نے کہا بتاؤ کیا سبب تھا تو ابن الھیبان نے کہا مجھے تورات کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوا تھا کہ اس دور میں ایک پیغمبر مکہ مکرمہ میں اعلان نبوت کریں گے اور لوگوں کو دین ابراھیمی کی جانب دعوت دیں گے میں یہاں اس لئے آیا تھا اگر ان کا دور نبوت نصیب ہو جاتا تو بقیہ عمران کی خدمت میں گزار دیتا لیکن میری تمنا پوری نہ ہوئی اب موت کا وقت قریب معلوم ہو رہا ہے لہٰذا میں تم کو وصیت کرتا ہوں اگر تم ان کا عہد نبوت پاؤ تو بلا توقف ان کی متابعت قبول کرنا اور ان کے دین کے ساتھ وابستہ ہو جانا۔ اور جو کوئی ان کی مخالفت کرے گا اس کے جان و مال کی عصمت باقی نہ رہے گی جان محفوظ رہے گی نہ مال۔ اس گفتگو کے بعد اس نے زور دار الفاظ میں اپنی وصیت پر عمل کرنے پر زور دیا اور کہا بنو قریظہ کے لوگو اس نبی برحق (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قرب حاصل کرو اور ان کی مخالفت میں پیش قدمی نہ کرو کیونکہ ان کی مخالفت میں دین اور دنیا دونوں کا خسارہ ہے اور حال و مستقبل کے فوائد ان کی موافقت میں مضمر ہیں۔ اس وصیت کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و منقبت کہتا ہوا اس دنیا سے رخصت ہوا

بنو ھذیل میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد

مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنو قریظہ کے محاصرہ کے لئے گئے اور بنو قریظہ کی شاخ بنو ھذیل کے ان سربرآوردہ لوگوں نے جنہوں نے ابن الھیبان کی وصیت سنی تھی جب قلعہ کی فصیل سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا تو قبیلہ کے لوگوں سے کہا کہ یہ وہی پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں جن کے بارے میں ابن الھیبان نے تمہیں وصیت کی تھی کہ ان پر ایمان لانا اور ان کا اتباع کرنا۔ ہم تو اب جا کر ان پر ایمان لائیں گے اور ان کا اتباع کریں گے اپنے بارے میں تم خود

marfat.com

فیصلہ کرو۔

بنو ھذیل کا ایمان

اس گفتگو کے بعد بنو ھذیل کے لوگ خدمت نبوی میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے لیکن بنو قریظہ کے لوگوں نے سرکشی اختیار کی اور ایمان نہ لائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ سخت کیا اور ان کی سرکشی کے سبب انہیں قتل کیا۔

جو قتل ہونے سے بچ گئے انہوں نے جزیہ دینا منظور کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ھذیل کے مسلمانوں کو ان پر حاکم مقرر فرمایا مصنف محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس مرحلہ پر یہود کے احبار کے اقوال بعثت نبوی کے بارے میں تمام کو پہنچے اب نصاریٰ کے راہبوں کے ان اقوال کو نقل کیا جائے گا جو بعثت نبوی کے بارے میں منقول ہیں۔ اس کے علاوہ جناب سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور قریش کے ان لوگوں کے بارے میں کہا جائے گا جو اعلان نبوت سے پہلے بت پرستی ترک کر کے راہ راست پر آگئے تھے

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی سرگزشت

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے جناب سلمان فارسی کی سرگزشت ان ہی کے الفاظ میں نقل کی ہے۔ میرا تعلق ایران کے شہر اصفہان کے ایک گاؤں جیٔ سے ہے میرے والد بڑے زمیندار تھے مال و دولت کے علاوہ کثیر سازوسامان کے مالک تھے وہ مجھ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے انہیں میرا نظروں سے اوجھل ہونا کسی طرح بھی گوارا نہ تھا۔ میرے گھر سے باہر نکلنے پر پابندی تھی وہ مجھ سے کسی کام کے لئے نہ کہتے تھے۔ مذہبی اعتبار سے ہم مجوسی تھے اور آتش پرستی کرتے تھے۔ لیکن میرا رجحان مذہب کی جانب کچھ زیادہ ہی تھا۔ میں آتش پرستی میں حد سے بڑھا ہوا تھا کثرت سے آگ کو پوجتا اور سجدے کیا کرتا تھا۔ میرے والد کا پیشہ کاشتکاری تھا وہ روزانہ کھیتوں اور باغ کی جانب جاتے اور اس کی نگرانی کرتے تھے ایک دن کسی ضروری مشغولیت کی وجہ سے ان کا کھیتوں پر جانا ممکن نہ ہوا تو انہوں نے مجھ سے کہا جان پدر میں اپنی مجبوری کی وجہ سے کھیتوں اور باغ کی جانب نہیں جا سکتا لہٰذا تم آج نگرانی کے لئے چلے جاؤ لیکن جلد واپس آجانا کیوں کہ اگر میں تھوڑی دیر تمہیں نہ دیکھوں تو بے چین ہو

marfat.com

جاتا ہوں چنانچہ والد کے حکم کے مطابق میں کھیتوں کی طرف چلا راستہ میں ایک کلیسا پڑتا تھا وہاں سے شور و غل کی آوازیں سنیں تو میرے دل میں اندر جا کر تفتیش احوال کا شوق بیدار ہوا چنانچہ میں خود پر قابو نہ رکھ سکا اور گرجا کے اندر چلا گیا وہاں جا کر میں نے دیکھا کچھ لوگ انجیل کی تلاوت کر رہے ہیں کچھ الحاح وزاری میں مشغول ہیں بعض عبادت کر رہے ہیں مجھے ان کے یہ انداز اچھے معلوم ہوئے اور ایسی عجیب کیفیت طاری ہوئی کہ میں والد کا حکم اور کھیتوں کے کام کو بھول گیا میں ان لوگوں کے پاس بیٹھ گیا اور ان سے معلوم کیا تمہارا دین کونسا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کے اتباع کرتے ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ اس دین کے ماننے والے کہاں زیادہ ہیں؟ تو مجھے بتایا گیا ملک شام میں۔ اس وقت میرے دل میں دین عیسوی کی بابت معلومات کا شوق پیدا ہوا اور اپنے دین آتش پرستی کا جذبہ دل میں کم ہو گیا۔ میں ان لوگوں کے پاس شام تک بیٹھا رہا۔ ادھر میں گرجا میں بیٹھا ہوا تھا ادھر دیر ہونے کی وجہ سے میرے والد نے میری تلاش میں ہر طرف ہرکارے روانہ کئے تھے۔ جب شام گزار کر میں گھر پہنچا تو میرے والد مجھ سے لپٹ گئے میرے منہ اور پیشانی کے بوسے لئے اور کہنے لگے بیٹا تم اتنی دیر سے کیوں آئے میں تو تمہاری جدائی سے پریشان ہو گیا تھا جناب سلمان فرماتے ہیں میں نے اپنے والد سے کہا بابا جان! راستہ میں جب کلیسا آیا اور اس میں سے آنے والی آوازوں کو سنا تو وہ آوازیں مجھے بھلی معلوم ہوئی میں کلیسا میں چلا گیا وہاں جا کر جو منظر دیکھا تو دین مسیحی مجھے بہت بھلایا اور ان کا انداز عبادت مجھے بہت اچھا معلوم ہوا تو میں ان کے پاس اب تک بیٹھا رہا۔ میری زبان سے یہ باتیں سن کر میرے والد کو بہت تعجب ہوا اور انہوں نے مجھ سے کہا بیٹا اپنے دین پر قائم رہو کیونکہ تمہارا مذہب نصرانیوں کے مذہب سے بہتر ہے اور نصرانی مذہب میں کوئی بہتری نہیں ہے والد کی بات سن کر میں نے کہا خدا کی قسم ان کا مذہب بہتر ہے ہمارے مذہب میں کوئی خوبی نہیں ہے۔ میرے والد نے جب یہ محسوس کیا کہ میرے دل میں عیسائیت کی محبت راسخ ہو چکی ہے اور میں اپنے والد کی بات نہ مانوں گا اور ممکن ہے کہ گھر سے بھاگ جاؤں لہذا وہ وہاں سے اٹھے اور باہر جا کر ایک بیڑی لا کر میرے پیر میں ڈال دی اور مجھے گھر میں قید کر دیا تاکہ میں گھر سے باہر نہ نکل سکوں۔

میں نے اپنے والد سے پوشیدہ کسی ذریعہ سے عیسائیوں سے کہلوایا کہ جب شام کی جانب کوئی قافلہ جانے والا ہو تو مجھے اطلاع کرا دیں حسن اتفاق چند دن بعد پتہ چلا کہ ایک قافلہ شام جانے والا ہے چنانچہ میں

marfat.com

نے کسی طرح اس قید سے رہائی حاصل کی اور گھر سے نکل کر شام جانے والے قافلہ میں شامل ہو گیا۔
جب قافلہ کے ساتھ شام پہنچا تو معلوم کیا کہ یہاں عیسائیت کا سب سے بڑا عالم کون ہے ؟ مجھے ایک راہب
کے بارے میں بتایا گیا جو ایک کلیسا کا سربراہ تھا۔ میں نے اس کے پاس جا کر اپنی سرگزشت سنائی اور اس
کے پاس رہنے لگا میں یہاں دین عیسوی کی تعلیمات سے آگاہی حاصل کرتا رہا اور گرجا کی خدمت بھی کرتا
رہا لیکن مجھے اس راہب کی ادائیں پسند نہ آئیں وہ شخص انتہائی ریا کار تھا۔ وہ بظاہر پارسائی کا اظہار کرتا
لوگوں کو صدقات و خیرات کی جانب متوجہ کرتا۔ جب لوگ اس کے پاس صدقات و خیرات لے کر آتے تو
ان کو مستحقین اور کلیسا پر خرچ کرنے کی بجائے جمع کرتا رہتا جتنی مدت میں اس کے پاس رہا اس عرصہ میں
اس نے سات ڈھیر مال و دولت کے جمع کر لئے تھے۔ جب وہ مرا تو عیسائیوں نے جمع ہو کر اس کو اعزاز و
اکرام کے ساتھ دفن کرنا چاہا تو میں نے لوگوں کو بتایا کہ یہ شخص اعزاز و اکرام کا مستحق نہ تھا اور اس کی
حرکتوں سے لوگوں کو آگاہ کیا کہ سات ڈھیر مال و دولت کے جمع کر کے چھوڑ گیا ہے چنانچہ لوگوں نے اس مال
و زر پر قبضہ کیا اور اس کو فقیروں اور کلیسا پر تقسیم کیا اس واقعہ کی وجہ سے اس راہب سے لوگوں میں
شدید نفرت پیدا ہوئی اور اس کی لاش کو سولی پر چڑھا کر سنگسار کر دیا۔ اور اس کی جگہ ایک اور راہب کو
مقرر کیا گیا یہ شخص انتہائی نیک اور متدین تھا۔ عادت و خصلت کے لحاظ سے بھی ایک مثال تھا چنانچہ میری
اس سے خوب نبھی اور میں نے اس سے بہت کچھ سیکھا اور عرصہ تک اس کے ساتھ رہا مرتے وقت اس
نے مجھے وصیت کی کہ میں موصل میں فلاں راہب کے پاس چلا جاؤں جو انتہائی نیک شخص ہے چنانچہ میں
وہاں سے موصل آ گیا اور اس راہب سے مل کر اس کو حالات اور اس راہب کی وصیت کے بارے میں
بتایا تو وہ مجھے رکھنے پر راضی ہو گیا اور یہاں بھی میں کافی عرصہ تک رہا یہ شخص بھی نہایت متدین اور ذی
علم تھا اور انجیل مقدس پر دست گاہ کامل رکھتا تھا۔ میں نے اس سے بہت استفادہ کیا۔ جب اس کا وقت
آخر ہوا تو اس نے مجھ سے کہا کہ اب تم نصیبین کے مقام پر جا کر فلاں راہب سے استفادہ کرنا۔ چنانچہ اس
کے مرنے کے بعد میں نے نصیبین کے مقام پر آ کر اس راہب کی خدمت میں حاضری دی اور اس سے
کسب فیض کرتا رہا لیکن جب اس راہب کا بھی وقت آخر آیا تو اس نے مجھے روم کے مقام "عموریہ" میں
ایک راہب کے پاس جانے کے لئے کہا۔ چنانچہ اس کے مرنے کے بعد میں عموریہ آیا یہاں جس راہب
سے میرا واسطہ ہوا۔ وہ بھی زبردست عالم اور انتہائی متدین اور نیک شخصیت تھا میں نے اس سے بہت کچھ
سیکھا یہ انجیل کا بے مثل عالم اور معاشرہ میں اعلیٰ مقام رکھتا تھا۔ جب اس کا وقت آخر ہوا تو میں نے اس

marfat.com

سے کہا اپنے بعد تم مجھے کس راہب کے پاس جانے کی ہدایت کرتے ہو تو اس نے کہا صاحبزادے! نبی آخرالزماں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ڈنکا بجنے کا وقت قریب آگیا ہے ان کے دین کا پرچم بلند ہو گا ان کی شریعت اور ان کے دین کا دستر خوان بچھے گا۔ تم ان کی خدمت میں حاضری دو کیونکہ اپنے کام کی اصلاح ان کے ذریعہ حاصل کرو گے اس ذات اقدس پر سلسلہ نبوت ختم ہو جائے گا کیونکہ تمام مخلوق ان کے طفیل وجود میں آئی ہے۔

جناب سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس راہب کے مرنے کے بعد چند دن دل گرفتہ رہا اور محنت و مشقت کرتا رہا اور شب و روز اس بات کا منتظر رہا کہ حجاز جانے والا کوئی قافلہ ملے۔ آخر کار ایک قافلہ حجاز جانے والا ملا۔ محنت و مزدوری کرنے سے مجھے چند گائیں اور بکریاں حاصل ہو گئیں تھیں۔ میں نے قافلہ والوں کو یہ گائیں اور بکریاں دے کر درخواست کی کہ وہ مجھے اپنے ساتھ قافلہ میں شامل کرلیں۔ چنانچہ انہوں نے مجھے اپنے ساتھ لے لیا۔ لیکن جب قافلہ عرب کے علاقہ میں پہنچا تو قافلہ والوں نے غداری کی اور مجھے ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا میں بہت عرصہ اس کے پاس رہا پھر اس کے پاس (مدینہ منورہ کے) بنو قریظہ کا ایک یہودی آیا تو اس نے مجھے اس کے ہاتھ فروخت کر دیا جو مجھے لے کر مدینہ آگیا۔ جب میں نے مدینہ کے نخلستان کو دیکھا تو میری آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی تمنا نے بے چین و بے قرار کر دیا۔ مدینہ آنے کے بعد شب و روز بے چینی اور اضطراب میں گزرنے لگے لیکن بال و پر کٹے ہوئے تھے لیکن امید باقی تھی غلامی کا طوق پڑا ہونے کے سبب مدینہ سے مکہ جانا ناممکن تھا لہٰذا سپٹا کر رہ گیا۔ لیکن جس دن نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے اور قباء میں قیام فرمایا میں اس روز کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا میرا آقا درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا اس وقت ایک شخص نے آکر کہا کہ ایک شخصیت مکہ سے آئی ہے اور قبا میں قیام کیا ہے مدینہ کے لوگ ان کے گرد اکٹھے ہیں یہ شخصیت خود کو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر کہتی ہے۔ سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب میں نے درخت پر یہ بات سنی تو فرط مسرت سے مجھے درخت پر خود کو سنبھالنا مشکل ہو گیا ممکن تھا کہ میں گر پڑتا۔ میں جلد سے درخت سے اترا اور اس شخص سے کہا ذرا تم دوبارہ تو بتاؤ کیا کہہ رہے تھے یہ سن کر میرا آقا اٹھا اور اس نے طمانچہ میرے منہ پر مارا اور کہا تمہیں ان بیکار باتوں سے کیا مطلب! جاؤ اور اپنا کام کرو۔ اس بے عزتی کے بعد میں جا کر اپنے کام میں مشغول ہو گیا کام سے فارغ ہونے کے بعد میرے آقا نے مجھے تھوڑی کھجوریں دیں رات کو میں ان کھجوروں کو لے کر بارگاہ نبوی میں

marfat.com

حاضر ہوا اور وہ کھجوریں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ کر عرض کیا یہ صدقے کی نہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چھوا بھی نہیں صحابہ سے فرمایا بسم اللہ ! تم انہیں کھاؤ سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے تھے میں نے عموریہ کے راہب کی زبانی سنا تھا کہ پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ قبول تو کر لیں گے لیکن خود کھائیں گے نہیں البتہ ہدیہ کو قبول کر کے خود بھی نوش فرمائیں گے ان کی پشت پر مہر نبوت ہو گی یہ تین نشانیاں اس نے مجھے بتائی تھیں۔ میں چاہتا تھا کہ ان نشانیوں کی تصدیق کروں اور حقیقت معلوم کروں کہ یہ وہی پیغمبر ہیں جن کے بارے میں عموریہ کے راہب نے مجھے بتایا تھا۔ لہٰذا جب آپ نے صدقہ کی جانے والی کھجوریں نہ کھائیں تو مجھے پہلی نشانی کے درست ہونے کا اندازہ ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں وہاں سے اٹھ آیا دن بھر محنت کر کے جو کھجوریں ملیں انہیں لے کر رات کو میں پھر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور کھجوریں آپ کے سامنے رکھ کر عرض کیا یہ ہدیہ ہیں میں اس لئے لایا ہوں کہ آپ بھی نوش فرمائیں اور آپ کے صحابہ بھی۔ چنانچہ ان کھجوروں میں سے آپ نے بھی کھائیں اور صحابہ کو کھلائیں۔ اس وقت میں نے سوچا یہ دوسری نشانی درست ثابت ہوئی۔ تیسری شب میں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مودب ہو کر موجود تھا۔ میں بھی سلام کر کے آپ کے عقب میں کھڑا ہو گیا اور پشت مبارک کی جانب دیکھنے لگا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوی فراست سے جان لیا کہ میرا مقصد کیا ہے لہٰذا دوش مبارک سے چادر کو ہٹا دیا جس سے مہر نبوت نمایاں ہو گئی۔ مہر نبوت کی زیارت ہوتے ہی میں قدمہائے نبوی پر گر گیا۔ اور بے خود ہو کر رونے لگا۔ اور قدمہائے ناز سے اٹھ کر میں نے جھک کر مہر نبوت کو چوما اور **اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد انک رسول اللہ** پڑھا۔ اور دوبارہ قدم بوسی کی اور رونے لگا اس وقت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خوشیوں سے مالا مال فرما کر حکم دیا سر اٹھاؤ اور بتاؤ کیا بات ہے؟ میں نے سر اٹھا کر دوبارہ کلمہ شہادت پڑھا۔ اور بعد میں اپنی سرگزشت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر نوازشیں فرمائیں اور صحابہ نے تعجب سے کہا یہ واقعہ عجیب و غریب ہے بعد میں مدینہ کے لوگ میرے گرد جمع ہو گئے اور مجھ سے سرگزشت سنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اس قصہ کو سنانے پر اظہار مسرت فرمایا۔ اس کے بعد میں بارگاہ نبوی سے چلا آیا

جناب سلمان فرماتے ہیں وقت گزرتا رہا اور میں غلامی کی وجہ سے بارگاہ نبوی میں مسلسل حاضری سے محروم رہا یہاں تک کہ جہاد بدر واحد میں شریک نہ ہونے پر حسرت و افسوس کرتا رہتا اور آتش شوق میں

marfat.com

جلتا رہتا۔ ایک دن میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا تو میری اندرونی حالت کرب و اضطراب کو دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شریعت اسلامی کے مطابق اپنے آقا سے مکاتبت حاصل کر لو۔ چونکہ میرا آقا یہودی تھا میں اس سے جب بھی آزادی کے لئے کہتا تو وہ گرانقدر رقم طلب کرتا۔ یہاں تک کہ معاملہ چالیس اوقیہ سونا اور تین سو درخت کھجور پر (جب وہ بار آور ہوں) معاملہ طے ہوا۔ میں نے یہ معاملہ بارگاہ نبوی میں پیش کیا۔ تو آپ نے صحابہ سے فرمایا اپنے بھائی مسلمان کی مدد کرو چنانچہ ان حضرات نے کھجور کے پودے مہیا کرنے کے لئے وعدے کئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تم پودوں کو لگانے کے لئے گڑے تیار کرو اور جب پودے مہیا ہو جائیں تو مجھے اطلاع دو تاکہ میں انہیں لگا دوں چنانچہ پودے لگانے کے لئے گڑھے تیار کئے اور جب پودے حاصل ہو گئے تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی آپ نے تشریف لا کر اپنے دست مبارک سے ان پودوں کو لگایا میں نے سال بھر ان کی آبیاری کی سارے درخت اسی سال پھل لائے اور ایک درخت بھی ایسا نہ تھا جس میں پھل نہ آیا ہو

چنانچہ یہ تمام درخت میں نے اس یہودی کی نگرانی میں دے دئے اب معاملہ چالیس اوقیہ سونے کا باقی رہے گیا میرے پاس تو ایک حبہ بھی نہ تھا میں اس شش و پنج میں تھا کہ اس مرحلے سے کس طرح گزرا جائے اسی اثناء میں ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلوایا جب میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا تو آپ نے سونے کا ایک ڈلا جو آپ کے پاس کہیں سے آیا تھا مجھے عنایت فرما کر کہا سلمان! یہ جا کر اپنے یہودی آقا کو دے دو میں نے جب اس ڈلے کو ہاتھ میں لیا تو وہ مجھے بہت کم معلوم ہوا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے تو چالیس اوقیہ چاہئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جاؤ تو اللہ تعالیٰ ٹھیک کر دے گا۔ چنانچہ جب میں نے اس کو لے جا کر وزن کیا تو وہ پورا چالیس اوقیہ تھا نہ کم نہ زیادہ۔ میں نے خوشی خوشی وہ سونا لے جا کر اپنے آقا کو دیا اور غلامی کی لعنت سے آزادی حاصل کی اور بارگاہ نبوی میں حاضر ہو گیا اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق کے لئے تشریف لے جا چکے تھے۔ سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کے بعد میں نے تمام غزوات میں شرکت کی اور اس سعادت کے حصول سے محروم نہ ہوا۔ مصنف محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہاں جناب سلمان کی سرگزشت ختم ہوئی۔

جناب سلمان رضی اللہ عنہ کے حالات دوسرے انداز میں

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے سیرت نگاری کرتے ہوئے جناب سلماں فارسی کے اسلام کے سلسلہ

marfat.com

میں ایک اور راوی سے منقول واقعہ کو اس طرح نقل کیا ہے کہ جب جناب سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اپنی سرگزشت بیان کرتے کرتے عموریہ کے راہب کے واقعہ پر پہنچے تو اس واقعہ کو اس طرح نقل کیا کہ عموریہ کہ راہب نے مجھے وصیت کی تھی کہ اگر تم دین حنیف کے طلبگار ہو اور ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے دین کا اتباع چاہتے ہو تو ملک شام چلے جاؤ وہاں فلاں علاقے میں ایک بیابان ہے اور اس بیابان میں ایک گھنا جنگل ہے وہاں ایک شخص رہتا ہے جو ہر سال میں ایک مرتبہ اپنے ٹھکانے سے باہر آتا ہے اور اپنے ٹھکانے سے متصل جنگل میں جاتا ہے اس علاقہ کے قریب رہنے والے لوگ اس کے باہر آنے کے وقت سے واقف ہیں۔ جب اس کے آنے کا زمانہ قریب آتا ہے تو بیمار اور مجبور آکر راستہ میں بیٹھ جاتے ہیں جب وہ شخص باہر آتا ہے تو اپنی پتا سنا کر اس سے دعا کی درخواست کرتے ہیں اور اس کی دعا سے فائز آرام ہوتے ہیں۔ لہذا تم بھی اس علاقہ کے لوگوں کے ہمراہ ہو جانا اور اپنا حال سنا کر اس سے مطلب برآری کے لئے کہنا وہ تمہیں راہ حق کی طرف رہبری کرے گا۔ سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس گفتگو کے کے بعد میں وہاں سے اس علاقہ کی طرف آیا اور اس شخص کے آنے کا منتظر رہا اور جب اس کے آنے کا وقت آیا تو میں بھی مجمع میں شامل ہو گیا جب اس شخص سے ملاقات ہوئی تو میں نے اپنی بات کہی تو اس نے مجھے بتایا کہ وہ وقت قریب آگیا ہے کہ قریش میں ایک شخصیت اعلان نبوت فرما کر دین ابراہیمی اور سچے دین کی طرف دعوت دیں گے اور لوگوں کو گمراہی سے نجات دلائیں گے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے دین کا اتباع کرو کیونکہ دین حق انہیں کے ذریعہ نصیب ہو گا اور تمہارے درد کا درمان بھی انہیں کے ذریعہ ہو گا سلمان فارسی فرماتے ہیں اس کے بعد میں سرزمین حجاز کی جانب روانہ ہوا راستہ میں عربوں نے مجھے پکڑ کر غلام بنالیا اور فروخت کر دیا اس طرح بقیہ واقعات بھی سنائے ان واقعات کو سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سلمان اگر تم نے یہ واقعات ٹھیک طور پر سنائے ہیں تو وہ شخصیت جنہوں نے تمہاری رہنمائی کی وہ ذات حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی تھی مصنف کہتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی سرگزشت ختم ہوئی اب ہم ان حضرات کے واقعات کی طرف رجوع کرتے ہیں جنہوں نے بعثت نبوی سے قبل ہی دین حق کی طلب کی تھی اور راہ ہدایت پائی تھی۔

بعثت نبوی سے پہلے راہ ہدایت تلاش کرنے والے

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے پہلے جن

marfat.com

لوگوں نے دین حق کی تلاش کی اور بت پرستی ترک کی ان کی تعداد چار ہے۔ ورقہ بن نوفل۔ عبیداللہ بن جحش۔ عثمان بن حویرث اور زید بن عمرو بن نفیل ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اہل مکہ کا ایک میلہ یا عید کا جشن تھا سب لوگ جمع ہوئے تھے اور اپنے ساتھ میدان میں ایک بت پوجا کے لئے لے گئے تھے۔ یہ چاروں سب سے علیحدہ ایک جگہ جمع ہوئے اور آپس میں کہنے لگے آؤ ہم آپس میں انصاف کی بات کریں جانتے ہو کہ قریش جو بت پرستی کرتے ہیں یہ بت معبود ہونے کے اہل نہیں ہیں کیونکہ یہ نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان اور جس مذہب کا یہ پرستش کرنے والے اتباع کرتے ہیں وہ باطل دین ہے انہوں نے دین ابراھیمی کو یکسر منسوخ اور باطل سمجھ لیا ہے اور اس باطل مذہب کو خود پر مسلط کر لیا ہے۔ ہم ان کی متابقت کس طرح کر سکتے ہیں۔ اور ان بتوں کی پرستش کس طرح کر سکتے ہیں۔ آؤ! دنیا کو دیکھیں اور دین حق کو طلب کریں اور خود کو کفر ضلالت و گمراہی سے بچائیں۔ چنانچہ یہ چاروں اس بات پر متفق ہو گئے کہ مکہ سے باہر جا کر دین حق کی تلاش کریں اور ہم میں سے ہر شخص ایک ایک سمت جائے اس فیصلہ کے بعد وہ وہاں سے اٹھ آئے

ورقہ بن نوفل

ملک شام گئے اور وہاں نصرانیت اختیار کی۔ اور انجیل کی تعلیم حاصل کرنے میں سخت محنت کی اور علم جو ان کا مقصود تھا اس کو حاصل کیا پھر مکہ مکرمہ واپس آ گئے اور دین عیسوی پر قائم رہے جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو آپ کی نبوت کی تصدیق کر کے مشرف بہ اسلام ہوئے یہ واقعہ ماسبق میں گزر چکا ہے

عبیداللہ بن جحش

حق کی تلاش میں مکہ سے نکلے اور شہروں شہروں گھومتے رہے یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو مکہ آ کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ مہاجرین کے قافلہ کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ آئے اور یہیں موت آئی ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ حبشہ آ کر اسلام چھوڑ کر عیسائیت کو اختیار کیا تھا ان کے مرنے کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیوی سیدہ ام حبیبہ بنت ابو سفیان سے نکاح کیا یہ واقعہ آئندہ صفحات میں آئے گا۔

marfat.com

زید بن عمرو بن نفیل

آپ نے جب مکہ سے جانے کا ارادہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے باپ خطاب جو ان کے رشتہ دار تھے انہوں نے کسی طرح بھی انہیں مکہ سے باہر نہ جانے دیا۔ اور ہر موقعہ پر روک لیا۔ بسا اوقات یہ کعبہ مقدسہ کے احاطہ میں آکر خانہ کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کر کہتے خداوندا! اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تجھے کونسا انداز عبادت پسند ہے تو میں تیری ویسے ہی عبادت کرتا لیکن افسوس یہ ہے کہ مجھے اس کا پتہ ہی نہیں۔ یہ کہہ کر سجدہ ریز ہو جاتے ان کا رجحان طبع دین ابراہیمی کی جانب تھا یہ قریش کے لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ میں تو خدائے ابراہیم (علیہ السلام) کی عبادت کرتا ہوں زید کو دین حق کی لگن تھی آخر کار ایک دن موقع مل گیا اور مکہ سے بھاگ نکلے اور موصل یا شام کے علاقہ میں پہنچے یہاں یہودی احبار اور نصاریٰ کے راہبوں سے دین حنیف (ابراہیمی) کے بارے میں معلوم کرتے تو وہ جواب دیتے کہ اگر تم دین موسوی یا عیسوی کے بارے میں معلوم کرو تو ہم بتا سکتے ہیں لیکن دین ابراہیمی کے بارے میں ہمیں معلومات نہیں اور ہم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ چنانچہ جگہ جگہ گھومنے کے بعد ناامید ہو کر مکہ واپس آئے بعد میں انہیں پتہ چلا کہ بلقاء کے مقام پر ایک راہب ہے جو علم و زہد میں ایک مقام رکھتا ہے شام۔ روم۔ فلسطین کے علاقہ میں اس کے علم و فضل کا چرچا ہے اور اس کا حکم چلتا ہے چنانچہ جب بلقاء کے راہب کے پاس پہنچے تو انہوں نے ملت ابراہیمی اور دین حنیف کے بارے میں معلوم کیا تو اس نے کہا اس دور میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو تمہیں دین حنیف کے سلسلہ میں بتائے لیکن وہ وقت قریب آگیا ہے کہ تمہاری قوم یعنی قریش سے ایک پیغمبر اظہار نبوت کریں گے وہ دین حنیف کو جاری کریں گے اور ملت ابراہیمی کو فروغ دیں گے۔ اور اپنے دین سے تمام ادیان کو منسوخ کریں گے۔ اب تم مکہ واپس جاؤ اور ان کا انتظار کرو کیونکہ تم جس کی حقیقت کے طلب گار ہو وہ تمہیں وہیں ملے گی۔ چنانچہ زید وہاں سے خوش خوش واپس مکہ کی جانب روانہ ہوئے جب خیبر کے قریب پہنچے تو ڈاکوؤں کے ہاتھوں قتل ہوئے جب ان کے قتل کی اطلاع مکہ پہنچی تو ورقہ بن نوفل ان کے غم میں بہت روئے اور مرثیہ کے چند شعر کہے جس میں انہوں نے کہا کہ زید بن عمرو موحد اور دین ابراہیمی پر اعتقاد رکھتے تھے۔ اور وہ جنتوں میں شامل ہو گئے

شعر

رَشَدْتَ وَ اَنْعَمْتَ ابْنَ عَمْرٍو وَاِنَّمَا
تَجَنَّبْتَ تَنُّوراً مِنَ النَّارِ حَامِیاً ¹

marfat.com

بِدِينِكَ رَبًّا لَيسَ رَبٌّ كَمِثْلِهِ
وَتَرْكِكَ أَوْثَانَ الطَّوَاغِي كَمَاهِيَ
وَإِدْرَاكِكَ الدِّينَ الَّذِي قَدْ طَلَبْتَهُ
وَلَمْ تَكُ عَنْ تَوْحِيدِ رَبِّكَ سَاهِيَا
فَأَصْبَحْتَ فِي دَارٍ كَرِيمٍ مُقَامُهَا
تُعَلَّلُ فِيهَا بِالْكَرَامَةِ لَاهِيَا
تُلَاقِي خَلِيلَ اللهِ فِيهَا وَلَمْ تَكُنْ
[مِنَ النَّاسِ] جَبَّارًا إِلَى النَّارِ هَاوِيَا
وَقَدْ تُدْرِكُ الْإِنْسَانَ رَحْمَةُ رَبِّهِ
وَلَوْ كَانَ تَحْتَ الْأَرْضِ سَبْعِينَ وَادِيَا

زید بن عمرو نے توحید پر مرنے کے بعد اٹھائے جانے۔ قیامت بہشت۔ دوزخ اور قریش کی بت پرستی کی خدمت کے سلسلہ میں بہت سے شعر کہے اور اپنے اشعار میں دین حنیف کی جانب رغبت کا اظہار کیا ہے یہ اشعار کتب سیرت میں منقول ہیں۔ زید بن عمرو کے بیٹے کا نام سعید بن زید تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رشتہ کے عم زاد تھے ایک رتبہ انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اللہ تعالیٰ سے زید بن عمرو کی مغفرت کے لئے شفاعت فرمائیں گے۔ اس بات کے جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " ہاں وہ روز قیامت ملت ابراہیمی کے ایک فرد کی طرح اٹھیں گے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب زید کے سلسلہ میں اس خصوصیت کا ذکر اس لئے فرمایا کہ اس دور میں ملت ابراہیمی کا اور کوئی فرد نہ تھا اور وہی تنہا دین ابراہیمی کے ماننے والے تھے محمد بن اسحاق رقمطراز ہیں کہ ان چاروں کا تذکرہ ختم ہوا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں عہد و میثاق

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب نصاریٰ میں سے کچھ لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احکام کی خلاف ورزی کی اور ان کی مخالفت پر کمربستہ ہوئے تو آپ نے اپنے حواریوں کو بلایا اور یہ کلمات ان کے سامنے پڑھے جو حواریوں نے لکھ لئے اور ان کلمات کی روشنی میں عہد کیا "جو میری ذات سے دشمنی کا اظہار کرے گا وہ اللہ تعالیٰ سے دشمنی کرے گا اور جو میری مخالفت کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت

marfat.com

کرے گا۔ اللہ تعالیٰ دین حق کی مدد فرمائے گا اور دین کے کلمہ کو سربلند فرمائے گا اور جو مجھ سے دشمنی رکھتے اور میری مخالفت کرتے ہیں وہ باطل پر ہیں میری تعلیمات کی صداقت اس وقت منکشف ہوگی جب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت فرما کر میری رسالت سے آگاہ فرمائیں گے اور میری تصدیق فرمائیں گے کہ میں نے نبی و رسول کی حیثیت سے تمہیں دین حق سے آگاہی بخشی ہے۔ اے میری قوم کے لوگو! میں نے تمہیں آگاہی بخشی ہے اب کوئی شک باقی نہیں رہنا چاہئے کہ ظہور و بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق الہی کے لئے ہوگا"

یہ وہ وعدہ تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت اور اتباع کے سلسلہ میں اپنی قوم سے لیا اس عہد کے الفاظ میں لفظ " منحمنا" آیا تھا جو سریانی زبان میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی ہے اور رومی زبان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی بیرقلیطس ہے

(واللہ ھو السمی)

marfat.com

(۱۴)

بعثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

یہ باب ان چند واقعات پر مشتمل ہے (۱) بارگاہ نبوی میں جناب جبریل کا وحی لے کر آنا (۲) سیدہ خدیجہ کا اسلام (۳) نمازوں کی فرضیت (۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسلام (۵) جناب زید بن حارثہ کا واقعہ (۶) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا اسلام اور ان کی تبلیغ سے مشرف بہ اسلام ہونے والے (۷) ابو طالب کے پاس سرداران قریش کی آمد تاکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی مدد سے باز آئیں اور ابو طالب کا انکار۔ ●

جبریل علیہ السلام کی بارگاہ نبوی میں حاضری

مصنف جناب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف چالیس سال ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام عالموں کے لیے رحمت اور دنیا والوں کے لئے باعث سعادت بنا کر اپنی مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا تاکہ آپ کے واسطے اور وسیلہ سے مخلوق الٰہی گمراہی کی اندھیروں سے نکلے اور جہالت کی زندگی سے باہر آئے۔ رب کریم نے تمام مخلوق کو حکم دیا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے اور ان پر ایمان لائے اور امور دین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مددگار ہو۔ مخلوق کی طرح انبیاء سابقین کو بھی یہ حکم ہوا کہ وہ ان پر ایمان لائیں اور ان انبیاء سے عہد لیا کہ وہ اپنی امتوں کو نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت دیں اور انہیں نصیحت کریں کہ وہ ان کی اطاعت کریں اور دینی امور میں ان کی مدد کریں اور اس عہد کی منظر کشی قرآن کریم کی سورہ آل عمران آیت ۸۱ میں کی گئی ہے (جس کا ترجمہ یہ ہے) اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے پختہ وعدہ لیا کہ قسم ہے تمہیں اس کی جو میں تمہیں کتاب و حکمت سے عطا کروں جب تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائیں جو تمہیں ملنے والی کتابوں کی تصدیق کریں گے تو تم ان پر ضرور ایمان لانا اور ضرور ان کی مدد کرنا۔ (اس کے بعد) فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس امر پر میرا بھاری ذمہ اٹھایا تو انبیاء علیہم السلام نے فرمایا ہم نے اقرار کیا تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم ایک دوسرے پر گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں"

اس آیت کریمہ میں اس عہد و میثاق کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے لیا تھا کہ وہ نبی

marfat.com

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں ان کے دین کی مدد کریں اور اپنے امتیوں کو بھی اس کام کی نصیحت کریں خصوصی خطاب یہود و نصاریٰ سے ہے جو اہل کتاب ہیں (واللہ علم)

اس عہد کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل کو رسالت محمد علیہ التحیہ و الثناء کی اطلاع دی اور اس نے فرمایا کہ وہ اپنے امتیوں کو خبردار کردیں کہ جو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا دور پائیں تو وہ اس عہد کی تکمیل کریں اور ان پر ایمان لائیں اور دین محمد کی متابقت کریں چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **لو کان موسی حیا ما وسعہ الا اتباعی** (اس زمانہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے۔ تو میرے احکام کی اتباع کرتے)

اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام کے دور سے جب تک ایمان لانے والوں کا سلسلہ باقی ہے (قیام قیامت تک) کوئی شخص بھی ایسا نہیں جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور آپ کی رسالت کی تصدیق لازم نہ ہو۔

مصنف کتاب سیرت رسول اللہ محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں ان واقعات کے تذکرہ کے بعد اب ہم اپنے موضوع جناب جبرئیل کے وحی الٰہی لے کر آنے کے بارے میں قلم اٹھاتے ہیں۔ جو امام زہری کے ذریعہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہم تک پہنچی آپ یہ ساری کیفیت تو دیکھ چکی تھیں اور جو کچھ آپ سے سنا تھا وہ سب ورقہ کو سنلیا۔ ان واقعات کو سن کر ورقہ نے کہا قدوس۔ قدوس یہ واقعات آثار قدرت میں سے ہیں اور جو واقعات تم نے سنائے ہیں وہ اگر درست ہیں تو ان (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس وہ ناموس اکبر آیا ہے جو اس نے پہلے حضرت موسیٰ علیہ اسلام کے پاس آتا تھا اور یہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس امت کے نبی ہیں تم انہیں بتادو کہ وہ مطمئن رہیں اور کوئی اندیشہ نہ کریں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ورقہ کے پاس سے اٹھ کر غار حرا میں آگئیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ جب رب تعالیٰ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کرامت کاملہ اور بندوں پر رحمت واسعہ کا اظہار مقصود ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے سچے خواب نظر آنے لگے جو صبح کی سپیدی کی طرح واضح ہو جاتے ان دنوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خلوت کو زیادہ پسند فرماتے تھے اور اس دور میں لوگوں کے ساتھ زیادہ ملنا جلنا پسند نہ کرتے اعلان نبوت سے قبل علامات وحی میں ایک بات اور یہ ظاہر ہوتی تھی کہ جب آپ مکہ سے وادیوں اور ویرانوں پر تشریف لے جاتے تو راستہ میں درختوں اور پتھروں سے آواز آتی "السلام علیک یا رسول اللہ" یہ سلسلہ بہت دن تک جاری رہا یہاں تک کہ جناب

marfat.com

جبرئیل علیہ السلام وحی الٰہی لے کر آئے محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ آپ ہر سال ایک مہینہ غار حرا میں خلوت نشین ہوتے اور سب سے قطع تعلق کر کے یاد الٰہی میں مشغول رہتے عبادت و اطاعت الٰہی میں وقت صرف فرماتے۔ اگر کوئی ضرورت مند وہاں آ جاتا تو اس کو کھانا کھلاتے یا بیمار آ جاتا تو اس کی خدمت فرماتے تھے اور اس کی نگہداشت کرتے اس طرح ایک ماہ اعتکاف کی مدت پوری ہونے پر آپ مکہ واپس آ جاتے تھے۔ مکہ آ کر گھر جانے سے پہلے خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے۔ یہ سلسلہ کئی سال اس وقت تک جاری رہا جب جناب جبرئیل وحی الٰہی لے کر آئے اس سال جب رمضان کا مہینہ آیا تو حرا کا ارادہ کیا اس مرتبہ سیدہ خدیجہ حرا پہنچا کر واپس آئیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حرا کے دوران قیام پہلی وحی رمضان مبارک کے دنوں میں آئی ایک رات جناب جبرئیل "سورہ علق" اپنے ساتھ لائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں رمضان کی بیسویں شب کو سویا ہوا تھا کہ جناب جبرئیل سبز دیباج پر اس سورہ کی آیات لکھی ہوئی لے کر آئے وہ سبز دیباج کا ٹکڑا کھول کر میرے سامنے کیا اور کہا پڑھیئے۔ میں نے کہا میں نہیں پڑھ سکتا میرا جواب سن کر جبرئیل نے میرا ہاتھ پکڑ کر زور سے مروڑا تکلیف سے میرے ہوش جاتے رہے پھر میرا ہاتھ چھوڑ کر دوبارہ پڑھنے کے لئے کہا تو میں نے جواب میں کہا میں نہیں پڑھ سکتا تو دوبارہ جبرئیل نے مجھے بھینچا تکلیف سے میرے ہوش جاتے رہے تو مجھے چھوڑ کر پھر پڑھنے کے لئے کہا تو پھر میں نے نہ پڑھ سکنے کا عذر کیا تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا اور میں نے کہہ دیا کہ میں نہیں پڑھ سکتا تو جبرئیل نے مجھے بھینچ کر چھوڑ دیا اور کہا پڑھیئے اس مرتبہ میں نے تکلیف کے خوف سے کہا کیا پڑھوں تو جبرئیل امین نے کہا کہ اللہ کے نام سے یہ پڑھیئے **اقراء باسم ربک الذی خلق** اور **علم الانسان مالم یعلم** تک پڑھایا۔ ان آیات کو پڑھ کر معاً" میں جاگ گیا تو میں نے محسوس کیا کہ آیات میرے قلب پر نقش ہو چکی ہیں یعنی میرے حافظہ میں محفوظ ہیں اس کے بعد میں غار سے باہر آیا جب پہاڑی سے اترتے ہوئے نصف راستہ تک آیا تو میں نے آسمانی صدا سنی کوئی ہاتف غیبی کہہ رہا ہے۔ "میں جبرئیل ہوں اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں" یہ آواز سن کر میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو جناب جبرئیل کو زمین و آسمان کی وسعتوں میں مشرق سے مغرب تک انسانی شکل میں دیکھا جو یہ کہہ رہے تھے کہ میں جبرئیل ہوں اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ کے رسول ہیں میں کھڑا ہوا جبرئیل کو دیکھتا رہا آسمان پر جس سمت نظر ڈالتا جبرئیل نظر آتے چنانچہ میں انہیں بہت دیر تک دیکھتا رہا اس دوران مجھے بلانے کے لئے لوگوں کو بھیجا گیا تھا جب انہوں نے غار میں مجھے نہ پایا تو تلاش

marfat.com

کرنے لگے اسی اثناء میں میں جبریل کو دیکھ رہا تھا کہ وہ میری نظروں سے غائب ہو گئے اور میں جناب خدیجہ کے پاس آیا اس وقت مجھ پر عجیب کیفیت طاری تھی اور میرے لئے اپنے گھر جناب خدیجہ کے پاس پہنچنا بھی مشکل تھا جب میں گھر میں پہنچا تو خدیجہ نے مجھے دیکھ کر کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہاں تھے؟ میں تو آپ کی وجہ سے پریشاں تھی ہر طرف آپ کو تلاش کرنے کے لئے لوگوں کو بھیجا ہے جب خدیجہ نے میری جانب توجہ سے دیکھا اور میرے چہرے پر پریشانی کے آثار محسوس کئے تو مجھ سے کہنے لگیں آپ پر خوف غالب معلوم ہوتا ہے آپ کو کیا ہوا ہے تو میں نے انہیں تمام کیفیت سے آگاہ کیا تو خدیجہ نے کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ پریشاں نہ ہوں اور خاطر جمع رکھیں مجھے یقین ہے کہ آپ رسول آخرالزماں اور پیغمبر عالم ہیں۔

سیدہ خدیجہ ورقہ بن نوفل کے پاس

اس گفتگو کے بعد جناب خدیجہ رضی اللہ تعالٰی نے اوڑھنی اوڑھی اور مکہ میں اپنے چچا زاد ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں ورقہ ان دنوں عیسائیت اختیار کر چکے تھے آپ نے آسمانی کتابیں نہایت توجہ اور محنت سے پڑھی تھیں ان کتابوں کے مطالعہ سے انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق بہت کچھ معلوم ہو چکا تھا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ کی کیفیت تو دیکھ چکی تھیں اور جو کچھ آپ سے سنا تھا وہ سب ورقہ کو سنایا۔ ان واقعات کو سن کر ورقہ نے کہا قدوس۔ قدوس یہ واقعات آثار قدرت میں سے ہیں اور جو واقعات تم نے سنائے ہیں وہ اگر درست ہیں تو ان (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس وہ "ناموس اکبر" آیا ہے جو اس نے پہلے حضرت موسیٰ علیہ اسلام کے پاس آتا تھا اور یہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس امت کے نبی ہیں تم انہیں بتا دو کہ وہ مطمئن رہیں اور کوئی اندیشہ نہ کریں

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ورقہ کے پاس سے اٹھ کر غار حرا میں آئیں اور ورقہ سے ہونے والی گفتگو سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے پورے مہینہ حرا میں ہی قیام کیا۔ مہینہ ختم ہونے پر آپ مع خدیجہ مکہ واپس تشریف لے آئے اور معمول کے مطابق آپ پہلے طواف کے لئے خانہ کعبہ آئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوران طواف ورقہ سے بھی ملاقات ہوئی تو اس نے آپ سے معلوم کیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا واقعات پیش آئے آپ نے کیا کیا دیکھا اور کیا کیا سنا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تمام واقعات سنائے تو ورقہ نے کہا۔

marfat.com

"قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے آپ اس امت کے نبی ہیں آپ کے پاس وہی "ناموس اکبر" آیا جو جناب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتا تھا۔ لیکن آپ کی قوم آپ کی تکذیب کرے گی اور آپ کو اذیت دے گی آپ سے جنگ کرے گی اور آپ کو مکہ چھوڑنے پر مجبور کر دے گی۔ اگر میں اس وقت تک زندہ رہا اور اس قابل رہا تو میں یقیناً" ان کی مدد کروں گا۔ "(لیکن میں اب اتنا ضعیف کمزور اور معمر ہوں کہ اس وقت تک زندہ نہ رہوں گا)"

طواف کے دوران یہ گفتگو ہوتی رہی اور جب طواف ختم ہوا تو گفتگو ختم ہو چکی تھی چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر تشریف لائے گھر میں قیام کے دوران حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام کی گفتگو سنتے تھے لیکن آپ کو تسلی اور اطمینان نہ ہوتا کہ یہی "ناموس اکبر" جبریل ہیں اس کے علاوہ اور بھی بہت سے خیالات آتے لیکن خود پر طاری ہونے والی کیفیات سے سوائے سیدہ خدیجہ کے اور کسی کو آگاہ نہ فرماتے۔ ایک مرتبہ اسی کشمکش کی حالت میں سے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا میں بہت متفکر ہوں اور نہیں سمجھتا کہ یہی جبریل ہیں جنہیں میں دیکھتا ہوں؟ اور یہ کون ہیں جن سے میں یہ سب باتیں سنتا ہوں۔ یہ بات سن کر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیا یہ ممکن ہے کہ جب وہ (جبریل) آئیں تو آپ مجھے مطلع کریں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ممکن ہے" اور اب جب بھی وہ (جبریل) میرے پاس آئیں گے تو میں تمہیں بتاؤں گا۔ چنانچہ جب جبریل علیہ السلام خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تو آپ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ خدیجہ وہ شخصیت جو میرے پاس آتی رہی ہے اس وقت بھی میرے پاس آئی ہے خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ میرے بائیں پہلو سے لگ کر بیٹھئے تو سیدہ نے معلوم کیا کہ اب بھی آپ انہیں دیکھ رہے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں دیکھتا ہوں تو سیدہ نے کہا اب آپ دائیں جانب بیٹھیں اور بتلائیں کہ اب بھی دیکھ رہے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں جانب آکر فرمایا ہاں اب بھی دیکھ رہا ہوں اس کے بعد سیدہ نے فرمایا اب میری گود میں بیٹھیں جب آپ اس انداز میں بیٹھے تو سیدہ نے اپنی چادر اتار کر سر کے بال کھول دئے جیسے ہی سیدہ نے بال کھولے جناب جبریل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں سے اوجھل ہو گئے سیدہ نے معلوم کیا اب بھی آپ انہیں دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں یہ سنتے ہی سیدہ خدیجہ نے فرمایا آپ خاطر جمع رکھیں آپ جس شخصیت کو دیکھتے رہے ہیں وہ فرشتہ ہے جن نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اگرچہ کلام الہی کے نزول کا یقین تو تھا لیکن چونکہ وحی کی ابتداء تھی اس لئے آپ کو طریقہ

marfat.com

نزول وحی سے موانست نہیں ہوتی تھی اور تفکرات غالب رہتے تھے یہاں تک کہ وحی کا مسلسل عمل جاری ہوا قرآنی سورتوں کا نزول ہونے لگا۔ تو آپ کو موانست ہوئی اور اطمینان کامل حاصل ہوا۔ اور منصب نبوت کی ذمہ داریوں کو اسی طرح بحسن و خوبی سنبھالا۔ جس طرح دوسرے اولوالعزم انبیاء نے سنبھالا تھا۔ اور خود کو شکوک و شبہات سے محفوظ رکھا تدریجی کے ساتھ تبلیغ دین کا آغاز فرمایا۔ اور سیدہ خدیجہ سب سے پہلے ایمان لائیں

نزول قرآن اور ماہ رمضان

قرآن کریم کے نزول کی ابتداء ماہ رمضان میں ہوئی اور یہ رمضان ہی کا مہینہ تھا جس میں نزول وحی کا سلسلہ شروع ہوا جس کی منظر کشی قرآن کریم میں متعدد مقامات پر کی گئی ہے سورہ بقرہ کی آیت ۱۸۰ میں فرمایا گیا ہے "رمضان مبارک وہ مہینہ ہے جس میں نزول قرآن ہوا جو عالم انسانیت کے لئے سبب ہدایت۔ حق و باطل کے درمیان ذریعہ امتیاز اور ہدایت کی روشن نشانیاں لئے ہوئے ہے" تیسویں پارہ کی ایک سورت "قدر" میں اس طرح فرمایا گیا "بے شک ہم نے قرآن کریم کو لیلتہ القدر میں نازل فرمایا" (آخر سورہ تک) سورہ دخان کی آیات ۱ تا ۵ میں اس طرح فرمایا گیا

"اس روشن کتاب کی قسم بے شک ہم نے اس کو مبارک رات میں نازل کیا۔ بے شک ہم (عذاب کا) ڈرسنانے والے ہیں اس رات میں ہر حکمت والے کام کا ہمارے حکم کے مطابق کیا جاتا ہے بے شک ہم ہی (ہر چیز کو) بھیجنے والے ہیں" سورہ انفال کی آیت ۴۱ میں اس طرح منظر کشی کی گئی ہے "اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس (کلام) پر جو ہم نے اپنے مقدس بندے پر فیصلے کے دن نازل فرمایا جس دن دونوں لشکر مقابل ہوئے۔"

سورہ انفال کی یہ آیت غزوہ بدر کے سلسلہ میں نازل ہوئی تھی اس کے علاوہ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن کا زیادہ نزول ماہ رمضان میں ہوا۔ اس مہینہ میں غزوہ بدر ۱۷ رمضان جمعہ کے دن واقعہ ہوا تھا۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت اور دعوت تبلیغ شروع کی تو سب سے پہلے جس نے دعوت اسلام کو قبول کیا وہ شخصیت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ہے۔ ان کے اسلام لانے کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ بیان کی جائے گی۔

marfat.com

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا دامن اسلام میں

مصنف کتاب جناب محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ رقمطراز ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کا آغاز کیا اور قوم کو اسلام کی جانب متوجہ کیا تو قوم کے تمام لوگ منکر ہو گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر آمادہ اور دشمنی پر اتر آئے آپ کو اذیتیں دینے لگے اور بد زبانی بھی کرنے لگے۔ ان لوگوں کے اس طرز عمل پر آپ بہت دلگیر ہوئے لیکن جب سیدہ خدیجہ ایماں لائیں تو آپ کو بہت تسلی ہوئی۔ کیونکہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ اسلام کے لئے گھر سے روانہ ہو کر لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے تو یہ لوگ آپ کے ساتھ بری طرح پیش آتے تھے جب آپ گھر تشریف لاتے تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو تسلی دیتیں اور کہتیں "یا رسول اللہ آپ قوم کی ان حرکتوں پر دلگیر اور پریشان نہ ہوں وہ وقت آنے والا ہے کہ جو افراد آج آپ کی مخالفت پر آمادہ ہیں کل وہ بھی اس دعوت (اسلام) کی طرف متوجہ ہو جائیں گے جو دعوت اسلام آپ دیتے ہیں آپ یقین رکھیں کہ آپ کی مخالفت کرنے والوں کو ناپسند کیا جائے گا اور آپ کی مخالفت کرنے والوں کو جھوٹا سمجھا جائے گا اور انہیں کی نہ صرف مخالفت کی جائے گی بلکہ ان کو مبتلائے آلام کیا جائے گا۔ آپ مطمئن رہیں اللہ تعالیٰ آپ کے دین کی مدد فرمائے گا اور آپ کے دشمنوں کو مقہور فرمائے گا اور قوم کے لوگوں کو آپ کے حکم کا مطیع و فرمانبردار فرمائے گا" ان کلمات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی اور اطمینان ہوتا اور آپ خوش ہو جاتے نصرت الٰہی پر یقین کامل ہو جاتا اور قوم کی مخالفت کا مقابلہ آسان ہو جاتا

سیدہ خدیجہ کو بشارت

عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ میں سیدہ خدیجہ کو یہ بشارت دوں کہ انہیں جنت میں ایسا مکان ملے گا۔ جس کی چھت ایک بڑے موتی کی بنی ہو گی (موتی کی ضخامت کا اندازہ دنیا کے موتیوں کی ضخامت پر ممکن نہیں) اور اس مکان میں رہنے والے نہ تو کسی تکلیف کا شکار ہوں گے نہ کسی بیماری میں مبتلا۔

سیدہ خدیجہ کو رب تعالیٰ کا سلام

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جناب جبریل سید

marfat.com

عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ رب تعالیٰ کی طرف سے سیدہ خدیجہ کو سلام پہنچایئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ خدیجہ کو جبریل کی آمد پر یہ پیغام سلام سنایا تو سیدہ خدیجہ نے فرمایا اللہ رب العالمین کا اسم صفت سلام ہے اور وہ اس کی شان کے مطابق ہے اور البتہ جناب جبریل علیہ السلام کو میری طرف سے سلام ہو۔

انوار وحی

اس جملہ معترضہ کے بعد ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام اور تبلیغی سرگرمیوں کی جانب رجوع کرتے ہیں کہ سیدہ خدیجہ کے اسلام لانے کے بعد جبریل علیہ السلام کی آمد اور وحی کا سلسلہ کچھ عرصہ کے لئے ملتوی ہو گیا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پریشاں ہوئے اور یہ خیال ہوا کہ رب تعالیٰ نے کس وجہ سے سلسلہ وحی کو منقطع فرما دیا یہ تفکر شب و روز رہتا ادھر مکہ کے کافروں نے زبان طعن دراز کی کہ (معاذ اللہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا نے انہیں چھوڑ دیا ہے اور ان سے ناراض ہو گیا اس لئے اس نے اپنے فرشتے کو ان کے پاس بھیجنا بند کر دیا ہے۔

وحی میں رکاوٹ کی مدت کے سلسلہ میں علماء نے مختلف آرا کا اظہار کیا ہے بعض لوگوں نے یہ مدت پندرہ دن اور بعض نے یہ مدت زیادہ بتائی ہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل تنگی بڑھی اور معاندین اسلام کی ہرزہ سرائیاں بڑھتی رہیں تو رب تعالیٰ نے آپ کی تسلی اور مخالفوں کی زبان بندی کے لئے جناب جبریل کو "سورہ ضحیٰ" کی آیات کے ساتھ بھیجا" قسم ہے چاشت کے وقت کی اور رات کی جب وہ تاریکی کا پردہ ڈالے آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ آپ سے بیزار ہوا۔ ہمارے اور آپ کے درمیان رشتہ محبت مستحکم ہے جو حاسدوں کے حسد کے سبب کمزور نہ ہو گا رب کریم نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت سے نوازا کہ آپ اپنے دل میں کوئی اندیشہ نہ لائیں اور غمگین نہ ہوں ہم نے آپ کو تمام عالمیان پر فضیلت عطا فرمائی اور آپ کو قرآن کریم کا خصوصی معجزہ عطا فرمایا اور نبوت کا سلسلہ آپ کی ذات پر مکمل فرمایا تمام مراتب و فضائل آپ کی ذات میں مرکوز کر دیئے ہیں اور آپ کا مستقبل آپ کے لئے ماضی سے بہتر ہے۔"

یا اس آیت کا مفہوم اس طرح سمجھیں کہ مستقبل آپ کا ہو گا اور قیامت تک آپ کا پرچم بلند رہے گا اور جس مقام پر آپ فائز ہوں گے اس کے بارے میں تمام انبیاء و رسل یہ کہیں گے " **من نجا ہو اسعد فقد**

marfat.com

ربح" تمام عاجز و درماندہ افراد کے لئے آپ کا دست شفاعت کھلا ہو گا اور آپ کا حکم سب پر نازل ہو گا۔ آپ ہی گروہ عاصیاں کی دست گیری فرمائیں گے انہیں قہر دوزخ سے نکال کر مقام صدق (جنت) میں پہنچائیں گے۔ اور آپ کی رضا مندی اور خوشنودی کی خاطر آپ کی امت کا ایک امتی بھی دوزخ میں نہ رہے گا۔ **ولسوف یعطیک ربک فترضی**

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم　　خدا چاہتا ہے رضائے محمد

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے وہ انعامات جو ہم نے ماضی میں کئے اور اب آپ پر فرمائے ہیں ان کا تفصیلی جائزہ نہیں لیتے اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ ہمارے انعامات آپ کے حق میں نقصان پذیر نہ ہوں گے اور ایسا ہونا ناقابل قبول ہو گا **الم یجدک یتیما فاوٰی** کیا اس نے آپ کو یتیم نہ پایا پھر آپ کو ٹھکانہ دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کے زیر کفالت رہے اور ابو طالب نے آپ کی پرورش اس طرح کی کہ حاسدوں اور دشمنوں کو کچھ کرتے نہ بن پڑا اور آپ محفوظ رہے جب آپ مکہ کی گھاٹیوں میں سرگرداں تھے تو ہم آپ کو منزل مقصود مکہ مکرمہ لائے **و وجدک ضالا فھدٰی ○ ووجدک عائلاً فاغنی ○** اور جب آپ کو حاجت مند پایا تو آپ کو غنی کر دیا۔ اور جب ہم نے آپ کو اپنی محبت میں سرشار پایا تو صحیح راہنمائی فرمائی اور یہ نعمتیں جو ہم نے آپ کو عطا فرمائی ہیں ان کا شکریہ ہے کہ آپ یتیموں پر شدت نہ فرمائیں اور سائل کو نہ جھڑکیں اور رب کی عطا کردہ نعمتوں کا خوب چرچا کریں اور یہ بات قرآن کریم کی ان آیتوں میں واضح کی گئی **فاما الیتیم فلا تقھر ○ و اما السائل فلا تنھر ○ واما بنعمت ربک فحدث** اس سورہ ضحیٰ کے نزول کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے غم کی تمام کیفیات دور ہو گئیں اب جب بھی آپ کسی محفل میں رونق افروز ہوتے تو اللہ کی نعتوں کا ذکر فرماتے اور اس کے انعامات پر شکر الہٰی بجالاتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے احکام نماز

محمد بن اسحاق سیدہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ ابتدا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز کی دو دو رکعتیں فرض ہوئیں اس کے بعد دو رکعتیں سفر میں باقی رہیں لیکن حالت اقامت میں دو کی بجائے چار ہو گئیں۔ جب نماز کی فرضیت کے احکام لے کر جبریل علیہ السلام نازل ہوئے تو اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی ایک پہاڑی پر بیٹھے ہوئے تھے جبریل امین نے آکر زمین پر

marfat.com

ٹھوکر ماری تو وہاں سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ جناب جبرئیل نے چشمہ کے کنارے بیٹھ کر وضو کیا خود جبرئیل علیہ السلام نے وضو کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اب آپ اسی طرح وضو کریں چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح وضو کیا۔ اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ گھر تشریف لائے اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سارا واقعہ سنا کر پانی منگوایا اور سیدہ خدیجہ کے سامنے وضو کر کے سیدہ سے فرمایا تم بھی اسی طرح وضو کرو جب انہوں نے وضو کر لیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔ اس طرح قبول اسلام میں سب سے پہلے نماز باجماعت ادا کرنے میں بھی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سبقت حاصل ہوئی۔

وضو اور نماز کے طریقہ کی تعلیم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جناب جبرئیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو مرتبہ آئے ایک مرتبہ آ کر وضو کا طریقہ تعلیم کیا اور دوسری مرتبہ آ کر نماز کا طریقہ اور اس کے اوقات کے بارے میں تعلیم دی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز فرض ہوئی تو ابتدا میں آفتاب کے ڈھلنے پر نماز ظہر پڑھوائی اور جب اتنا ڈھلا کہ سایہ ایک مثل ہوا تو نماز عصر پڑھوائی اور غروب آفتاب کے بعد مغرب کی نماز ادا کی گئی اور شفق کے ختم ہونے پر نماز عشاء ادا کی گئی اور صبح صادق کے بعد نماز فجر ادا کی گئی۔ اس کے بعد دوسرے دن جناب جبرئیل نے آ کر پہلے دن کی طرح اسی وقت ظہر کی نماز ادا کی لیکن عصر کی نماز اس وقت ادا کی گئی جب سایہ دو مثل ہو گیا۔ مغرب کی نماز سابقہ وقت یعنی سورج غروب ہونے پر ادا کی گئی البتہ عشاء کی نماز تہائی رات گزرنے پر ادا کی گئی اور فجر کی نماز اجالے میں طلوع آفتاب سے تھوڑا پہلے پڑھی گئی اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز کے وہ اوقات ہیں جن کے مطابق آپ نے کل اور آج نمازیں ادا کیں ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لاتے ہیں

- محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں مردوں میں سب سے پہلے جس شخصیت نے اسلام قبول کیا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات ہے اس وقت ان کی عمر دس سال تھی حضرت علی کو جو فضائل عطا ہوئے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ و زیر کفالت تھے اور اس کی

marfat.com

تفصیل یہ ہے کہ دور جاہلیت میں جب سخت قحط پڑا تھا جس کی وجہ سے مکہ کے مالدار اور غریب سب ہی متاثر ہوئے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کثیر العیال تھے اور ساتھ ہی غریب بھی ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دوسرے چچا جناب عباس سے کہا چچا جان آپ کے بھائی ابو طالب کثیر العیال ہیں خاندان کی کفالت کے لئے کثیر اخراجات درکار ہیں جو ان کے پاس نہیں آج کل حالات سخت ناساز گار ہیں مناسب یہ ہوگا کہ ہم ان کی پریشانیوں کو دور کرنے میں مدد کریں اور وہ اس طرح کہ ہم دونوں ان کے ایک ایک بیٹے کی کفالت کی ذمہ داری قبول کریں چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب عباس ابو طالب کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ ان نامساعد حالات میں ہماری خواہش یہ ہے کہ آپ کی مدد کریں اور آپ کے ایک ایک بیٹے کی کفالت کی ذمہ داری سنبھالیں تو ابو طالب نے کہا مجھے اپنے بیٹے عقیل سے بہت محبت ہے میں اس کو ایک منٹ کے لئے بھی نظروں سے اوجھل نہیں کر سکتا اس کو میرے پاس ہی چھوڑ دو اور دوسروں کے بارے میں خود فیصلہ کرو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کی کفالت کی ذمہ داری اپنے اوپر لی اور جناب عباس نے جناب جعفر کی کفالت کو قبول کیا۔ اس طرح حضرت علی کاشانہ نبوت میں پرورش پاتے رہے اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا اس وقت جناب علی آپ کی زیر کفالت تھے لیکن جب جناب حضرت جعفر مشرف بہ اسلام ہوئے تو جناب عباس ان کی کفالت سے دست بردار ہو گئے

ابو طالب نے ادائے نماز کا منظر دیکھا

مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد حضرت علی کاشانہ نبوت میں ہی رہے جب نماز کا وقت ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جناب علی کو ساتھ لے کر مکہ کی آبادی سے باہر تشریف لے جاتے اور پہاڑیوں میں ایسی جگہ جہاں ان کو کوئی نہ دیکھے نماز ادا کرتے یہ سلسلہ جاری رہا ایک دن اتفاق سے ابو طالب کسی ضرورت سے مکہ سے باہر گئے تو پہاڑی کے ایک سلسلہ میں دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کے ساتھ کھڑے ہوئے نماز ادا کر رہے ہیں انہیں نماز ادا کرتے دیکھ کر ابو طالب کو تعجب ہوا وہ وہاں قریب جا کر بیٹھ گئے جب یہ حضرات نماز سے فارغ ہوئے تو ابو طالب نے کہا اے برادر زادے یہ کون سا دین ہے جس کو تم اپنائے ہوئے ہو اور کیسی نماز ہے جس کو تم ادا کر رہے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کی بات سن کر فرمایا۔

marfat.com

"چچا جان! یہ دین خداوندی اور فرشتوں کا دین ہے یہی انبیاء علیہم السلام کا دین ہے اور یہی ہمارے جد اعلیٰ جناب ابراہیم علیہ اسلام کا دین ہے" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے مجھے بندوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے چچا جان! میری خواہش یہ ہے کہ آپ ان لوگوں میں اولیت حاصل کریں جو میری ہدایت پر لبیک کہیں گے اور میری دعوت اسلام کو قبول کریں گے"۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ کلمات سن کر ابو طالب نے کہا اے برادر زادے کاش میں بوڑھا نہ ہوتا۔ اگر اب میں تمہارے دین کو اختیار کر لوں گا تو قریش کے لوگ مجھ پر زبان طعن دراز کریں گے اور کہیں گے کہ میں نے باپ دادا کے دین کو چھوڑ دیا اور تمہارے دین کو اختیار کر لیا۔ لیکن آپ اطمینان رکھیں جب تک میری جان میں جان ہے میں آپ کی معاونت اور نصرت سے باز نہ رہوں گا اور کسی کو آپ کو نقصان پہنچانے کا موقع نہ دوں گا۔

ابو طالب کی جناب علی کو نصیحت

اس کے بعد ابو طالب نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے دریافت کیا بیٹا! یہ کون سا دین ہے جو تم نے اختیار کیا ہے؟ حضرت علی نے یہ سوال سن کر فرمایا "بابا جان! یہ دین حق ہے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ہوں اور یہ نماز وہ فریضہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندوں پر فرض کی ہے میں اس کو ادا کر رہا ہوں"۔ یہ جواب سن کر ابو طالب نے حضرت علی سے کہا "بیٹا! میں سوائے خیر کے تم سے کچھ اور نہیں چاہتا تم اس پر قائم رہو۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری لازم کر لو اور ان کی صحبت سے علیحدہ نہ رہو کیونکہ وہ تمہیں سوائے نیکی کے اور کسی بات کا حکم نہیں کریں گے"۔

جناب زید بن حارثہ کے حالات اور ان کا قبول اسلام

جناب زید بن حارثہ کے اسلام لانے کا واقعہ محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ مصنف کتاب اس طرح بیان کرتے ہیں کہ حکیم بن حزام شام سے اپنے ساتھ بہت سے لونڈی و غلام خرید کر لایا تھا ان میں جناب زید بھی تھے شام کے کامیاب تجارتی سفر سے واپسی پر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا مبارک باد دینے حکیم کے پاس تشریف لے گئیں تھیں۔ حکیم نے سیدہ سے کہا پھوپھی جان! ان غلاموں میں جو آپ پسند کریں وہ آپ کی نذر ہے۔ سیدہ نے جناب زید بن حارثہ کو منتخب فرمایا اور جناب زید کو لے کر گھر آئیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انتخاب کی داد دی اور اظہار پسندیدگی فرمایا تو سیدہ خدیجہ نے جناب زید کو نبی کریم صلی

marfat.com

اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے بخش دیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب زید کو اسی وقت آزاد کر دیا اور اپنا متبنیٰ بنا لیا یہ واقعہ اعلان نبوت سے قبل کا ہے جب جناب زید کے والد حارثہ انہیں لینے کے لئے گئے تو جناب زید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی سے بہت پریشاں اور دل گیر ہوئے اور فرط غم میں یہ اشعار پڑھتے تھے

بَكَيْتُ عَلَى زَيْدٍ وَلَمْ أَدْرِ مَا فَعَلْ
أَحَيٌّ فَيُرْجَى أَمْ أَتَى دُونَهُ الْأَجَلْ
فَوَاللّٰهِ مَا أَدْرِي وَإِنِّي لَسَائِلٌ
أَغَالَكَ بَعْدِي السَّهْلُ أَمْ غَالَكَ [الْجَبَلْ]
وَيَالَيْتَ شِعْرِي هَلْ لَكَ الدَّهْرَ أَوْبَةٌ
فَحَسْبِي مِنَ الدُّنْيَا رُجُوعُكَ لِي بَجَلْ

تُذَكِّرُنِيهِ الشَّمْسُ عِنْدَ طُلُوعِهَا
وَتَعْرِضُ ذِكْرَاهُ إِذَا غَرْبُهَا أَفَلْ
وَإِنْ هَبَّتِ الْأَرْوَاحُ هَيَّجْنَ ذِكْرَهُ
فَيَاطُولُ مَا حُزْنِي عَلَيْهِ وَمَا وَجَلْ
سَأُعْمِلُ نَصَّ الْعِيسِ فِي الْأَرْضِ جَاهِدًا
وَلَا أَسْأَمُ التَّطْوَافَ أَوْ تَسْأَمُ الْإِبِلْ
حَيَاتِيَ أَوْ تَأْتِي عَلَيَّ مَنِيَّتِي
فَكُلُّ امْرِئٍ فَانٍ وَإِنْ غَرَّهُ الْأَمَلْ

زید بن حارثہ کی محبت

اس واقعہ کی تفصیل اس طرح نقل کی گئی ہے کہ حارثہ اپنے بیٹے کو جگہ جگہ تلاش کرتے ہوئے جب مکہ آئے اور انہیں یہ پتہ چلا کہ جناب زید خدمت نبوی میں ہیں تو کاشانہ نبوی پر حاضر ہوئے بیٹے کو دیکھ کر فرط محبت میں ان کی پیشانی کو چوما اور فرط مسرت سے آنکھوں میں آنسو آ گئے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حارثہ کو بیٹے کے فراق کی وجہ سے اس حالت میں دیکھا تو جناب زید سے فرمایا میری طرف سے اجازت و اختیار ہے چاہو تو اپنے والد کے ساتھ چلے جاؤ اور اگر چاہو تو یہیں رہو یہ سن کر جناب زید نے کہا میرا دل یہ گوارا نہیں کرتا کہ ایک لحظہ کے لئے بھی آپ کی خدمت سے جدا ہوں میں تو تازندگی آپ کی

marfat.com

خدمت میں رہوں گا۔ اس کے بعد جناب زید نے اپنے والد کو رخصت کیا۔ اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنا منظور کیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور آپ نے اسلام کی دعوت دی تو حضرت زید مشرف بہ اسلام ہوئے بعض روایات میں حضرت علی کو قبول اسلام میں اولیت دی گئی ہے اور دوسرا نام حضرت زید کا آتا ہے

مکہ کے لوگ جناب زید کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا کہتے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی جناب زید سے بیٹوں کی طرح سلوک فرماتے تھے اور انہیں متبنیٰ بنایا تھا جب اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ **ادعو لا بانهم** (انہیں ان کے باپ کے نام سے پکارو) تو جناب زید نے فرمایا میرے والد کا نام تو حارثہ ہے لہٰذا مجھے زید بن حارثہ کے نام سے پکارو اس وقت سے انہیں زید بن حارثہ کہا جانے لگا۔ زید بن حارثہ کے بعد جناب ابو بکر صدیق مشرف بہ اسلام ہوئے

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اسلام لاتے ہیں

اسلام لانے کا واقعہ لکھنے سے پہلے مصنف محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے ان کا نسب بیان کیا ہے

حضرت ابو بکر بن ابی قحافہ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نام "عتیق" تھا اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نہایت درجہ خوبصورت تھے اسلام لانے سے پہلے قریش میں آپ سے زیادہ عقلمند اور مقدس ترین ہستی دوسری نہ تھی "علم الانساب" میں اس معاشرہ میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ معاشرے کے مقتدر سرداروں میں شمار ہوتے تھے قریش کے لوگ ان کی خدمت میں حاضری دے کر سفر کے لئے جاتے ان سے مشورہ کرتے اور ان سے اجازت لیتے۔ تجارتی امور اور خرید و فروخت کے معاملات میں آپ کے مشوروں پر عمل کرتے تھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے سے قبل ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں نبوت کی نشانیاں دیکھی تھیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو آپ نے بلا تردد اسلام قبول کر لیا۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے فرمایا "میں نے جب بھی کسی کو اسلام کی دعوت دی تو اس کو اسلام کی قبولیت میں توقف و تردد ہوا لیکن جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے بلا تردد و توقف اسلام قبول کیا"۔

جیسا کہ سابقہ سطور میں کہا گیا ہے کہ مکہ والے ان کی قدر و منزلت کرتے تھے جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ

marfat.com

کی محبت ان کے دلوں میں راسخ و موجزن تھی مکہ کے لوگ جناب ابو بکر کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے حتیٰ کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد بھی مکہ والوں کا وطیرہ یہی رہا اور وہ حسب معمول اپنے معاملات میں ان سے مشورے کرتے رہے۔

صدیق اکبر اور تبلیغ اسلام

حضرت ابو بکر کفار مکہ میں خاموشی سے تبلیغ اسلام کرتے رہتے اور انہیں بتاتے کہ بت پرستی ایسا کام ہے جس کو عقل تسلیم نہیں کرتی خود تراشیدہ بت نہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ اس قسم کی گفتگو کر کے جناب صدیق رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو دعوت حق دیتے مکہ مکرمہ کے پانچ معزز اور بڑے لوگوں نے جناب صدیق اکبر کی تبلیغ سے اسلام قبول کیا تھا ان کے نام یہ ہیں حضرت عثمان بن عفان۔ زبیر بن العوام عبدالرحمٰن بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص طلحہ بن عبیداللہ (رضی اللہ عنہم) اسلام کی جانب ان حضرات کی رغبت دیکھ کر انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے اور ان سب نے اجتماعی طور پر اسلام قبول کیا ان اکابر مکہ کے اسلام لانے سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بہت مسرت ہوئی اس طرح اب مسلمانوں کی تعداد آٹھ ہو گئی یہ آٹھ مسلمان وہ تھے جن کا شمار "سابقون الاولون" میں ہوتا ہے یہ وہ حضرات تھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کی تصدیق اس وقت کرتے تھے جب کہ سارا مکہ مخالفت پر آمادہ تھا

اساطین مکہ دامن اسلام میں

ان حضرات کے اسلام لانے کے بعد جناب ابو عبیدہ بن الجراح اسلام لائے ان کے بعد اسلام لانے والوں کے نام ترتیب کے ساتھ درج ذیل ہیں ابو مسلمہ بن عبدالاسد۔ ارقم بن ابی ارقم۔ عثمان بن مظعون۔ قدامہ بن مظعون۔ عبداللہ بن مظعون۔ عبیدہ بن حارث بن مطلب سعید بن زید بن عمرو بن نفیل اور ان کے ساتھ ان کی بیوی فاطمہ بنت الخطاب۔ اسماء بنت ابو بکر صدیق۔ سیدہ عائشہ صدیقہ خباب بن الارت۔ عمیر بن ابی وقاص۔ عبداللہ بن مسعود۔ مسعود منقاری۔ سلیط بن عمرو ان کے بعد ان کے بھائی حاطب ابن عمرو جناب عیاش بن ابی ربیعہ بن مغیرہ اور ان کی بیوی اسماء بنت سلامہ خنیس بن حذافہ۔ عامر بن ربیعہ۔ عبداللہ بن جحش اور ان کے بھائی ابو احمد بن جحش۔ جعفر بن ابی طالب اور ان کی بیوی اسماء بنت عمیس۔

marfat.com

حاطب بن حارث ان کی بیوی فاطمہ بنت مجلل خطاب بن حارث ان کی بیوی فکیہہ بنت یسار۔ معمر بن حارث بن عثمان بن مظعون۔ مطلب بن ازہر۔ رملہ بنت ابی عوف نحام۔ نعیم بن عبداللہ ۔ عامر بن فہیرہ خالد بن سعید اور ان کی بیوی امینہ بنت خلف۔ حاطب بن عمرو۔ ابو حذیفہ۔ ہشیم بن عتبہ بن ربیعہ۔ واقد بن عبداللہ۔ خالد۔ عامر۔ عاقل۔ ایاس پسران۔ بکیر بن عبد یالیل ہوئے عمار بن یاسر اور صہیب رومی رضی اللہ عنہم اجمعین

مذکورہ بالا اسمائے گرامی ان حضرات کے تحریر ہوئے جو یکے بعد دیگرے اسلام لائے ان کے بعد متفرق طور پر ایک ایک دو دو اور تین تین لوگ اسلام لاتے رہے اور مکہ میں رفتہ رفتہ اسلام کا چرچا ہوتا رہا اس طرح تین سال کا عرصہ گزرا تو حکم ربی نازل ہوا **فاصدع بما تؤمر و اعرض عن المشرکین۔ انا کفیناک المستھزئین** ○ "اے حبیب اب آپ اسلام کی تبلیغ کریں اور ان مشرکوں کی پروا نہ کریں اور آپ سے تمسخر کرنے والوں سے ہم نپٹ لیں گے"

اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی کے ساتھ مخصوص حلقہ میں تبلیغ اسلام کرتے تھے لیکن اس آیت کے نزول کے بعد علی الاعلان تبلیغ اسلام شروع کر دی گئی لیکن اس آیت **وانذر عشیر تک الاقربین و اخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین** ○ اور آپ اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈرائیں اور اپنے پیروکار و جان نثار مسلمانوں کے لئے اپنی رحمت کے بازو پھیلا دیں"۔ اس طرح دائرہ تبلیغ اور وسیع ہو گیا۔

بنو ھاشم کو دعوت اسلام

"سورہ شعراء" کی مذکورہ بالا آیات کے نزول کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اعزہ و اقربا کو جن کا تعلق بنو ہاشم سے تھا "کوہ صفا" سے متصل جمع کر کے پند و نصائح فرمائیں جنت و دوزخ کے بارے میں آگاہ فرمایا اور دعوت اسلام دی اس موقعہ پر دوسروں نے تو منفی رد عمل کا اظہار نہیں کیا لیکن ابو لہب بد بخت کچھ زیادہ ہی مشتعل ہو گیا اس کی یہ حرکت خالق کائنات کو پسند نہ آئی اور رب کریم نے سورہ "**تبت یدا ابی لھب**" نازل فرمائی

marfat.com

اسلامی معاشرے میں کافروں پر حملہ کرنے والا پہلا فرد

اس سورہ کے نزول سے پہلے مسلمان ادائے نماز کے لئے مکہ سے باہر وادی میں ایسی جگہوں پر چلے جاتے جہاں ان کو نماز پڑھتے کوئی نہ دیکھتا تھا۔ ایک مرتبہ صحابہ کرام کہیں وادی میں پوشیدہ نماز ادا کر رہے تھے ان میں جناب سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے انہیں کافروں نے دیکھ لیا ابھی یہ مسلمان حالت نماز میں تھے کہ قریش کے لوگوں نے ان نمازیوں کا پہلے تو تمسخر اڑایا بعد میں مسلمان نمازیوں پر حملہ کر دیا اور باقاعدہ جنگ ہونے لگی حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ایک ہڈی آ گئی انہوں نے ہڈی ایک کافر کے سر پر دے ماری جس سے اس کا سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا اس طرح مسلمانوں کے حملے سے کافر شکست اٹھا کر بھاگ نکلے اسی لئے یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام کی تاریخ میں سب سے پہلے کافروں کا خون بہانے والی شخصیت جناب سعد بن وقاص (رضی اللہ عنہ) کی ہے۔

جناب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی الاعلان دعوت اسلام شروع کی اور قریش کو راہ راست کی دعوت دی بت پرستی کے عیوب سے آگاہ کیا اور بتوں کی عبادت کے نقائص بتائے تو مکہ کے کافروں کے دلوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بغض اور حسد میں اضافہ ہو گیا۔ اور وہ کھلم کھلا مقابلہ پر آئے اور در پردہ مکارانہ حرکتوں میں بھی مشغول رہے انہوں نے قریش کے سربر آوردہ معمر لوگوں عتبہ شیبہ اور ابوجہل وغیرہ سے رابطہ قائم کیا اور انہیں ابو طالب کے پاس بھیجا تاکہ وہ اپنے بھتیجے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ دین سے روکیں اور ان کی حمایت سے باز آ جائیں

ابو طالب کے پاس قریش کا پہلا وفد

محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ مصنف کتاب لکھتے ہیں جب مکہ کے کافروں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلانیہ تبلیغ کرتے دیکھا اور یہ احساس کیا کہ آپ کی تبلیغ دین کے نتیجہ میں لوگوں میں بت پرستی کا ولولہ سرد ہونے لگا ہے اور لوگ بتوں کے بارے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرنے لگے ہیں تو ان کافروں کو بہت طیش آیا اور آپ کو اذیتیں دینے کے بارے میں سوچنے لگے لیکن ابو طالب کی وجہ سے ان کا بس نہ چلتا لہذا ان کافروں نے اپنے بڑوں عتبہ شیبہ اور ابوجہل وغیرہ کو پکڑا تاکہ یہ لوگ جا کر ابو طالب سے کہیں کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حمایت نہ کریں۔

marfat.com

چنانچہ یہ لوگ ابو طالب کے پاس آئے اور ان سے کہا آپ ہمارے سردار ہیں ہماری برگزیدہ شخصیت ہیں ہم ہر معاملہ میں آپ سے مشورہ کرتے اور اس پر عمل کرتے ہیں اور کوئی ایسا کام نہیں کرتے جس میں آپ کی مرضی شامل نہ ہو ہم آپ کے پاس یہ درخواست لے کر حاضر ہوئے ہیں کہ آپ کے بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر نیا دین پھیلایا ہے وہ ہمارے (باطل) معبودوں کو برا بھلا کہتے ہیں ان کے بارے میں دشنام طرازی کرتے ہیں لوگوں کو راستہ سے پکڑ کر لے جاتے ہیں اور مسلمان کر لیتے ہیں وہ ہمیں کفرو شرک میں مبتلا قرار دیتے ہیں۔ آپ (ابو طالب) انہیں نصیحت کریں کہ وہ اس کام سے باز آجائیں اور ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیں ہماری عیب جوئی نہ کریں ہم پر طعنہ زنی نہ کریں بصورت دیگر ہمیں اجازت دیں کہ ہم اپنی صوابدید کے مطابق ان (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) سے نپٹ لیں۔ ابو طالب نے ان کافروں کی باتیں سنیں نہایت نرمی سے گفتگو کر کے بڑی خوش اسلوبی سے ان کو سمجھا بجھا کر رخصت کر دیا اور گفتگو میں کوئی موقع ایسا نہ آنے دیا جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی پر رضامندی کا اظہار ہوتا۔

قریش کا دوسرا وفد ابو طالب کے پاس

اس وفد کی گفتگو کے بعد بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تبلیغی سرگرمیوں میں مشغول رہے لوگوں کو دین اسلام کی جانب رغبت دلاتے اور بت پرستی کے نقصانات اور بتوں کی حقیقت سے آگاہ کرتے رہے قریش مکہ اشاعت اسلام میں ترقی کو دیکھتے رہے اور ان کے سینوں میں آتش انتقام تیز ہوتی رہی ان کے دلوں میں کینہ و حسد بڑھتا رہا لیکن ابو طالب کی حمایت کی وجہ سے اس کا برملا اظہار نہ کر سکے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا رسانی کے بارے میں سوچتے رہے اس واقعہ کو چند دن گزرے تو انہوں نے ایک نشست اور مقرر کی مشورہ کے بعد قریش کے سربر آوردہ لوگوں کو ابو طالب کے پاس بھیجا۔ انہوں نے بھی ابو طالب سے جا کر کہا کہ ہم تو ہر معاملہ میں آپ سے مشورہ کرتے اور اس کے مطابق عمل کرتے ہیں ہم تمہاری عظمت کو تسلیم کرتے ہیں اور کوئی کام ایسا نہیں کرتے جو آپ کی ناراضی کا سبب ہو لیکن آپ نے ہمارے لئے کچھ نہیں کیا نہ اور نہ ہماری تسلی و تشفی کی اب ہمارے اندر قوت برداشت ختم ہو رہی ہے ہم آپ کے پاس دوبارہ آئے ہیں اور آپ کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آپ کے بھتیجا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے

marfat.com

نیا دین نکلا ہے لوگوں کو اس دین کی دعوت دیتے ہیں اور ہمارے دین کو منسوخ قرار دیتے ہیں اور اس کو باطل ٹھہراتے ہیں ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہیں قریب ہے کہ وہ ساری قوم کو راہ راست سے بھٹکا کر اپنے دین کی طرف لے آئیں جب معاملہ ہاتھ سے نکل جائے گا تو پھر کچھ نہ ہو سکے گا ہم دیکھتے ہیں کہ آپ اس سلسلہ میں ہمارے لئے کچھ نہیں کر رہے ہیں ہم ایک بار پھر اتمام حجت کے لئے آپ کے پاس آئے ہیں کہ آپ اس کام میں ہماری مدد کریں اور انہیں تبلیغ (دین اسلام) سے روکیں ورنہ ہمارے صبر کی انتہا ہو جائے گی اور ہم مزید برداشت نہ کر سکیں گے پھر اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کوئی تکلیف و اذیت پہنچی تو آپ گلہ نہ کریں چنانچہ ابو طالب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر کہا۔ "بھتیجے قریش کے لوگ تمہاری مخالفت پر کمربستہ ہو گئے ہیں اور دشمنی پر آمادہ ہیں انہوں نے مجھے بہت ملامت کی ہے قوم کے لوگوں سے مخالفت لینا میرے لئے ممکن نہیں اگر آپ ان کے معاملہ میں کچھ نرمی برتیں اور کسی طرح ان کی رضامندی تلاش کریں تو مناسب ہو"۔ قریش کے لئے یہ بات بہت مشکل تھی کہ وہ اپنے معبودوں کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے برائی سنیں لہٰذا انہوں نے ابو طالب سے یہ درخواست بھی کی تھی کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے معبودوں کو برا نہ کہیں اور ہمارے دین کے بارے میں زبان طعن دراز نہ کریں اور ہماری نسبت کو جہالت کا الزام نہ لگائیں تو ہمیں ان سے کوئی سروکار نہ ہو گا وہ اپنے دین کے بارے میں جو چاہیں کریں اور ہم اپنے دین پر چلتے رہیں ابو طالب نے یہ بات بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کر دی۔

ابو طالب سے دو ٹوک بات

جب ابو طالب کی زبانی یہ گفتگو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی تو آپ کو یہ خیال ہوا کہ ابو طالب نے میری حمایت سے ہاتھ کھینچ لیا ہے قریش اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اپنے حال پر چھوڑ دیا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا چچا جان اس خدائے بزرگ و برتر کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر قریش مکہ آفتاب لا کر میرے داہنے ہاتھ پر اور ماہتاب بائیں ہاتھ پر رکھ کر کہیں کہ میں تبلیغ اسلام سے دست بردار ہو جاؤں تو میں ایسا نہ کروں گا یا تو اپنے مقصد (اشاعت اسلام) میں کامیاب ہو جاؤں گا یا جان آفرین کے سپرد کر دوں گا یہ کہتے ہوئے آبدیدہ اور دل برداشتہ ہو کر وہاں سے اٹھ آئے۔ یہ سخت بات کہتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو احساس تو ہوا (لیکن معاملہ حقانیت اسلام کا تھا اس لئے نرمی

marfat.com

برتنے کا کوئی سوال نہ تھا) یہ سن کر ابو طالب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوبارہ بلایا اور کہا بھتیجے جاؤ اور جو چاہو کرو جب تک میری جان میں جان ہے میں آپ کی حمایت سے دست بردار نہ ہوں گا میں آپ کی رضا میں راضی ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے یہ بات سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کے پاس سے خوش خوش اٹھ آئے

کفار مکہ کا تیسرا وفد ابو طالب کے پاس

قریش نے جب یہ دیکھا کہ ابو طالب کسی حالت میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاونت سے باز نہ آئیں گے تو انہوں نے ایک بار اور مجلس مشاورت منعقد کی اور عمارہ بن ولید بن مغیرہ کو پکڑ کر ابو طالب کے پاس لے گئے اور کہا کہ اس دور میں تمام قریش میں عمارہ بن ولید بن مغیرہ سے زیادہ خوبصورت اور نیک شخصیت اور کوئی نہیں ہے اور اس کا باپ بھی معاشرہ کی مشہور و معروف شخصیات میں سے ہے ہم اس کو لائے ہیں تاکہ تم اس کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بجائے اپنا بیٹا بنا لو اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمیں دے دو تاکہ ہم (نعوذ باللہ) ان کو قتل کریں کیونکہ انہوں نے ہمارے دین کو تباہ کر دیا ہے اور قوم کو سیدھے راستے سے بھٹکا دیا ہے اب ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے ابو طالب کو ان کی باتیں سنکر طیش آ گیا اور انہوں نے قریش کے وفد سے کہا تم نے غلط سوچا ہے یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں عمارہ کو لے کر اس کی پرورش کروں اور اپنے بیٹے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمہارے سپرد کروں تاکہ تم اس کو قتل کر دو۔ کسی کو ایسا کہنے کی جرات نہیں ہو سکتی جو جرات تم نے کی ہے۔

قریش کے لوگوں نے جب ابو طالب کو سخت غصہ کی حالت میں دیکھا اور یہ اندازہ ہوا کہ ان کی کوئی بات کسی حالت میں بھی قابل قبول نہیں تو مطعم بن عد جو قریش کے سربر آوردہ لوگوں میں سے تھا اور اس وفد میں شامل تھا اس نے سختی کے ساتھ ابو طالب سے کہا قریش کے لوگ تمہاری خوشنودی چاہتے ہیں اور تمہارے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں لیکن تم بے انصافی پر اترے ہوئے ہو یہ سن کر ابو طالب نے کہا غلط بات ہے قریش کے لوگوں نے انصاف کی بات نہیں کی ہے اور تم بھی اپنی غرض کی وجہ سے بے انصافی کر رہے ہو یقیناً" تم میری اور میرے بھتیجے کی دشمنی میں یہاں آئے ہو اور یہاں بہانہ بازی کر رہے ہو جاؤ! اور جو تمہارا دل چاہے کرو تم اپنے معاملہ میں مختار ہو۔ میں نے اب تک کھل کر بات نہیں کی ہے لیکن اب صاف طور پر کہتا ہوں کہ جو کوئی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دشمن ہے میں اس کا دشمن ہوں اور جو کوئی دین

marfat.com

محمد کا دشمن ہے میں اس کے دین کا دشمن ہوں ابو طالب کی زبان سے یہ کلمات سنتے ہی قریش کے وفد کے لوگ مشتعل ہو کر واہی تباہی بکنے لگے اور غصے میں بھرے ہوئے وہاں سے اٹھ کر چلے گئے

ابو طالب کا اعزہ سے مشورہ

قریش مکہ نے ایک اور مجلس مشاورت منعقد کی اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ جنگ کا مشورہ ہونے لگا جب ابو طالب کو قریش کی سازشوں اور جنگ کے ارادوں کی اطلاع ملی تو انہوں نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو جمع کر کے انہیں حالات سے آگاہ کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاونت کے لئے آمادہ کیا تاکہ اگر قریش کے لوگ آمادہ جنگ ہوں تو بنو ہاشم و مطلب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لئے قریش کے مقابلہ میں آئیں سب نے ابو طالب کی تائید کی اور یقین دہانی کرائی کہ اس سلسلہ میں جو کچھ آپ کہیں گے ہم عمل کریں گے جب ابو طالب نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کی بھرپور تائید حاصل کر لی تو خوش ہو کر انہوں نے رشتہ داروں کی تعریف اور کمالات نبوی میں قصیدہ کہا جس کے اشعار یہ ہیں

جب قریش کے لوگوں کو یہ احساس ہو گیا کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب ان شرانگیزیوں میں ان کے موید نہیں بلکہ مخالف ہیں تو ان کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو براہ راست ایذا رسانی اور برملا مخالفت کی ہمت نہ ہوئی البتہ وہ اس کوشش میں رہے کہ کسی طریقہ اور مکاری سے کار تبلیغ میں خلل ڈالیں چنانچہ وہ روز کوئی نہ کوئی نئی حرکت کرتے یہاں تک کہ حج کا موسم آگیا۔

کار تبلیغ اور ولید بن مغیرہ کی ایک سازش

ولید بن مغیرہ نے مشورہ کے لئے قریش کے سربر آوردہ لوگوں کو اپنے پاس بلایا اور کہا حج کا موسم قریب آگیا ہے تمام قبائل عرب جب مکہ آ کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی باتیں سنیں گے تو ان کی جانب متوجہ ہوں گے اور ان کے دلوں میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت پیدا ہو گی کوئی تدبیر ایسی کرنی چاہیے کہ لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جائیں ہی نہیں۔ یہ بات سن کر لوگوں نے کہا تم قوم کے سربر آوردہ صائب الرائے لوگوں میں سے ہو تم جو مشورہ دو گے ہم اس پر عمل کریں گے۔ ولید نے حاضرین سے کہا تم لوگوں نے جو سوچا ہے اس کا اظہار کرو کہ زائرین کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کس طرح
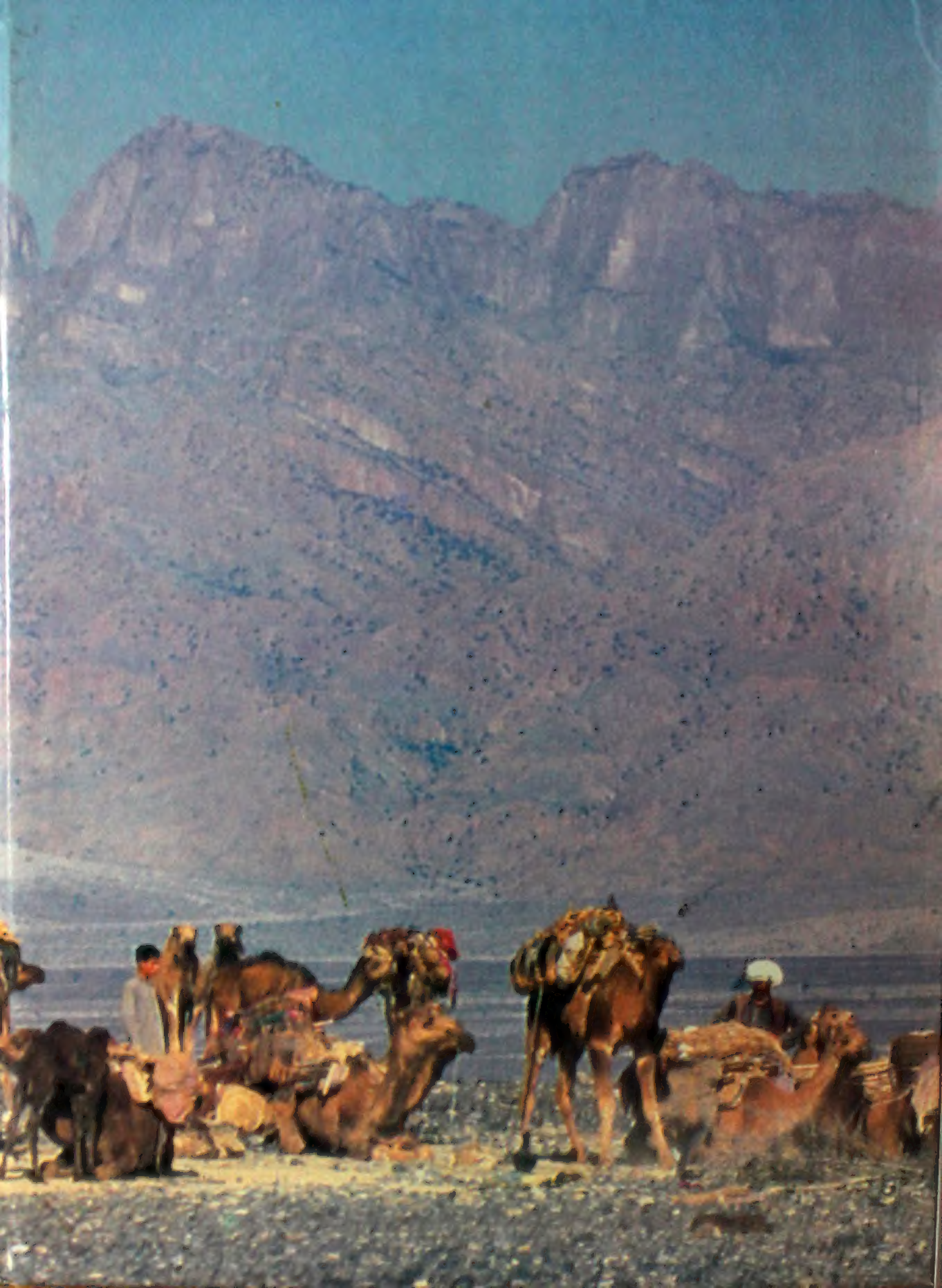
marfat.com